يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی گئی ہے معاون دین و ایمان

مواهب الرحمن تفسیر القرآن مع جامع البیان

مصنفہ

ماہر العلوم النقلیۃ والعقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل الفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مفتی فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ و عین الہدایہ طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

۱۹۳۷ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو کتب خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین ہے ر

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ٢ ر

تفسیر سورۂ یوسف - جو مصرعہ از مولوی اشرف علی ٥ ر

پنجسورہ مترجم - با ترجمہ اُردو - ٢ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے ر

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ مُلا معین ہروی در تصوف ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب بخزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی سلطنت کی بجیب عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط انشا عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح سب بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ سب بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا شاقہ تھا - مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لیے بلا جلد مجلد ر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ر

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - ر

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین - للعمر ر

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا ے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلد ہین جلد الطبع ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف - ے

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنیٰ معروف - ١ ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ حادث مولفہ مولانا غلام یحییٰ ٥٠ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین ر

راہ نجات - ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ١ ر

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ٥ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان - ١ ر

ترجمہ فتاوی عالمگیری - اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلد مین شائع کیا ہے قیمت کامل ر

کشف الحاجۃ - ترجمہ اُردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین - ٢٠ ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (١) ہزار مسئلہ (٢) مسائل ثمانیہ (٣) صد و سی مسئلہ (٤) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (٥) حلیہ شریف (٦) نور نامہ (٧) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ر

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ر

٠٠

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم اُنپر اُتارین فرشتے اور اُنسے بولین مردے اور جلا دین ہم

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

اُنپر ہر چیز کو اُنکے سامنے ہرگز ماننے والے نہین مگر جو چاہے اللہ پر یہ اکثر نادان ہین

وَلَوْ اَنَّنَا یعنے اگر ہم اُن لوگون کا سوال نزول آیات ومعجزات کا قبول کرکے نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ اُنکی جانب ملائکہ کو نازل فرماتے جیسے اُن لوگون نے ہمارے رسول صادق مصدوق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہو۔ کما قال تعالیٰ او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا الآیۃ یعنی کافرون نے مجادلہ کیا کہ ہم تجھے جب مانینگے کہ چنین وچنان ہو از انجملہ یہ کہ تو ہمارے روبرو لاوے اللہ تعالیٰ کو اور ملائکہ کو یعنے وہ تیرے صدق نبوت کی گواہی دین تب ہم مانینگے اور کہا۔ لولا انزل علیہ الملائکۃ او نری ربنا الآیۃ یعنی رسول پر گواہی کے لیئے فرشتے کیون نہین نازل کیئے گئے یعنے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لیئے ہمپر گواہی دیتے یا ہم لوگ خود ہی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے۔ ہمارے ہمارے باپ دادے جو صدہا برس پہلے مرچکے ہین دوبارہ زندہ ہوکر گواہی دین کہ بیشک یہ شخص رسول ہو یا آیندہ دار آخرت ہو یا قیامت مین حشر ونشر ہوگا بلکہ اُن مُردونکا زندہ ہوکر ہمسے باتین کرنا بھی ہمارے واسطے اس امر کی دلیل ہوگی کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہو پس حق عزوجل نے اُن جاہلون کی فرمایش کے لیئے ارشاد فرمایا۔ کہ لو اننا نزلنا الخ یعنے اگر ہم اُنکی خواہش کے موافق اُنپر ملائکہ اُتارین۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى کما اقترحوا۔ یا اُنسے مُردے باتین کرین جیسے کہ اُنھون نے ہٹ باندھی تھی یعنی موتیٰ اگلے زمانے کے زندہ ہوکر آتے۔ وَحَشَرْنَا جمعنا۔ اور جمع کردیتے ہم عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اُنپر ہر چیز کو فوج فوج یا آنکھون کے سامنے مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا تو بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لاوین کیونکہ علم الٰہی مین انکا کافر مرنا مقدر ہوچکا ہو پس ہدایت پر آنا اُنکی قدرت مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو بلکہ ملائکہ وموتیٰ سے انکو استطاعت نہین ہو۔ قُبُلًا بضمتین جمع قبیل یعنے فوج فوج کرکے اور یہی مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اور حاصل آنکہ اگر اُنکے پاس تمام امتین گذری ہوئی فوج فوج کردیجاتین اور وہ رسولون کی سچائی کی گواہی دیتین تو بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ اور علی بن ابی طلحہ وعوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قُبُلًا بضمتین کے معنی مقابلہ ومعاینہ کی روایت کیئے اور یہی قتادہ وعبدالرحمن بن زید کا قول ہو۔ اور واحدی رحمہ اللہ نے اہل لغت کا اسپر اجماع ذکر کیا پس نافع وابن عامر نے جو قبلا بکسر قاف وفتح بار موحدہ بمعنی معاینہ ومقابلہ پڑھا ہو تو دونون قراءۃ کے ایک ہی معنی ہوگئے اور یہی اصل ہو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ احتمال ہو کہ قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل ہو جیسے قولہ اذ تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا۔ مین ہو حاصل آنکہ اگر محشور کردین ہم ہر شے کو جو اُنپر کفیل ہو کہ بعد موت کے جو حال انبیاء علیہم السلام خصوص محمد صلعم نے بیان کیا سب برحق ہو تو بھی ایمان نہ لاوین۔ بیضاوی وزمخشری وغیرہ نے قبیل کی کفیل ہی سے تفسیر کی ہو حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگون کے ایمان سے قطعی انقطاع کردیا کیونکہ انکے حق مین کفر انکا مقدر ہو اگر وہ جملہ آیات دیکھ لین تو بھی ایمان نہین لاسکتے ہین اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مفسر رح نے اسکو بمعنی لکن قرار دیا یعنے استثناء منقطع ہو اور بیضاوی نے زمخشری کے مانند استثناء متصل کیا بتقدیر آنکہ لیس لہم ان یومنوا فی حال الا فی حال المشیۃ یعنی یہ لوگ نہین ایمان لاسکتے کسی حال مین الا در حالیکہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان مقدر ہو۔ وقول مفسر ارجح ہو۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اسی لایعلمون ذلک یعنی انمین سے بہتون کو یہ بات معلوم نہین ہو پس اصل اس بارہ مین یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع

لا دے اور اُس سے ہدایت کا اور اُسپر ثابت رہنے کا سوال کرے اور آیات وغیرہ پیدا کرنے پر قدرت پر زعم کرنا غلط اور جہالت ہے اور یہ صریح ہے کہ ہدایت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے وہ کبھی ہدایت نہ پا دیگا اور یہ آیت بمانند قولہ تعالیٰ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم جن لوگون پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوچکا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام آیات و معجزات آجاوین یہانتک کہ عذاب الیم دیکھین یعنی عذاب موت و عذاب قبر و عذاب آخرت اُسوقت ایمان لاوینگے لیکن کچھ فائدہ نہوگا اور اسمین حضرت صلعم کو علم دیا اور تسلی فرمائی ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ
اور اسی طرح رکھے ہین ہمنے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہین ایک دوسرے کو ملمع باتین فریب کی

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نکرتے تو چھوڑدے وہ جانین اور اُنکا جھوٹھ اور تا جھکین اُسطرف دل اُنکے جو یقین نہین رکھتے آخرت کا

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○
اور وہ اُسکو پسند کرین اور تا کئے جاوین جو غلط کام کر رہے ہین۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا یعنے اے محمد صلعم ایسے ہی ہمنے اگلے انبیاءؑ کے دشمن کردیے تھے جیسے تیرے دشمن کردیے ہین پس تو غمگین مت ہو پھر عدوًا کا بدل قرار دیا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ شیطان بمعنی سرکش و شریر و نافرمان مراد ہے جسکو عربی مین مارد کہتے ہین اور جمع اسکی مَرَدَۃ ہے یعنی ایسے ہی ہر نبی کے دشمن کردیے اور وہ دشمن شیاطین الانس والجن ہین قال قتادہ رح انسانون مین سے شیطان ہین اور جنون مین سے شیطان ہین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ فی الحدیث مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو نے شیاطین الانس والجن سے پناہ مانگی یعنے نماز مین اُنسے پناہ کی دعا مانگی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان اور آدمیون کے شیطان بہ نسبت اصلی شیطانون کے زیادہ ضرر پہونچاتے ہین رواہ عبد الرزاق والامام احمد وابن مردویہ وابن جریر وابن ابی حاتم من طرق عنہ منقطعًا و موصولًا کما اوردہ الحافظ رح وذکر ان المجموع یفید انہ حدیث صحیح يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وحی سے مراد وسواس ہے یعنی آپس مین ایک دوسرے کو وسواس دلاتے و بہکاتے ہین۔ اور زخرف بمعنی باطل جو اوپر سے ملمع کیا ہوا اور لیپ پوت دیا گیا ہو یا نقش و نگار بیہودہ کیا گیا ہو مدارک مین ہے کہ مالک بن دینار نے فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہون تو شیطان بھاگ جاتا ہے ولیکن شیطان الانس بہت سخت ہین کہ میری آنکھون کے سامنے آکر مجھکو بہکاتے ہین۔ بالجملہ شیطان اپنے پردے کرنے والون کو وسواس دلاتا ہے اور وہ لوگ اسکو قبول کرلیتے اور بسبب جہالت اور عدم نور باطن و عدم ہدایت کے نہین پہچانتے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے پھر اُسکو یقین کرکے دوسرون کو بہکاتے ہین اور یہ سب اہل حق و اہل ایمان کی ایذا رسانی کرتے ہین اور مترجم پناہ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ سے ان شیطانون انس و جن سے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مترجم کو انکے شر و فتنہ سے محفوظ فرما دے آمین اور واضح رہے کہ بدون مشیت الٰہی کے ان شیطانون کو کوئی قدرت نہین ہے اسی واسطے فرمایا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ ای ما فعلوا الایحاء المذکور۔ اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو یہ لوگ آپس مین ایسے وسوسے دلانے کو چھوڑ کر رہوا نہ کرتے لیکن مشیت و حکمت الٰہی مین جاری ہوا اسلیئے یہ سب کے سب ایسی گمراہی و کفر کو کرتے ہین

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ اے فدع الکفار وما یفتری الکفار من الکفر وغیرہ مما زین لہم یعنی چھوڑدے کافرون اور اُنکے مفتریات کفر وغیرہ کو جو اُنکی نظرون مین مزین کیئے گئے ہین مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ حکم قتال ہونے سے پہلے یہ حکم آیا تھا وَلِتَصْغٰٓی اِلَيْهِ یہ عطف ہو غرورا پر اور معنی صغو کے میل کرنا ای لتمیل الیہ تاکہ اسکی طرف مائل ہون اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین یعنے زخرف وغرور کی طرف کافر لوگون کے دل مائل ہون لتصغی مین لام امر نہین ہو بلکہ لام کی ہو۔ اور مفسر رح نے جو غرورا پر عطف قرار دیا وہ باعتبار معنی کے ہو یعنی لیغروہم ولتصغی۔ یعنی زخرف القول کی وحی کرتے ہین تاکہ مغرور رہون اور تاکہ جھکین اُسکی طرف وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس زخرف القول کو گوش دل سے سُنکر اپنے واسطے پسند کرین وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ابن عباس نے فرمایا اور تاکہ کما وین جو کچھ وہ کما رہے ہین یعنی کفار جو گناہ سمیٹ رہے ہین وہ بھرپیٹ خوب کما وین تاکہ آخر قیامت مین جبکہ ایمان نہین رکھتے ہین پورا عذاب پاوین۔ ابوحیان رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ان باتون مین ترتیب نہایت فصاحت کے ساتھ ہو کہ پہلے تو شیاطین کی طرف سے غرور وفریب ہوا جسکو کافرون نے گوش دل سے سُنکر میل کیا پس اپنے حق مین اُسکو پسند کیا پھر اسی کے موافق بد اعمالیان کمانے لگے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ

اب سوائے اللہ کے کسی اور کو منصف کرون اور اُسی نے تمکو یہ کتاب بھیجی واضح اور جنکو ہمنے کتاب دی وہ سمجھتے ہین کہ یہ

مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ

نازل ہوئی ہو تیرے رب کے پاس سے تحقیق سو تو مت ہو جیو شک لانیوالا اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہو اور انصاف کی کوئی بدلنے والا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

نہین اُسکے کلام کو اور وہی ہو سُنتا جانتا

مشرکون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ اپنے واسکے درمیان کسی کو حکم بنادین تو نازل ہوا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی بھلا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو قاضی وحاکم بناؤن کہ وہ میرے تمہارے درمیان مین حکم ہو حالانکہ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ وہی پاک پروردگار ہو جسنے تمہاری طرف قرآن نازل کیا مُفَصَّلًا اس حالت پر کہ وہ قرآن مفصل ہو یعنے اسمین حق کو باطل سے جدا کرکے بیان کیا گیا ہو۔ یہ استفہام توبیخی انکاری ہو یعنے ای مشرکو تمپر ملامت ہو کہ سوا اُسے او تعالیٰ کے اور کو حکم بناتے ہو۔ اگر کوئی کہے کہ پھر دنیا مین قاضی وحاکم کیون شرع مین جائز ہین اور نیز او تعالیٰ کے قاضی بنانے سے فیصلہ کیونکر معلوم ہوگا۔ تو جواب یہ ہو کہ جملہ وھو الذی انزل اسی وہم کا رد ہو یعنے اُسنے کتاب مفصل اُتاردی ہین باطل وحق کو جدا وتمیز کردیا پس حکم الٰہی میرے تمہارے معاملہ مین اس کتاب سے ثابت ہو۔ اور قاضی بنانے کے یہ معنی ہین کہ قرآن مجید سے سمجھکر ہر معاملہ کا حکم بتاوے نہ آنکہ اپنی رائے سے بتاوے ورنہ حکم حق نہوگا آیت مین دلیل ہو کہ قاضی ضرور ہو کہ احکام قرآن کو جانتا ہو۔ اور دلیل ہو کہ مدعی ومدعاعلیہ اگر کسی عالم فقیہ سے اپنے مقدمہ مین حکم الٰہی حاصل کرین تو جائز ہو بلکہ یہی صواب ہو کہ مسلمان اس زمانہ مین اسی طرح فیصلہ کرلین تاکہ اپنے معاملہ مین حکم حق حاصل کرین اور کچہریون مین نہ جھگڑین اور رشوت اُٹھاوین۔ فافہم۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الف لام عہد کا ہو اور مراد توریت ہو لہذا مفسر رح نے کہا کہ معنی آنکہ اور جن لوگون کو ہمنے دی کتاب ای توریت مانند عبد اللہ بن سلام واسکے ساتھیون کے يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ اکثر کی قراءۃ منزل از انزل ہو اور ابن عامر وحفص کی قراءۃ مین نزل سے بتشدید ہو فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ امتراء یعنی شک مین ہونا یعنی تو شک والون مین سے

ست ہو۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی خود تھا پس انکو تو اسمین شک نہین تھا اور یہ ظاہر ہو لہذا امر اداس سے کافرون پر مقرر و ثابت کرنا ہو
کہ قرآن مجید حق ہو اور زمخشری وغیرہ نے یہ اختیار کیا کہ معنی یہ ہین کہ تو اس بات مین شک کرنے والا مت ہو کہ اہل کتاب جانتے ہین کہ
قرآن اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ ارجح ہو اسواسطے کہ سورہ مکیہ ہو اور عبد اللہ بن سلام کا ایمان مدینہ مین واقع ہوا لہذا
مراد آیت سے یہ ہو کہ اہل کتاب کو قرآن حق ہونیکا علم ہو پس اگر جاہل مکہ اسکو نہ مانین تو تجھکو غم نہونا چاہیے اور یہ اخبار از غیب ہو۔ فافہم۔
بالجملہ تجھکو شک نہ کرنا چاہیے اس امر مین کہ اہل کتاب تیری نبوت اور قرآن کی حقیقت کو اپنی کتابون سے بخوبی جانتے ہین وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
کلمہ سے مراد احکام شرع و وعدہ و وعید ہین اور یہ مومنون پر فضل ہو کہ قرآن مین انکی تکمیل ہوئی ہو یعنی پورا ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا۔ صِدْقًا
وَعَدْلًا از راہ صدق و عدل کے۔ یہ تمیز محول از فاعل ہو یا حال ہو یعنی کوئی اسمین سے کچھ تبدیل نہین کرسکتا چنانچہ فرمایا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ
یعنی کوئی چیز ایسی نہین کہ ان احکام کو تبدیل کرے یا اُسکے وعدہ و وعید مین خلاف ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ احکام شرع مین زمانہ کی گردش سے
کوئی تبدیل نہین ہوسکتی ہو اور جو شخص تبدیل کو جائز سمجھے وہ کافر گمراہ ہو جیسے اس زمانہ مین بعضے ملحد مبتدع کہتے ہین۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وعید
عذاب مین بھی خلاف نہو گا بلکہ جسکو جسطرح وعید ہوئی ہو ویسا ہی واقع ہو گا مگر اشاعرہ خلف الوعید کو بنظر کرم جائز سمجھتے ہین وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
یعنے ہر قول کا سننے والا اور ہر فعل کا جاننے والا ہو اُسپر کچھ پوشیدہ نہین پس جو کوئی جیسا کریگا اُسکی جزا و سزا پاویگا۔ ف بعض نے کہا کہ قولہ۔
تمت کلمۃ ربک مین کلمہ سے مراد قرآن ہو اور حاصل یہ کہ جیسے توریت وغیرہ مین لوگون نے تحریف کی ویسے قرآن مجید کی تحریف پر کوئی قادر نہوگا
پس اس سے نکلا کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہیگا جب تک کہ اللہ تعالی لیجاوے اور تمام کے معنی یہ کہ انتہا پر پہونچا اور حضرت انس رض سے روایت
کہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہو۔ رواہ ابن النجار و ابن مردویہ عنہ مرفوعا۔ عامر بن عبد اللہ سے روایت ہو کہ فتح مکہ کے روز حضرت صلعم مسجد الحرام مین داخل
ہوے اور بتون کو مارتے اور توڑتے اور باہر پھینکواتے جاتے اور زبان سے پڑھتے جاتے وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا الآیۃ۔ قولہ
صدقا وعدلا بعض مفسرین نے مانند شیخ ابن جریر اور شیخ عکبری رح کے اسکو تمیز قرار دیا اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہ صواب نہین کیونکہ اسمین ابہام نہین ہو
اور مترجم کہتا ہو کہ یہ وہم ہو کیونکہ تمام ہونے مین تمامیت باعتبار تکمیل افادہ وغیرہ امور کے ہوسکتی ہو پس صدق و عدل سے مراد ہونا تمیز
کردیا گو اسی نے اسکو حال کہا یا مفعول لہ کا اعراب بیان کیا قتادہ رح نے کہا کہ صدق ان کلمات مین جنمین وعدہ و وعید ہو اور عدل ان کلمات مین جنمین حکم ہو اور بعض نے
کہا کہ ہر وعدہ و وعید و احکام سب صدق و عدل سے ہین نیز وعدہ و وعید و احکام و اگلی اُمتونکے اخبار اور آیندہ قیامت تک ہونیوالے امور کے اخبار وغیرہ جملہ امور
جنکی خبر قرآن مجید مین ہو سب صدق و عدل ہین اور یہ اولی ہو باعتبار مفہوم کے فافہم قولہ لا مبدل لکلماتہ امین محمد بن کعب سے مروی ہو کہ جو کچھ امر دنیا و آخرت مین فرمایا
کسی مین تبدیل نہین ہو اسمین دلیل ہو کہ جو دوزخی ہوا وہ جنتی نہین ہوسکتا اور جو جنتی ہوا ہو وہ دوزخی نہین ہوسکتا اور یہی متواتر اخبار صحیح و آیات کریمہ سے ثابت
اور یہی اہل سنت کا اعتقاد ہو فاحفظہ ف فی العرائس وتمت کلمۃ ربک الآیۃ و تعالی نے اپنے سابق کلمات قدیم سے خبر دی جو کلام نفسی ہین جنمین خود بخود
در ذات خود کلام فرمایا پس جو اہل معرفت توحید بندون کے حق مین قبل اُنکے وجود کے اور قبل اُنکی نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال کرنیکے بدون کسی علت سبب کے بلکہ قبل
اُنکے وجود کے اُنکے حق مین محض فضل و کرم سے انعام و اکرام مقدر فرمایا ہو اسمین تبدیل کسی فعل و حرکت سے نہین ہوسکتی ہو اور جو اسکی مشیت ہو وہ عین صدق
و عدل ہو پس اہل توحید و عرفان کے حق مین حسن قبول اُسکی مشیت و احسان و فضل ہو اور تعالی قادر مختار ہو جو چاہے کرے کسی بندہ کو جرات چہ
مخلوق ہو دم مارنے کی مجال نہین ہو اور تمام ہونا کلمات کا یہ بھی ہو کہ لطف عنایت سے بدون بندون کی طرف سے کسی علت کے
انکو انعام و اکرام سے قدیما سرفراز کیا اور جو وعدہ فرمایا وہ ضرور واقع ہونیوالا ہو۔ اور قولہ لا مبدل لکلماتہ سے واضح ہوا کہ

اہل عنایت پر جو سابقہ رحمت ہے اسکو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور موارد امتحان انکو مردود نہیں کر سکتے جیسے مردود کو ظاہری افعال مقبول نہیں کر سکتے ہیں بعض نے قولہ صدقا وعدلا کی تفسیر میں کہا کہ صدق ہے مومنین کے لیئے کہ انکو جو دیا سب فضل ہے اور عدل ہے کافرون پر کہ میزان عدل میں ہلاک ہوئے اور پورے نا شکرے

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ○

اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو دنیا میں ہین تجھکو بہکا دین اللہ کی راہ سے سب ہی چلتے ہین خیال پر اور سب اٹکل دوڑاتے ہین

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ

تیرا رب ہی خوب جانتا ہو جو بہکتا ہو اسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہی جو اسکی راہ پر ہین سو تم کھاؤ اسمین سے جس پر نام لیا اللہ کا اگر تمکو

بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ○ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

اسکے حکم پر یقین ہی اور کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ اسمین سے جس پر نام لیا اللہ کا اور وہ کھول چکا جو کچھ تم پر حرام کیا ہی مگر جبوقت ناچار ہو

إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ○

اسکی طرف سے اور بہت لوگ بہکاتے ہین اپنے خیال پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہو جو لوگ حد سے بڑھتے ہین

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ اکثر سے مراد کفار ہین کیونکہ وہی بہت ہین اور اہل ایمان تھوڑے سے ہین اور بعض نے کہا کہ ارض سے مراد مکہ ہی یعنی مکہ والون مین سے اکثر لوگون کے اور وہ اسوقت کفار تھے اگر تو انکا اتباع کریگا تو يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ تجھکو دین الٰہی سے بہکا دینگے یعنی ایسی باتین وہم و شبہات کی بتلا دینگے جنکے ماننے سے غضب الٰہی ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ مقہور کر کے اسکو ہدایت سے محروم کر دیتا ہی اور یہ شرط ہی مقتضی وقوع نہین بلکہ امت کو تعلیم ہی کہ اہل کمال کفار کے باتون پر شیدا نہ ہون اور حق سے تجاوز نہ کرین إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ مرادار کے بارہ میں مکہ کے کفار نے جھگڑا کیا اور کہا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مارا ڈالا وہ بہ نسبت لوگون کے مارے ہوئے جانور کے بدرجہ اولی کھانا چاہئے تو فرمایا کہ ان يتبعون الا الظن یعنی تیرے ساتھ مجادلہ کرتے ہین یہ لوگ نہین پیروی کرتے مگر اپنے وہم و گمان کی جسکی کچھ اصل نہین اور ایسے ہی بتون کے بارہ میں انکو مستحق عبادت خیال کرتے ہین اور مانند اسکے وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ خرص دراصل اندازہ کرنے کو کہتے ہین جس چیز کی تحقیقی بات معلوم نہو جیسے درخت کے پھل اندازہ کرنے کو خرص بولتے ہین پس حاصل آنکہ حالت انکی یہ ہی کہ تحقیقی بات کو نہین مانتے اور اپنے اندازہ کو لیئے چلتے ہین جہان خرص جائز نہین ہی پس خارص اپنی خرص کو تحقیق کہے تو جھوٹا ہی لہٰذا مفسر نے کذب سے تفسیر کی جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہی یعنی نہین یہ لوگ مگر آنکہ جھوٹ بولتے ہین - إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ واضح ہو کہ اعلم صیغہ اسم تفضیل ہی اور وہ اسم ظاہر کو نصب نہین دیتا لہٰذا من اس سے منصوب نہین ہو سکتا تو بعض نے کہا کہ من مقدر یا رب ہی اور بعض نے کہا کہ منصوب بفعل یعلم ہی جسکی جگہ اسم تفضیل آیا ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ اعلم بمعنی عالم ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ مرنے والے کو سوا اسکے کوئی نہین جانتا ہی وہی عالم ہی اور بعض نے کہا کہ اسم تفضیل کبھی کبھی اسم ظاہر کو نصب دیتا ہی اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ منصوب بفعل مقدر ہی جسپر اعلم دلالت کرتا ہی اور نیز کہا کہ اعلم بمعنی اسم تفضیل اس معنی مین کہ اوسکا علم محیط و کثیر ہی ان وجوہ کو جنپر علم کا متعلق ہونا ممکن ہی اور نیز لازمی ہی اور نیز علم الٰہی بالذات ہی نہ بالغیر حاصل آنکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہی ہر ایسے شخص کو جو اسکے دین سے گمراہ ہو وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ اور وہی خوب جانتا ہی ہدایت و طاعت پر چلنے والون کو پس دونون مین سے ہر ایک کو اسکا بدلا ثواب یا عذاب دیگا فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ابن ماجہ نے علی ابن

سو کھایا کرو ان میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو حلال جانوروں میں سے یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو فافہم کلوا۔ جواب شرط مقدر ہے کما قال الزمخشری یا عطف بر محذوف ہے کما قال الواحدی اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ یہ شرط نہیں ہے بلکہ مومنوں کو شرائع الٰہی پر چلنے کے لیے آمادہ کیا ہے پس یہ خطاب ہے مسلمانوں کو اور بعض نے مشرکوں کی طرف خطاب قرار دیا بالمعنی آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اسکو حلال جانو اور جو حرام کیا حرام جانو اور اسی پر عمل کرو اور مردار وغیرہ کو چھوڑ دو لیکن اول ارجح ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ استفہام انکاری ہے یعنی کون مانع ہے تمکو اس سے کہ نہ کھاؤ اُس ذبیحہ کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور ہوا بعد ازآنکہ تمکو اسکے کھانے کی اجازت دیدی وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ابن کثیر و ابو عمرو اور ابن عامر نے فصل بصیغہ مجہول پڑھا اور باقیوں نے بصیغہ معروف پڑھا حفص نے حرم بر بناء فاعل یعنی بصیغہ معروف پڑھا اور باقیوں نے بصیغہ مجہول پڑھا ہے والمعنی حال یہ کہ تفصیل کیا تمہارے واسطے جو کچھ حرام ہوا ہے **قال المفسر** یعنے قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ میں محرمات طعام مفصل بیان کر دیے ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ سوائے اسکے جسکی طرف تم مضطر ہوں ان محرمات سے تو اس حال اضطرار میں وہ بھی تمپر حلال ہے المعنی کوئی مانع نہیں تمکو کھانے اس چیز سے جسپر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور ہوا اور حال یہ کہ جنکا کھانا حرام ہے وہ تمکو مفصل بتلا دیے اور بنام الٰہی ذبیحہ ان محرمات میں سے نہیں ہے واضح ہو کہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ تفتازانی رحمۃ نے کہا اور اعراب القرآن ابو البقاء میں ہے کہ از راہ معنی استثناء متصل ہے کیونکہ انکو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیے ہوئے کے کھانے کو ترک کرنے پر توبیخ کی اور یہ متضمن ہے مطلقاً اباحت پر حاصل آنکہ جنس سے استثناء ہے لیکن بعض نے کلام کیا کہ اس صورت میں ظرف عام مقدر سے استثناء ہوا تو مفرغ ہوا متصل نہوا پھر واضح ہو کہ اس مقام میں اشکال ہے جو امام رازی نے تفسیر کبیر میں وارد کیا بایں طور کہ یہ سورۂ انعام تو مکیہ ہے پس نزول اسکا سورۂ مائدہ مدینہ سے پہلے ہوا خصوص جب کہ سورۂ مائدہ کی نسبت آیا ہے کہ وہ قرآن کی سورتوں میں سے پیچھے آخر نازل ہوئی ہے اور قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ اسی سورۂ مائدہ میں ہے پس یہاں جو قولہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم سے حوالہ دیا ہے اس آیت پر جو پیچھے نازل ہوئی کیونکر صادق ہوگا کیونکہ جسپر حوالہ ہے اسکا مقدم ہونا لازم ہے پھر امام رازی نے جواب دیا کہ جس آیت پر حوالہ ہے وہ قولہ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیۃ ہے جو کچھ پیچھے مذکور ہے۔ اور دیگر علماء مفسرین نے یہ جواب دیا کہ علم الٰہی میں یہ موجود ہونے والے سب کو محیط ہے اور علم الٰہی میں موجود تھا کہ ترتیب قرآن مجید میں جو محفوظ بحفظ الٰہی ہے سورۂ انعام پر سورۂ مائدہ مقدم ہوگی اگرچہ نزول میں مقدم ہووے پس بایں معنی یہ حوالہ ٹھیک ہے **مترجم** کہتا ہے کہ بنابریں ثابت ہوا کہ ترتیب قرآن مجید بتوفیق الٰہی عزوجل ہے اور کیوں نہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے صریح اس کتاب مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فافہم وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یضلون میں دو قراءۃ ہیں فتح یا از باب ثلاثی مجرد اور ضم یا از باب افعال۔ اور مراد ان سے مشرکین عرب ہیں جیسا کہ سعید بن جبیر رح وغیرہ سے مروی ہے المعنی البتہ بہت سے یعنی مشرکین گمراہ ہوتے یا گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہش نفسانی سے بدون کسی علم کے جسپر وہ اعتماد کرتے ہوں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ اعتداء یعنی تجاوز کرنا یعنی تیرا پروردگار جانتا ہے اُن لوگوں کو جو تجاوز کرتے ہیں حلال سے حرام کی طرف یعنی گناہ کرتے ہیں پس اُنکو سزا دیگا **ف فی العرائس** قولہ تعالیٰ وان کثیرا لیضلون باھوائھم ایسی ہیں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ضلالت و بدعت کی طرف بلاتے ہیں پھر جب وہ لوگ اپنی فضیحت ہونے کو دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ سچے اہل ارادت بھی انہیں کے مثل ہو جاویں پس شہوتوں کا راستہ انکو بتاتے ہیں اور اسکی خوبیاں بیان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بیان فرمایا بقولہ اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت سے جاہل ہیں اور اسکے علم سے جو تمام موجود ظاہر و باطن کی ماہیت و حقیقت کو شامل ہے غافل ہیں شیخ قرشی رحمہ نے

اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ لوگ اپنے نفس کی خواہش پر چلتے ہیں اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑتے ہیں۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ○

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا جو لوگ گناہ کماتے ہیں سزا پاوینگے اپنے کیے کی

وَذَرُوا اور ترک کرو اور چھوڑ دو تم لوگ ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ علانیہ و پوشیدہ گناہ۔ بعض نے کہا کہ گناہ زنا اور بعض نے کہا کہ ہر گناہ۔ اول تو مجاہدؒ سے مروی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نیت بد وہ پوشیدہ گناہ ہے۔ اور قتادہؒ نے ظاہر یعنی علانیہ و پوشیدہ و قلیل و کثیر سے تفسیر کی۔ سدی نے کہا کہ ظاہر الاثم رنڈیوں سے زنا کرنا۔ اور باطن الاثم وہ آشنائی کر کے زناکاری ہے۔ عکرمہؒ نے کہا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا بیٹی کی خالہ سے نکاح کرنا۔ اور صحیح یہ ہے کہ آیت کریمہ سب کو شامل ہے اور نیز دیگر گناہ ظاہر و باطن سے عام ہے پس ظاہر وہ جو اعضاء و جوارح سے ظاہر میں محسوس ہو اور باطن وہ جو ظاہر نہو مثل حسد و غرور و عجب و خودنمائی اور مسلمانوں کی بدی سوچنا وغیرہ سب داخل ہیں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اثم کیا ہے فرمایا کہ اثم وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ رواہ ابن ابی حاتم وغیرہ بسند صحیح پھر گناہ سمیٹنے والوں کو وعید شدید فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ کسب یعنی کمانا اور بندہ گناہ کو پیدا کرنیوالا نہیں بلکہ کمانیوالا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے یعنی جو لوگ گناہ کماتے ہیں سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ اقتراف یعنی اکتساب یعنی عنقریب آخرت میں جزا و سزا دیئے جاوینگے بدلے اس چیز کے جسکو کمایا کرتے تھے۔ ف

فی العرائس قولہ وذروا ظاہر الاثم الآیۃ۔ ظاہری گناہ وہ ہے جسکی مذمت ثابت از ظاہر قرآن و حدیث ہے اور باطن الاثم وہ جسکی مذمت باطن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ قال المترجم بنابریں تمام عیوب نفس و دیا خطرات شیطانی و نہایت باریک باتیں کہ جب کھلیا دیں تو بڑا گناہ معلوم ہوتی ہیں سب کو شامل ہے اور یہی کمال تقویٰ ہے اور حدیث صحیح میں آیا کہ آدمی میں شیطان ایسی جگہ گھسا ہوا رواں ہے جہاں خون رواں ہے تو اسمیں ان باطن کے عیوب نفس و خطرات کی طرف خیال رکھنے اور اپنے کو درست رکھنے کا مہری اشارہ ہے۔ فافہم۔ نیز ظاہر الاثم وہ ہے جسکے ساتھ عقول نورانی موافق نہوں اور باطن الاثم جسکے ساتھ قلوب صافی و موافق نہوں اور نیز ظاہر الاثم وہ جو اعضا کو راہ سنت سے کج کریں اور باطن الاثم جو دلوں کو مشاہدہ سے تشویش میں ڈالیں۔ نیز ظاہر الاثم اس دنیا کی محبت ہے و باطن الاثم جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔ نیز ظاہر الاثم وہ اعمال ہیں جو تجھے مغرور کریں اور باطن الاثم وہ احوال جنکی لذت میں تجھکو سکون ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہر الاثم اپنے افعال پر نظر کرنا اور باطن الاثم ان افعال پر باطن میں تسکین ہے۔ سہلؒ نے کہا کہ حکم فرمایا ہے کہ اعضاء ظاہر سے نافرمانی اور دل سے انکی محبت چھوڑ دو۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری گناہ تو غفلتیں ہیں اور باطنی گناہ یہ کہ سابق التقدیر پر نظر رکھنے سے نسیان ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ باطنی گناہ وہ عقیدے پوشیدہ ہیں جو دل میں مضمر ہوں اور انکا باطن سے اندر جوش ہوں۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور اسمیں سے مت کھاؤ جسپر نام نہیں لیا اللہ کا اور وہ گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے کہ تم سے جھگڑا کریں

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ○

اور اگر تم نے انکا کہا مانا تو تم مشرک ہوئے

ع ۱۴ / ۱۱

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اور مت کھاؤ اس چیز میں سے جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ وانعم

کہ اس بات مین اتفاق ہی کہ ما موصولہ سے جانور مراد ہین اور جانورون سے بھی وہ جانور جنکا کھانا حلال ہی پس اگر اسپر اللہ تعالی کا نام
نہین ذکر کیا گیا تو مت کھاؤ یہ ذکر نہ کیے جانے کی کئی صورتین ہوسکتی ہین ایک یہ کہ خود اپنی موت سے مرگیا ذبح نہین کیا گیا اور اگر
ذبح کیا گیا تو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا پس اسپر اللہ تعالی کا نام مذکور نہوا ۔ اور اگر اللہ تعالی کے واسطے ذبح کیا مگر عمداً تسمیہ یعنے
بسم اللہ نہ پڑھی یا بھول گیا ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت دربارۂ مردار جانورون کے اور جو اسکے معنی مین مانند منخنقہ وغیرہ کے ہین
وارد ہوئی ہی ۔ عطاؒ نے کہا کہ ذابح کی تحریم مین ہی کہ مشرکین اپنے بتون کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے **مفسر سیوطی**ؒ نے آیت کو اسی پر محمول
کیا یعنی یہ آیت مخصوص ہی ایسے جانورون کے حق مین جو خود بخود مرگئے ہون یا کسی بت وغیرہ کے نام پر ذبح ہوگئے ہون اور یون کہا
کہ اگر ایسا نہو وے تو جو جانور کوئی مسلمان ذبح کرے اگرچہ عمداً تسمیہ نہ کہے وہ بنا بر قول شافعیؒ کے حلال ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ طریقہ دلیل خلف کا جس سے آیت
کی تخصیص ثابت کیجاوے عجیب ہے کیونکہ مذہب شافعیؒ مین اگر اعتبار دینے کوئی بات قرار پائی وہ مخصص نہین ہوسکتی بلکہ دلیل شرعی لانی چاہیئے ابو حنیفہؒ کے نزدیک
مسلمان نے اگر عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہین بلکہ مردار ہوگیا اور تفصیل یہ ہی کہ ائمہ علماء رحمہم اللہ کے اس مسئلہ مین تین قول ہین بعد ازانکہ سب کا اجماع ہوگیا کہ
جو حلال جانور ذبح مین سے خود بخود مرگیا وہ مردار قطعی حرام ہی اور کلام ذبیحہ مین ہی پس اگر ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالی کے سوا کسی غیر کا نام عمداً ذکر کیا تو بالاجماع حرام ہی
اور اگر کسی کا نام ذکر نہین کیا تو ایک جماعت علماء کا قول ہی کہ جو ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کیا گیا یعنی کوئی نام نہین لیا گیا تو وہ
مردار و حرام ہوگا خواہ عمداً اللہ تعالی کا نام نہ لیا ہو یا سہو سے نہ لیا ہو اور یہی نافع مولی ابن عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہ و عامر الشعبی و محمد بن سیرین
رحمہم اللہ سے مروی ہے اور ایک روایت از امام مالک ۔ اور قوی روایت از امام احمدؒ اور یہی ابو ثور و داؤد ظاہری نے اختیار کیا اور یہی مختار
ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی الشافعیؒ کا ہی اور دلیل اسکی یہی ظاہر آیت اور قولہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ الآیۃ ۔ اور یہان قولہ تعالی
وانہ لفسق سے اور تاکید ہوگئی اور نیز احادیث صحیحین وغیرہ جنمین حکم تسمیہ مذکور ہی نیز حجت ہین اور وہ بہت ہین اور حضرت عائشہ رضہ سے
مروی ہی کہ کچھ لوگون نے کہا یا رسول اللہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہین ہمکو نہین معلوم ہوتا کہ اسپر اسم اللہ تعالی ذکر کیا گیا ہی یا نہین ۔ تو فرمایا کہ
اسپر اللہ تعالی کا نام ذکر کرو اور کھاؤ حضرت عائشہ نے کہا کہ ان لوگون کو کفر چھوڑے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا تھا ۔ رواہ البخاری
قال الحافظ العماد و اس سے دلالت اسطرح ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا تھا کہ تسمیہ کہنا ایک امر لابدی ہی اور خوف کیا کہ
شاید ذبح کرنے والون نے بسبب اسکے کہ مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہین تسمیہ چھوڑ دیا ہو پس حضرت صلعم نے کھانے کے
وقت تسمیہ کہدینے کا احتیاطاً حکم دیدیا تاکہ اگر ترک ہوئی ہو تو اس سے عوض کے مانند ہوجاوے اور مسلمانون کے احکام کو نیک گمان پر
جاری رکھنے کا حکم دیا واللہ اعلم ۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ اسلام شرط ہی تسمیہ کچھ شرط نہین ہی بلکہ مستحب ہی پس اگر عمداً یا بھولے سے
چھوڑ دی تو کچھ مضر نہین ہی اور یہ امام شافعیؒ و جمہور اصحاب شافعی کا مذہب ہی اور یہ حضرت ابن عباس و ابو ہریرہ و عطاء بن ابی رباح
سے مروی ہی ۔ واللہ اعلم ۔ اور شافعی رحمہ اللہ نے قولہ وانہ لفسق کو محمول کیا اس امر پر کہ وہ غیر اللہ تعالی کے واسطے اس طرح ذبح
ہوا ہو کہ اسپر نام الہی ذکر نہوا ہی بمانند قولہ تعالی او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ پس فسق سے مراد وہ مذبوحہ ہے جو ایسے غیر اللہ تعالی کی
شیخ ابن کثیر نے اسکو قوی کہا اور رد کر کیا کہ ابن جریرؒ نے عطاؒ سے نقل کیا کہ آیت مین ممانعت ہی ان ذبائح کے کھانے سے جو قریش اپنے
بتون کے نام پر ذبح کرتے تھے اور ممانعت ہی مجوس کے ذبائح سے مترجم کہتا ہی کہ یہان سے ظاہر ہوا کہ حجت تخصیص آیت کی بنا بر
مذہب شافعیؒ کے یہی حجت مذکور ہوئی اور **مفسر سیوطی** رحمہ اللہ کو خود یہ حجت معلوم تھی چنانچہ مقدمہ اتقان مین بحوالہ تفسیر کبیر فخر رازی اسکی

تقویت اسطرح ذکر کی کہ قولہ وانہ لفسق میں واو حالیہ ہے ای لاتاکلوا حال لم یذکر اسم اللہ علیہ حال کونہ فسقا۔ اور وہ فسق نہوگا جب تک کہ
اسپر اہلال لغیر اللہ تعالی نہو بدلیل قولہ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ پھر فخر رازی نے دعوی کیا کہ یہی متعین ہے یعنی واو یہاں حالیہ ہی ہوسکتا ہے
اور عاطفہ نہیں ہوسکتا ورنہ عطف جملہ اسمیہ خبریہ کا جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے **قال المترجم** فخر رازی نے امام شافعی کے
استدلال پر اکتفا نہ کیا اور خود ایک طومار نکالا جیسا کہ مذکور ہوا لیکن ٹھیک نہیں ہے چنانچہ شیخ حافظ العماد نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ قولہ
تعالے وان الشیاطین لیوحون الخ سے فخر رازی کے اوپر خود نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ واو خواہ مخواہ عاطفہ ہے پس جس واو کے
حالیہ ہونے کا مدعی ہوا اگر صحیح ہو تو اس جملہ کا عطف جملۂ ماقبل پر ممتنع ہوگا پس اگر جملۂ طلبیہ پر عطف کیا جاوے تو جو اسنے امتناع وارد کیا ہے
وہ خود اسپر وارد ہوتا ہے اور اگر واو کو حالیہ نہ لیوے تو جو کچھ اُسنے دعوی کیا ہے وہ سرے سے باطل ہوگیا واللہ اعلم اور صلت السدوسی
سے جو مرفوعا روایت ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ نام الٰہی ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو یہ مرسل ہے اور شافعیہ کے نزدیک مرسل مالک وزہری
کے سوائے حجت نہیں مگر آنکہ مذہب ابن عباس سے بھی مروی ہے جو اسکا مقوی ہے اور حنفیہ اسمیں تاویل کرینگے۔ اور بیہقی نے حدیث عائشہ رض
مذکورہ بالا سے حجت پکڑی کہ تسمیہ شرط ہوتا تو آپ نہ فرماتے کہ تم تسمیہ کہکر کھاؤ۔ مگر پوشیدہ نہیں کہ یہ حجت ضعیف ہے اسواسطے کہ مسلمان ذبح کرکے
لانے والے پر گمان ترک تسمیہ کا خلاف ظاہر حال تھا لہذا احتیاطا ایسا کہا جیسا کہ اشارہ اوپر مذکور ہوچکا۔ فافہم واللہ اعلم اور ایک
بڑی جماعت علماء نے کہا کہ اگر تسمیہ کہنا بھول گیا تو مضر نہیں اور اگر عمدا چھوڑ دی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور یہی حضرت علی وابن عباس رضی اللہ
عنہما وسعید بن المسیب وعطاء وطاؤس وحسن البصری وابو مالک وعبد الرحمن بن ابی لیلی۔ وجعفر بن محمد وربیعہ بن عبد الرحمن سے حکایت کیا گیا
پس روایات ابن عباس اس امر پر محمول ہونگی کہ تسمیہ ذکر کیا حالت یاد میں اور نہ ذکر کیا حالت فراموشی میں تاکہ ابن عباس کے اقوال
میں اختلاف لازم نہ آوے اور یہی مشہور مذہب امام مالک واحمد بن حنبل کا اور یہی قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و اسحاق بن
راہویہ کا ہے۔ **قال الحافظ ابن الکثیر** رح اور امام ابو الحسن مرغینانی نے ہدایہ میں نقل کیا کہ شافعی رح سے پہلے علماء کا اجماع تھا کہ جو کوئی
عمدا تسمیہ چھوڑے اُسکا ذبیحہ حرام ہے اسیواسطے ابو یوسف و مشائخ نے کہا کہ اگر عمدا تسمیہ چھوڑے ہوئے ذبیحہ کے بیع جائز ہونے
پر کوئی قاضی وحاکم حکم دیدے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا کیونکہ محل مختلف فیہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اجماع معتبر ہے **قال الحافظ** لیکن
مرغینانی کا یہ قول غریب ہے اور ہم پہلے لکھ چکے کہ شافعی رح سے اگلوں نے بھی خلاف کیا ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اگلوں سے جو خلاف مذکور
ہوا وہ بدون انکے کلام کے ہے سوائے قول ابن عباس کے پھر جب ابن عباس رض سے متروک التسمیہ کے حرام ہونے کا مذہب نقل کیا گیا
تو تناقض کر دینا خلاف اصل ہے پس دو قول ابن عباس کے بتاویل دونوں موافق ہیں تو خلاف ابن عباس باقی نہیں رہا اور علی و دیگر علماء
کے قول میں یہی گمان ہے یا بجملہ فقط نام ذکر کرنا مثبت خلاف نہیں ہے پھر ابن جریر رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ جس شخص نے بھول کر تسمیہ
چھوڑنے والے مسلمان کا ذبیحہ حرام کیا وہ اجماع حجت سے خارج ہے اور **حافظ ابن کثیر** نے یہ کلام طویل کے بیان کیا کہ
ابن جریر کے نزدیک ایک دو علماء کے خلاف سے اجماع میں خلل نہیں آتا وہ اسکو اجماع ہی کہتے ہیں پھر اس مذہب کی تقویت میں پیش کیا
آیت کریمہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا الآیۃ۔ اور نیز وہ حدیث مشہور جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنی امت سے خطا واکراہ و نسیان
مرفوع ہونے کو فرمایا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جو امور شرعی ایسے ہیں کہ جد و ہزل سب طرح سے انکا حکم لازم ہوتا ہے مثل طلاق
وعتاق وغیرہ کے انمیں خطا ونسیان وغیرہ کا غیر موثر ہونا معتبر نہیں بلکہ انکا مرفوع ہوگا پس شاید کہ مقام ذبیحہ میں اسکا اعتبار ہو

بالجملہ نسخ تو یہ کافی ہیں واللہ اعلم پھر مجاہد و عامہ اہل علم کے نزدیک یہ آیت محکم ہے اسمیں سے کچھ منسوخ نہیں ہوا اور حسن بصری و عکرمہ سے ابن جریر نے روایت کیا کہ اس سے طعام اہل کتاب مستثنیٰ ہوا اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو منسوخ کرکے فرمایا الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ تحریم مالم یذکر اسم اللہ علیہ اور تحلیل طعام اہل کتاب میں کچھ تعارض نہیں اور یہی صواب ہے قال الحافظ۔ یہ قول ابن جریر کا صحیح ہے اور سلف میں سے جسنے نسخ کا لفظ کہا ہے اسکی مراد تخصیص ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ معنی قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے یہ کرہت کھاؤ اس چیز میں سے جسپر نہیں مذکور ہوا نام اللہ تعالےٰ کا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ای وان الاکل منہ لخروج عما یحل۔ اور کھانا ایسی چیزوں سے البتہ باہر ہونا اس چیز سے جو حلال ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ ای یوسوسون الی الکفار۔ اور شیاطین جو شیطان رجیم کے ذریات ہیں وہ سب شیطان کے اپنے اولیاء کو یعنی کافروں کو وسوسہ ڈالتے ہیں علی نے شیطان سے مراد حقیقی شیطان ہیں بعض نے کہا کہ وہ قسم جن ہیں لیکن مرتے نہیں ہیں بخلاف جن کے کہ انمیں مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ بالجملہ شیاطین حقیقی مراد ہیں اور وحی سے وسوسہ مراد ہے اور وسوسہ انکا اگرچہ عام ہے لیکن کافروں کی خصوصیت اسوجہ سے ہے کہ اہل ایمان انکے وسوسہ کو قبول نہیں کرتے اور رد کردیتے ہیں بخلاف کافروں کے کہ وہ قبول کرلیتے ہیں اور انھیں پر خوب قابو پاتے ہیں اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و عکرمہؒ سے قصہ مختار بن ابی عبید ثقفی میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر ابن عباسؓ سے کہا کہ مختار بن ابی عبید کو زعم ہے کہ آج کی رات مجھپر وحی ہوئی تو ابن عباس نے کہا کہ بات وہ سچا ہے تو اس شخص نے متنفر ہوکر کہا کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ سچا ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ وحی دو طرح کی ہے ایک وحی الٰہی سچا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری وحی شیطان بجانب اپنے اولیاء کے پھر پڑھا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم یعنی شیطان اپنے دوستوں کو گمراہی کی باتیں القا کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ شیاطین سے آدمیوں کے شیطان مراد ہیں اور وحی ایک تشبیہ کے طور پر ہے یعنی ان شیاطین الانس لیلقون الی اولیائہم اور ظاہر ہے کہ دونوں کو شامل ہے ایک کو حقیقۃً اور دوسرے کو حکماً تاکہ جمع ہو حقیقت و مجاز لازم نہ آوے حاصل یہ کہ شیاطین اپنے ساتھ موالات کرنیوالوں کو القا کرتے ہیں لِيُجَادِلُوْكُمْ تاکہ اولیاء شیاطین مردار کھانے میں تمہاری مخالفت کو شرمائیں اور تم سے جھگڑیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اور اگر تم نے اس بارے میں انکی پیروی کی تو تم مشرک ہو۔ زجاج نے کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ جسنے اللہ تعالےٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کو حلال جانا یا حلال کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کو حرام جانا وہ کافر مشرک ہے کیونکہ سوا اسکے اللہ تعالےٰ کے کسی غیر کو اپنا حاکم بنایا عن ابن عباس جب نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیہ تو فارس والوں نے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمد کو قائل کرو کہ جو جانور تم اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کرو وہ حلال ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے سونے کی تلوار سے قتل کیا یعنی مردار وہ حرام ہے تو نازل ہوا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم الآیہ یعنی شیاطین فارس کے اپنے اولیاء قریش کو وحی کرتے ہیں۔ رواہ الطبرانی وعن ابن عباس فی قولہ وان الشیاطین لیوحون یعنی کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا وہ نہ کھاؤ اور جو تم نے ذبح کیا وہ کھاؤ تو نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیہ۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن ابی حاتم واسنادہ صحیح و رواہ ابن جریر من طرق عنہ اور ابن جریر نے قصہ تحریر اہل فارس کو عکرمہ سے روایت کیا اور سدی و دیگر جماعہ تابعین نے مشرکوں کا اعتراض مسلمانوں پر ذکر کیا جیسا کہ فارس والوں کا قریش کو سکھانا ذکور ہوا ہے مصنف کہتا ہے کہ ایسے ہی مشرکین و مسلمانوں کا جھگڑا دنیا کے حق میں ہے فلیتفکر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ف فی الحرالکمس قولہ تعالےٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم

حق مین اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی عکرمہؒ سے مروی ہے کہ عمار بن یاسرؓ اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی اور مقاتلؒ نے
کہا کہ حضرت سید عالم محمد مصطفےٰ صلعم کے حق مین اور ابوجہل ملعون کے حق مین ہے **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ بعضون نے زعم کیا کہ نزول
اسکا دو شخص معین کے حق مین ہے چنانچہ جسکو زندہ کرکے نور دیا وہ عمر بن الخطابؓ ہین یا عمار بن یاسر ہین اور جو ظلمات مین پڑا ہوا رہا
اس سے نکلا نہین وہ ابوجہل ملعون ہے۔ پھر کہا کہ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے اسمین ہر مومن و کافر داخل ہے یعنے کوئی مومن ہو کسی کافر کے مساوی
نہین اور حاصل آنکہ مومن و کافر مین از راہ آخرت کے کچھ مساوات نہین ہے اور اسی کو اکثر مفسرین نے صحیح کہا ہے **قال المترجم**
اگر نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ثابت ہو تو بھی اعتبار اسکے عموم معنی کا ہے جس سے ثابت ہے کہ مومن و کافر یکسان نہین
كَذَٰلِكَ اسے کما زین للمومنین الایمان كذالك زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ من الکفر والمعاصی یعنی جیسے مومنون کی
نظر مین ایمان و طاعت خدا و رسول مزین کی گئی ہے ایسی ہی مزین کیے گئے کافرون کے لیئے جو وہ کرتے ہین کفر و نافرمانیان و
گناہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کرنے والے پر تقدیر جاری ہے اور حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان ہے جسکے
واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا یعنے جیسے ہمنے مکہ والون مین سے فاسق انمین سے بڑے بڑون کو کر دیا ایسے ہی کر دیا ہم
فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا ہر قریہ مین اکابر مجرمین اسکے کمالین مین کہا کہ اکابر مجرمیہا دونون مفعول جعلنا کے ہین اور اول یہ دوم کو
مقدم کیا گیا **قال الواحدی** ای مجرمیہا اکابر۔ اور اکابر اسواسطے مجرم و فساق ہوئے کہ انمین وسعت و قوت ہونے سے مکر و کفر کی طرف
زیادہ داعی ہین۔ مروی ہے کہ ولید بن المغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت سچ ہوتی تو مین ہوتا کیونکہ مجھ مین بزرگی و مال زیادہ ہے اور یہ شخص بڑا سرکش تکبر والا تھا
لِيَمْكُرُوا فِيهَا یعنے تاکہ ایمان لانے سے لوگون کو۔ روکنے مین اس قریہ مین مکر کرین قریہ گاؤن و شہر و آبادی کے معنی مین آتا ہے۔ اور
ابو عبیدہؒ نے کہا کہ مکر بمعنی فریب و دھوکا و غدر و حیلہ و فجور بعض نے زیادہ کیا اور غیبت و چغلی و جھوٹی قسمین و باطل کا رواج دینا **قال الحافظ**
مراد مکر سے یہان گمراہی کی طرف باطل اقوال و افعال سے بلانا۔ ابن ابی حاتم نے بعض علماء سے روایت کی کہ قرآن مین جہان مکر کا
لفظ ہے وہ عمل ہے حاصل آنکہ ہمنے مکہ کے فاسقون کے مانند سابق امتون مین بھی ہر قریہ کے بڑے لوگون کو فاسق بنایا تاکہ مکر کو پورا کرین
وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ حالانکہ اپنی ہی جان کے ساتھ مکر کرتے ہین کیونکہ وبال اسکا انھین کی جانون پر ہے پس وہ اپنی ہی جانون پر
مکر کرتے ہین وَمَا يَشْعُرُونَ بذلک۔ اور اس سے انکو شعور نہین ہوتا اسمین تاکید بلیغ ہے یعنے یہ بات اگرچہ ایسی ظاہر ہے کہ حواس و شعور سے
دریافت کرنے کی ہے مگر اسکو بھی نہین سمجھتے **ف فی العرائس** قولہ تعالے اومن کان میتا الآیۃ یعنے جو مردہ تھا عدم مین ہمنے اسکو
نور قدم سے زندہ کیا نیز جو حجابات سے مردہ تھا اسکو روح مجاہدہ سے زندہ کیا نیز جو شہوات نفس مین مردہ تھا اسکو صفائے قلب
سے زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا بسبب اسکے کہ مخلوق کی طرف نظر رکھتا تھا یا اپنی خلقت مین پڑا ہوا تھا پھر ہمنے اسکو حقیقت دکھلا کر
زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا اسوجہ سے کہ ثواب اعمال پر نظر رکھتا تھا پھر ہمنے اسکو یہ دکھلا کر کہ انجام کار راجع بجانب خالق عز و جل ہے
زندہ کیا اور اسکے واسطے ایک نور دیدیا کہ جسکے ساتھ وہ لوگون مین چلتا پھرتا ہے یعنے اسکو نور فراست دیدیا کہ اس سے لوگون کے
قلوب سے وقوف پاتا ہے اور نیز اسکو انوار غیب سے لباس دیا کہ لوگون کے درمیان چراغ روشن ہو گیا کہ ہدایت سے انکو ضلالت
مین سے نکالتا ہے۔ اور نیز اسکی روح کو لباس مشاہدہ پہنایا اور اسکی عقل کو نور آیات دکھلایا اور قلب کو نور صفات اور اسکے باطن
کو نور ذات دکھلایا اور اسکے تمام وجود کو خلائق کے درمیان نور کر دیا کہ ہر نیک بخت جو ازل مین سعید ہو چکا ہے اس سے راہ راست کی

ہدایت لیتا ہے **قال المترجم** حدیث صحیح مین آنحضرت صلعم کی دعا رتمام اعضاء وجوارح کے لیئے نور کی ہتی کہ تمام وجود نور ہوجائیگی آئی ہے خاتم
بالجملہ یہان بیان ہے کہ جو بندہ مومن اسطرح منور ہووے ہرگز مانند اسی نہین کسی کافر کے جو اپنی طبیعت ونفس کے اندھیرے مین اور ہوا وہوس
کی تاریک دوزخ مین متحیر پڑا پھرتا ہے اسکو راہ حق کی طرف نشان نہین ملتا کیونکہ ازل مین مقدر ہوکر ہمیشہ حجابات مین سرگردان رہیگا
یہان سے سچے ایمان والون کو اللہ عزوجل کی حیات مین اسکے فضل واحسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور مقہور کافرون کو دیکھکر عبرت
حاصل کرنا چاہیئے **قال المترجم** معتزلہ وغیرہ کی طرح اپنے آپ کو قادر نہ سمجھے ورنہ کافر ہوجائیگا اور آیت کریمہ مین صریح ہدایت واضلال
کی نسبت حقیقی حضرت باری تعالیٰ کی طرف ہے خصوص جبکہ فرمایا وکذالک جعلنا فی کل قریۃ الآیۃ۔ کیونکہ صریح یہ ایجاد وخلق از حضرت باری تعالیٰ
عزوجل ہے **قال الشیخ**۔ اور تعالیٰ نے ہدایت ہونا اور گمراہ ہونا اپنی عنایت ازلی اور نسبت تقدیر کی طرف مضاف فرمایا۔ مرید صادق کو
نور عرفان حاصل ہونے سے پہلے میت کہا کیونکہ وہ تقصیر کرنے والون مین تھا اگرچہ بعد اسکے توقیر والون مین ہوگیا کیونکہ جو اُسکا مرا اہل
معرفت مین وہ تو ازل سے ابد تک ہمیشہ اُسکے فضل ولطف سے ایک حال پر زندہ وعارف مین جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قولہ او من کان
میتا یعنے ہم سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اپنے ساتھ اسکو زندہ کیا۔ وجعلنا لہ نورا یعنی اسکو پیشوا کردیا کہ اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہین۔
کمن مثلہ فی الظلمات۔ یعنی مانند ایسے شخص کے جو اپنی شہوت نفس وہوا وہوس کو دیکھتا ہے پس اسکو قرب درگاہ کی تائید نہین ہوئی ہے احمد بن عطا
نے کہا کہ قولہ او من کان میتا یعنے اپنے نفس کی حیات سے اور اپنے قلب کی موت سے مردہ تھا۔ فاحییناہ یعنی اسکو اسکے نفس سے
موت دیکر اور اُسکے قلب کو زندہ کرکے ہمنے اُسکو زندگی دی۔ اُسپر راہ توفیق آسان کردی اور انوار قرب سے اُسکی بینائی روشن کردی
کہ وہ ہمارے سوا سے غیر کی طرف نظر نہین کرتا اور کسی اور پر التفات نہین کرتا جریری نے کہا کہ اور تعالیٰ نے جب کسی بندہ کو اپنے
انوار سے زندہ کیا تو وہ کبھی نہین مرتا ہے اور جب کسی کو خوار کرنے سے مار ڈالا تو وہ کبھی زندہ نہین ہوتا ہے جعفر علیہ السلام نے کہا
کہ قولہ او من کان میتا یعنے اپنی طاعت پر اعتماد کرنے سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اسکے واسطے نور عرفان کشادہ کیا کہ جس سے اُسنے دیکھ لیا
کہ سراپا تقصیر ہے اور تضرع وعذر کرکے اُسکی طرف متوجہ ہوا کہ جسنے ہرگز کبھی اُسکے لائق عبادت نہین ہوسکتی ہے بعض نے کہا کہ مردہ تھا دیدار
افعال سے پس ہمنے دیدار قدرت سے زندہ کیا **قاسم** نے کہا کہ اولیاء کو جو کہ زندہ کیا جیسے اجسام کو روحون سے اُٹھایا۔
سہل نے کہا کہ جہالت سے مردہ تھا اسکو علم سے زندہ کیا۔ ابن عطا نے کہا کہ یعنے ہمسے منقطع ہونے کی وجہ سے مردہ تھا
پس وصل عطا کرکے زندہ کیا اور اسکو نور بھی دیا پس یہ ولیا نہین جسکو ہمنے ملعون ومردود چھوڑ دیا۔ اُستاد نے فرمایا کہ اکابر اہل عرفان
کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ دل زندہ ہوجاوے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس جو لوگ غافل ہین جب اُنکو یاد الٰہی الہام کی گئی تو وہ مردے
تھے اب زندہ ہوگئے اسی طرح جنکو یاد ہے اگر بعد اسکے غفلت مین پڑے تو زندہ تھے اب مر گئے بالجملہ جو شخص کہ انوار قرب شعاع
آفتاب عرفان مین ہے اور اُسکی روح کو بصیرت ہے تو اُسکی برابری کہان ہوسکتی ہے ایسے شخص سے جو ظلمات وتاریکیون مین اور آفاتہم
مین پھنسا ہوا ہے **قال الشیخ** مجھے یہان مقام حقیقت کا ایک اشارہ منکشف ہوا وہ یون کہ جو شخص مقام نکرۃ التوحید مین فنا تھا
جبکہ اسکو انوار کبریاء وعظمت ظاہر ہوئے تھے تو ایسی میت کو روح بقا ومشاہدہ ابدیت سے زندہ کیا کیونکہ وہ میدان نکرت
کے سبب انوار معرفت کے اسرار وارواح کے پاؤن سے انوار بقاء کے پر فضا وشگفتہ کشادہ بستان مین چلا وہ شخص
کبھی انوار جمال سے محجوب نہوگا اور اس سے ہر مردہ دل کو زندگی کی تمثال ہوگی اور جو نفس کو طاعت پروردگار سے فتور وقصور کرگیا ہے اسکے دیدار سے

مقام طمانینت میں پہونچیگا اور اپنی شہوات میں مفتون نہ رہیگا۔ **قال المترجم** نکرۃ التوحید ایک مقام خاص ہے جسکا حال پہلے مذکور ہو چکا یعنے بعد طے مراتب صفات کے اول ظہور انوار ذات جل جلالہ میں کثرت کا اری ہوتی ہے عظمت کبریا مختص بذات پاک سے معرفت قاصر ہے پس یہ مقام نکرت ہے اور اشارات مذکورہ مختلف مراتب عرفان پر محمول کر کے سمجھنا چاہیئے۔

[illegible]

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؁ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

اور جب پہونچے انکو ایک آیت کہیں ہم ہرگز نہ مانینگے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے

رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

اپنے پیام اب پہونچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت بدلا حیلہ بنانے کا

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اور جب آتی ہے اہل مکہ کے پاس اٰيَةٌ کوئی آیت یعنی آنحضرت صلعم کی تصدیق رسالت کی قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ کہتے ہیں کہ ہرگز ہم ایمان نہ لاوینگے محمد صلعم پر حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یہانتک کہ دیئے جاویں ہم مثل اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی یعنی رسالت ہمکو بھی ملے اور ہمکو بھی وحی کیجاوے کیونکہ ہم مال میں زیادہ اور سن میں بڑے ہیں بعض نے کہا کہ ولید بن المغیرہ نے کہا تھا اور بعض نے ابوجہل کا قول بیان کیا کہ شرافت میں ہم اور بنو عبد مناف مقابلہ کرتے رہے یہانتک کہ جب جوڑی کے دو گھوڑے برابر ہو گئے تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں نبی ہے جس پر وحی ہوتی ہے پس واللہ ہم اس پر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ ہمپر بھی وحی ہو یہ قول انکا آنحضرت صلعم پر حسد تھا بعض نے کہا کہ مراد انکی یہ تھی کہ ہم تابع ہونگے ہم بھی متبوع ہونگے اور یہ مقتضا ہے کمال جہالت ہے رسل اللہ پر وقت نزول ہے اور یہاں تمام ایک پردہ بار جمع ہو گیا لطیف نے کہا کہ ابعد وقت کے دونوں کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے شاید یہ قول تجربہ سے معلوم ہوا ہو واللہ اعلم پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کا جواب دیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ جانتا ہے جہاں وہ رسالت رکھتا ہے اکثروں کی قراءۃ میں رسالاتہ جمع ہے اور ابن کثیر و حفص کی قراءۃ میں رسالتہ بافراد ہے اور حیث مفعول بہ ہے فعل کا جو اعلم اسم تفضیل دلالت کرتا ہے کیونکہ خود اسم تفضیل یا بعد اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا اور وہ فعل مدلول اعلم ہے اور حیث بمعنی موضع ہے ای یعلم الموضع الصالح لوضعہا یعنے رسالت رکھنے کے لیے مقام صالح اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس جو محل صالح ہے وہی رسول ہوتا ہے اور یہ لوگ اسکی اہلیت نہیں رکھتے اور یہ تقریر اولیٰ ہے بہ نسبت قول بعض کے کہ اللہ اعلم میں مستحق ان کیلئے رسولا کیونکہ حیث بمعنی موضع و محل وغیرہ ظرف کے ہو سکتا ہے اور من موصولہ کے معنی میں نہیں ہو سکتا اور نیز رسالت کسی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ محض فضل عظیم ہے کما قال لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان فضل اللہ علیک عظیما بیضاوی نے کہا کہ یہ کلام مستانف ہے جس سے ان کا فروں پر رد کر دیا کہ رسالت و نبوت کچھ نسب و مال پر نہیں ہے بلکہ وہ فضائل نفسانی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے پس اسکو رسالت کے لیئے برگزیدہ کرتا ہے اور یہ محل صالح وہی خوب جانتا ہے حاصل آنکہ اس بزرگی کے واسطے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم عزوجل نے محمد صلعم کو چن لیا پس اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اوروں کے واسطے یہی کمال ہے کہ اس رسول پاک کی پیروی کریں اور حال تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم میں شرافت ذات و نسب و کمال مرضی اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تھا قال اکرما فقط اہل مکہ اور انکے بڑے بڑے اس بات کے مقر تھے کہ آنحضرت صلعم کو ہمارے درمیان فضیلت و شرافت نسب اعلیٰ درجہ حاصل ہے خاندانی و مقام عزت

ونشار وجود بزرگ وبلند حاصل ہوتی تھی کہ کافرون کے سردار ابوسفیان نے بروقت سوال ہرقل بادشاہ روم وشام کے کہا تھا
کہ وہ شخص یعنی محمد صلعم ہماری قوم مین بڑے مرتبہ کا نسب والا ہے ہرقل بولا کہ بھلا تم کبھی اسکو دروغ گوئی سے متہم کرتے تھے ابوسفیان
نے کہا کہ کبھی نہین کما فی حدیث البخاری اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی نے اولاد ابراہیم مین سے اسمعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمعیل سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور
بنو ہاشم سے مجھکو برگزیدہ فرمایا۔ رواہ مسلم۔ اس سے نکلا کہ اولاد ابراہیم مین اسحاق ویعقوب کے بہ نسبت اسمعیل علیہ السلام برگزیدہ تھے
وعن ابی ہریرہ مرفوعًا فرمایا کہ اولاد آدم مین سب سے بہتر گروہ مین نبی مبعوث ہوتا آیا یہانتک کہ مین اس قرن مین ہوا جسمین ہوا
رواہ البخاری۔ عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس علم ازلی مین محمد صلعم کے دل کو سب
سے بہتر دیکھکر اسکو اپنی رسالت کے واسطے برگزیدہ فرمایا پھر اسکے بعد بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس محمد صلعم کے اصحاب کے
دلون کو سب سے بہتر دیکھکر انکو اپنے رسول صلعم کے وزیر بنائے جو اللہ تعالے کے دین کے واسطے جہاد کرتے ہین پس جس بات کو
مسلمانون نے بہتر دیکھا وہ اللہ تعالے کے نزدیک بہتر ہے اور جسکو مسلمانون نے برا دیکھا وہ اللہ تعالے کے نزدیک بری ہے
رواہ احمد وغیرہ **قال المترجم** یہ اللہ تعالے کے علم قدیم کا بیان لوگون کی سمجھ کے موافق ہے اور مسلمانون سے حضرت صلعم کے اصحاب
مراد ہین جیساکہ بیان سے خود ظاہر ہے اور معنی یہ ہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالے کے برگزیدہ بندے ہین انکو جو بات بھلی
نظر آئی ہے وہ اللہ تعالے کے نزدیک بھلی ہے اسی واسطے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حجت قطعی ہے فافہم مترجم نے بضرورت تفسیر
حدیث مختصر لکھدی۔ اور حاصل تفسیر آیہ کریمہ یہ ہوا کہ رسالت فضل الہی ہے اور اللہ تعالے نے اپنے علم سے جہان بہتر دیکھا وہان رکھی ہے لہذا
کفار مکہ پر حسد نکرین اور ایمان لاوین پھر انکو تہدید فرمائی بقولہ سَیُصِیبُ الَّذِینَ اَجْرَمُوا عنقریب پہونچیگی ان لوگون کو جنہون نے
اجرام کیا یعنی اس قول باطل وبے ادبی سے جرم کیا صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللّٰہِ اللہ تعالے کے یہان۔ یعنے ایسے کفر کی بات کہنے
والون کو اللہ تعالی کے یہان ذلت وخواری حاصل ہوگی یعنی قیامت مین خوار ہونگے بعد ازانکہ بڑے شد بنے تھے یا عند اللہ
بمعنی من عند اللہ ہو یعنے اللہ تعالے کی طرف سے حاصل ہوگی خواری وَعَذَابٌ شَدِیدٌ بِمَا کَانُوا یَمْکُرُونَ باسبب اور مکر
ہے یعنے اور عذاب شدید بسبب انکے مکر کرنے کے یعنی بسبب حسد وکفر کرنے کے کشف فی الحرز الثمین قولہ اللہ اعلم حیث
یجعل رسالتہ یعنے اللہ تعالے بندون کے باطن قلوب اسرار ارواح سے وہ باتین جانتا ہے جو انکے اندر نبوت ومعرفت
ورسالت وتوحید ومحبت کی پنہان پیدا کی ہین اور انہین ازل سے ودیعت رکھی ہین۔ انہین بندون کو آگاہ کردیا کہ اسکے ضمیر
وشکر کو اللہ تعالے نے ازل ہی سے دلون مین ودیعت رکھدیا ہے پس خود اپنی ذات پاک کی طرف نظر فرمائی پس نور صفات
چمکا اور اسکی روشنی بلند ہوئی پھر اسکا عکس غیب الغیب پر ہوا اور اس سے روحین جو اگلی الہی ہین پیدا فرمائین اور انمین انوار
ولایت ورسالت ونبوت کے پنہان ودیعت کیے اور تمام مخلوق سے ان ارواح کو اپنے اس فضل وکرم کے ساتھ
مخصوص فرمایا اور اسمین کسی سبب وعلت کو دخل نہین اور نہ کوئی حاجت وباعث وغرض کی مجال ہے بلکہ محض فضل وکرم ہے لیکن
ان ارواح کو مخلوق کے لیئے ہدایت قرار دیا انکی پیروی سے مخلوق اپنے خالق کی بندگی اور عرفان کی راہ پاتے ہین پس جسکو
اس عنایت سے مخصوص کیا اسکو کسی حاسد کا حسد اور کسی مکار کا مکر کچھ مضر نہین ہوتا بلکہ اسکا شرف بڑھتا جاتا ہے اور

حمد وثنا اوسی پاک پروردگار کے لئے خاص ہو جسنے ہمارے نبی محمد مصطفٰے صلعم کو اس کرامت سے برگزیدہ فرمایا جس سے دشمنون کی آبرو خوار ہوئی اور دوستون کی مددگاری ہوئی منصر آبادی رح نے کہا کہ اﷲ تعالی خوب جانتا ہو ان دلونکو جو اسرار الٰہی و مکاشفات کے لائق ہین پس انکو خاص انوار سے تربیت اور لطائف علوم سے مطلع فرماتا ہو **ابوبکر الوراق** رح نے فرمایا کہ جیسے دنیاوی بادشاہ لوگ اپنے جواہر و خزانہ کے موضع جانتے ہین اور اچھی جگہ رکھتے ہین اﷲ تعالی خالق ذوالجلال والاکرام اپنی درگاہ سے کرامت و نبوت کا محل صالح خوب جانتا ہو اور علم اسی کا علم ہو - پھر جب اﷲ تعالی جوہر معرفت کسی بندہ صالح کے دل مین رکھا چاہتا ہو تو اسکو نور تجلی و ربوبیت سے وسیع و کشادہ و آراستہ و پیراستہ فرماتا ہو تاکہ اسرار و معارف محبت و علوم غیب کو برداشت کرسکے چنانچہ آگے کے کلام سے ثابت ہو -

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا
سو جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے کھول دے اُسکا سینہ حکم برداری کو اور جسکو چاہے کہ راہ سے بھلادے اسکا سینہ کردے تنگ خفہ
كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ
گویا زور سے چڑھتا ہو آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب یقین نہ لانے والون پر اور یہ ہو راہ تیرے رب کی
مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
سیدھی ہمنے کھول دیے نشان دھیان کرنے والون کو انکو سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہان اور وہ انکا مددگار ہو بدلہ انکے کیے کا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ پس جو بندہ کہ اللہ تعالی چاہتا ہو اسکو ہدایت کرنا تو يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہو اُسکا سینہ اسلام کے واسطے باین طور کہ اُسکے دل مین نور ڈال دیتا ہو پس اسلام کے واسطے کشادہ ہوجاتا ہو اور اسکو قبول کرلیتا ہو جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہو پوری حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کی روایت سے یون ہو کہ آنحضرت صلعم سے یہ آیت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نور سینہ مین ڈالا جاتا ہو پس اسلام کے واسطے سینہ کشادہ ہوجاتا ہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ نشانیان بھی ہین آپ نے فرمایا کہ جھک جانا ایسے گھر کی طرف جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہو اور پہلو تہی کرنا دار الغرور یعنی دنیا کی طرف سے اور استعداد حاصل کرنا موت کی اُسکے آجانے سے پہلے - رواہ ابن المبارک و عبد الرزاق والفریابی وابن ابی شیبہ و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی - **قال الحافظ ابن کثیر** رح بعد ذکر الطرق اس حدیث کے اسقدر طرق ہین بعض مرسل ہین اور بعض متصل ہین جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہین اور حاصل کلام یہ کہ حدیث ثابت ہو اور عراقی رح نے تخریج احادیث الاحیاء مین کہا ہو کہ حدیث حسن ہو پس جب حدیث سے اسکی تفسیر ثابت ہوئی تو یہی تفسیر متعین ہو اور یہ بیان کیفیت ہدایت ہو جو محض فضل الٰہی پر ہو اور ایسے ہی اضلال کی کیفیت فرمائی بقولہ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ اور جسکو چاہتا ہو کہ گمراہ کرے تو يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کردیتا ہو اُسکا سینہ تنگ حَرَجًا نہایت بھچا ہوا یعنے قبول اسلام سے تنگی کرتا اور بھچتا ہو **قال البیضاوی** ضیقا کو ابن کثیر رح نے بروزن سیفا بدون تشدید پڑھا یعنے باقیون نے بتشدید یاء پڑھا - اور حرجا اسکی صفت ہو پس نافع و ابوبکر نے حرجا بفتح اول و کسر ثانی صیغہ صفت مشبہ از حرج بمعنی الضیق پڑھا اور باقیون نے بفتحتین مصدر پڑھا جو بطریق مبالغہ کے صفت قرار دیا گیا ہے اور زجاج نے کہا کہ حرج نہایت تنگی ہو پس تکرار نہین ہوگی - اور روی الحافظ فی التفسیر عمر بن الخطاب رض نے ایک دیہاتی بنو مدلج سے پوچھا کہ حرجہ جانتا ہو اُسنے کہا ہان وہ ایک درخت ہوتا ہو کہ اُس تک نہ پالو چرائی کا جانور پہونچتا اور نہ کوئی جنگلی جانور اور

نہ کوئی چیز اسکو باقی ہو تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی منافق کا دل ہو کہ بھلائی اسکو کچھ نہیں پہونچتی ہو **قال مجاہد والسدی** ضیقا حرجا یعنے
تنگ ہونے والا **قال عطا** یعنے بھلائی کا اسمین گزر نہیں ہو گا **كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ** یعنے جب اسلام لانے کو اس سے
کہا جاتا ہو تو اسپر اسقدر سخت ہوتا ہو کہ گویا آسمان کو صعود کرتا ہو۔ اور یہ بنا بر قراءۃ **ابن کثیرؒ** کے یصعد بسکون صاد از صعود ہو **قال
البیضاوی** اس کافر کی تنگی دل کی انتہاء کو تشبیہ دی ایسے شخص سے جو ایسی چیز کی مزاولت کرے جو اسکی قدرت سے خارج ہو
چنانچہ عرب مین اور دیگر محاورات مین آسمان کو چڑھ جانا مثل مشہور ہو کہ آدمی کی اپنی کوشش سے خارج ہو اور یہ ایسے کام کرنے مین بولتے
ہین جو آدمی کی وسعت سے باہر ہو حاصل آنکہ اس سے ایمان ایسا ممتنع ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین
کہ اسلام سے ایسا دور بھاگتا ہو گویا انتہا درجہ کا فاصلہ کیا کہ آسمان پر چڑھ گیا اور حق بات سے نہایت ہی دور بھاگ گیا۔ ابوبکر
کی قراءۃ مین یصّاعد بتشدید صاد ہو اور جمہور کی قراءۃ مین یصّعّد بتشدید صاد و عین ہو اور در اصل یتصعد و یتصاعد تھا پس ادغام تا در صاد ہو
اور معنی اُسکے تکلف کرنا آسمان پر چڑھنے مین حاصل آنکہ اسلام لانے کے وقت اسکو اسقدر تنگی ہوتی ہو جیسے آسمان پر چڑھنے کے
قصد مین نہایت تکلیف اُسکو ہو اور یہ بھی ضرب المثل ہو ایک محال کام کرنے کے بارہ مین بولتے ہین۔ و ذکر الحافظ عطاء خراسانی نے
فرمایا کہ یہ مثل ہو یعنے اسکی مثال ایسے شخص کے مانند ہو جو آسمان کو نہین چڑھ سکتا ہو۔ و عن ابن عباس جیسے آدمی کی مجال نہین کہ اپنی
قوت سے آسمان کو پہونچ جاوے ایسی ہی اپنے دل مین ایمان و توحید نہین داخل کر سکتا ہان اگر اللہ تعالی چاہے تو داخل کردے
اوزاعیؒ نے کہا کہ جسکے سینہ کو اللہ تعالی نے مردہ کر دیا اسکو مسلمان ہو جانے کی استطاعت کہان ہو **قال البیضاوی**
اسمین تنبیہ ہو کہ جسکے حق مین ضلال مقدر ہو اس سے خود اسلام لانا محال ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو۔ آیت مین دلیل ہو کہ جملہ
اشیاء بسبب مشیت و ارادہ الہی عز و جل ہین حتی کہ مومن کا ایمان و کافر کا کفر بمشیت الہی ہو پس کفار قریش جو حضرت صلعم پر ایمان نہین
لاتے اور اپنی رسالت و ملائکہ کی گواہی اور دیگر اشیاء سے عناد و حسد کی راہ سے سوال کرتے تو مشیت الہی مین ناپاک کا فرانکا مزا
مقدر تھا **كَذَٰلِكَ** کما یضیق صدرہ و یبعدہ عن الحق کذلک **يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ** یعنے جیسے کافر کا سینہ
تنگ کر دیا اور حق سے دور کر دیا ایسے ہی کر دیتا ہو اللہ تعالی رجس کو ان لوگون پر جو ایمان نہین لاتے ہین۔ عن ابن عباس قال الرجس
یعنی شیطان **قال مجاہد** ہر وہ چیز جسمین بھلائی نہین ہو **قال عبدالرحمن بن زید** رجس بمعنی عذاب۔ زجاج نے کہا کہ رجس
دنیا مین لعنت ہو اور آخرت مین عذاب ہو لہذا مفسرؒ نے کہا کہ کافرون پر عذاب گویا شیطان کو مسلط کر دیتا ہو **وَهَٰذَا** یعنے یہ راہ
جسپر تو ثابت ہو اے محمد صلعم **صِرَاطُ رَبِّكَ** راہ تیرے پروردگار کی ہو یعنے اسی کا پسند کیا ہوا دین ہو **مُسْتَقِيمًا** درحالیکہ مستقیم یعنے
راست ہو جسمین بالکل کہین کجی نہین ہو پس مستقیما حال ہو اور یہ حال موکدہ ہو کیونکہ راہ الہی تو مستقیم ہو اور عامل اس حال مین ہذا اسم اشارہ
کے معنی ہین **قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ** یعنے صاف بیان کر دیا ہمنے آیات کو **لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ** یتذکرون پس تا در فوقانیہ کا ذال معجمہ
مین ادغام ہوا ہو ایسی قوم کے واسطے جو نصیحت اختیار کرتے ہین اگرچہ آیات سب مخلوق کے واسطے ہین لیکن انہین لوگون کی خصوصیت
اسواسطے کی کہ آیات پاکیزہ سے نفع انہین کو حاصل ہوتا ہو **قال المترجم** جو علوم غیب و اسرار لطیف ان آیات مین بیان فرمائے
بہت عالی ہین جنکو نورانی عقل والے سمجھ سکتے ہین حتی کہ معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے بھی خوار و برباد و بے عقل رہے لہذا قوم متذکرین سے
اہل عقل نورانی مفہوم ہین بدلیل قولہ تعالی و ما یتذکر الا اولوا الالباب۔ کیونکہ عموماً متذکر فقط اولوا الالباب کو ہو واللہ اعلم بالصواب

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسے لہم دار السلامۃ وہی الجنۃ عند ربہم - انکے لیئے اپنے پروردگار کے یہان دار السلامۃ یعنے جنت ہے
کیونکہ وہان ہر مکروہ چیز سے سلامتی ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ جنت ہے سدی رحمہ اللہ
وحسن بصری رح نے کہا کہ السلام نام پاک الٰہی ہے اور دار اسکا جنت ہے یعنے جو اسنے اپنے نیک بندون کے لیئے پیدا کیا ہے وہ جنت ہے
اور جابر بن زید نے فرمایا کہ دار السلام اسے دار التحیہ - اور شاید یہ مستفاد از قولہ تعالی وتحیتہم فیہا سلام یعنے تحیت انکی آپس مین جنت کے اندر
سلام سے ہوگی پس جنت دار السلام ہوئی اور ظاہر ارجح قول حسن بصری رح ہے بنظر ضمیر قولہ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنے اور وہ السلام
یعنے اوتعالے عز وجل انکا ولی وناصر ہے ہر بھلائی انکو عطا فرمانے کا متولی ہے بعوض اُس چیز کے جسکو بجا لاتے تھے دنیا مین یعنی اللہ تعالی
کی فرمانبرداری واُسکے رسول صلعم پر ایمان اور شرک سے پرہیز قطعی وغیرہ ف فی العرائس قولہ فمن یرد اللہ ان یہدیہ الآیۃ یعنے
جسکو اوتعالی اپنی صفات وذات پاک کی معرفت عطا فرماتا ہے اسکا سینہ انوار لطف وقرب سے کشادہ فرماتا ہے تاکہ وہ بندہ بہدایت
الٰہی اُسکا مشاہدہ پاتا ہے نہ کسی اور طاقت وقوت سے کیونکہ مشاہدہ الٰہی بقوت صفات الٰہی ممکن ہے ورنہ حادث کو مجال نہین ہے نہر جوری رح
نے فرمایا کہ مراد ہوجانے کی صفت یہ کہ جو اُسکے واسطے ہے اس سے خالی کرے اور جسپر وہ ہے قبول کرے اور مراد حق تعالی پر اسکا سینہ
کشادہ ہو بعض نے فرمایا کہ نور ہے ابتدا مین وہ نور عقل ہے اور نور ہے وسائط مین وہ نور علم ہے اور نور ہے انتہا مین وہ نور عرفان ہے پس عقل والے
تو برہان کے ساتھ ہے اور علم والا بیان کے ساتھ ہے اور معرفت والا عیان کے ساتھ ہے اور حضرت صلعم نے اسکی کیفیت ونشان بیان فرما
جیسا کہ حضرت ابن مسعود رض کی روایت اوپر بیان ہوچکی ہے شیخ نے کہا کہ حضرت صلعم نے نور تجلی واقع ہونے سے سینہ کا کھل جانا بیان فرمایا
یعنے اُسکی روشنی سے سینہ روشن ہوتا ہے اور بندہ پہلے اس سے فقط اللہ تعالی کی طرف رجوع لاتا ہے اور انوار سے مالامال ہوجاتا ہے اور یہ
محض عنایت سے اپنے مشاہدہ کی طرف جذب ہے پس عنایت کا ظہور یہ کہ بندہ کو اسکا شوق جمال پیدا ہوتا ہے اور ماسوائے حق
کے جملہ مالوف ومحبوب سے کنارہ کرکے اسکی بندگی کی طرف رجوع لاتا ہے اور یہی راہ مستقیم ہے جسمین اضطراب نفس ووسواس شیطان سے
اوتعالے عز وجل کی ہدایت کی وجہ سے امن ملجاتا ہے وقد قال تعالی وہذا صراط ربک مستقیما - صراط مستقیم درحقیقت یہ کہ معرفت وکشف کے
ساتھ صفات سے ذات کی طرف راہ پاوے اور خود بھی کلام پاک دلیل ہے کیونکہ ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے اور وہ صفت قدیم ہے پس
یہی راہ ہے حضرت قدیم باری تعالی ذو الجلال والاکرام کی طرف پس یہ صراط ہے کہ روح حالانکہ اجسام مین مقید ہے اپنے مقام مین سیر کرے
اور عالم ملکوت سے منور ہو اور یہ مستقیم ہے کیونکہ وصول اسکا بانوار ذات قدیم ہے جو مین مقصود ہے اسی واسطے جسنے یہ راستہ مضبوطی سے پکڑ لیا
اور دائین بائین نہین بھٹکا وہ منقطع وہلاک نہوگا اور صراط ربک سے مخصوص اپنی طرف نسبت فرمانے مین اشارہ ہے کہ تجلی واصطفائیت
بظہور صفات وانوار ذات سے راہ سے ہے اسیواسطے یہ نہین فرمایا کہ یہ تمھاری راہ میری طرف کو ہے بلکہ فرمایا ہذا صراط ربک یعنی میری راہ ہے
جسمین انوار صفات روشن ہین جو اس راہ سے آیا اور مضبوط رہا وہ مطمئن ومقبول ہوا شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ نہایت قویم اور مستقیم
طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اعتقاد واعمال وافعال واخلاق واقوال سب مین اللہ تعالے کے کلام پاک واحادیث رسول اللہ صلعم و
سنت کی متابعت کرے اور بڑا سست وبرباد راستہ یہ ہے کہ دعوی ومخالفت مین سر اٹھاوے سہیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستقیم
راہ پروردگار کی توحید واسلام ہے پھر جب اس راہ کی ہدایت کرکے انکو منزل سلامت مین اُتارا جہان کشف کے بعد بمعاینہ دیدار
نصیب ہے کما قال تعالی لہم دار السلام عند ربہم الآیۃ دار السلام وہ مقام ظہور جمال وقدس صفات ہے منزہ از خطر وحجاب وعتاب

حالانکہ مصرح فرمادیا بقولہ وہو ولیہم۔ اسکی ولایت و رعایت ابدی وسرمدی سے دائمی سلامتی ہے۔ نیز السّلام نام حضرت باری تعالیٰ ہے تاکہ عارفون کے دل خوف سے دل نجات دین اور محبین وواصلین اپنے حال ومقام مین سلامت رہین اور اسکی کی طرف متوجہ ہون اور قولہ عند ربہم سے تقلب با نوار صفات ہے وحدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمام قلوب حضرت او تعالیٰ کے پنجۂ قدرت کے دو انگلیون کے درمیان ہین جیسے چاہتا ہے انکو پھیرتا ہے۔ او تعالیٰ انکا ولی ہے انکی حفاظت فرماتا ہے تاکہ نفس وشیطان کے وساوس انمین راہ نہ پاوین اور مطالعہ ومشاہدہ مین رہین جسکی خوبی کہانتک بیان ہوسکتی ہے۔ نیز انکو دار کرامت سے لگاؤ دلایا اور اسکی جوار سے تعلق دلایا جاتا تو درمیان سے حدیث الدار اٹھ جاتی لیکن فی الجملہ اون ہی لگاؤ حدوث کا تھا اگرچہ بطریق نصیحت غیر ہو لہذا دار السّلام متعلق کیا لیکن اپنے فضل سے انکو اسی تعلق مین نہین چھوڑا بلکہ فرمایا وہو ولیہم یعنی درمیان سے غیر پر نظر رکھنے سے اونچا کر دیا **قال المترجم** ہکذا قال الشیخ وظاہر کلام آنکہ جنکو ازل سے انوار معرفت کی بینائی نہین انکی نظر مخلوقات ومحسوسات یعنی غیر پر رہتی ہے اور اغیار نقطہ مناظر رہین پس اس راہ سے انکو معارف کی طرف بلایا یعنی کہ جو ہلاک ہوا وہ بینہ یعنے نور سے ہلاک ہوا اور حجت انپر تمام ہوا اور اہل معرفت کا اس سے تعلق بسبب اسکے کہ ظہور دیدار وہان موعود ہے پس اس راہ سے جنت محبوب ہے اور اسی معنی کو شیخ نے آگے کے کلام مین بیان کیا بقولہ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کل شیٔ ہالک الا وجہہ اشارہ ہے کہ ہر حادث بروقت ظہور قدیم کے مضمحل ہے پھر جب او تعالیٰ نے خود انکو دعوت فرمائی تو تمام جگہین پاکیزہ ہوگئین خواہ دنیا مین ہون یا آخرت مین ہون کیونکہ اسکے حفظ سے اکوان پاکیزہ اور اسکے حسن جوار سے جسمانی لطیف ہوگئی ہے ۵ اذا نزلت سلمی بواد فماؤہ ☆ زلال وسلسال وشیحا نہا ورد۔ او رنہین دیکھتا کہ کیونکر حضرت خلیل علیہ السلام کے حق مین فرمایا قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم الآیہ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ ہے جسمین ہواجس نفس و وساوس شیطان سے امن ہے بعض نے کہا کہ دار السّلام جہان انقطاع یعنے فراق سے سلامتی ہے بعض نے کہا کہ دار السلام جنت ہے اور اسکو اسواسطے دار السّلام فرمایا کہ جب اہل جنت بعد حساب کتاب ومعاملہ قیامت کے جنت مین داخل ہونگے اور دوزخ والے دوزخ مین پہونچ جاوینگے تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اہل جنت کو سلام ہوگا۔ کما قال تعالیٰ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار الآیہ **قال المترجم** ظاہر آنکہ سلام سے مراد سلامتی ہے فافہم

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ
اور جسدن جمع کریگا اُن سب کو　ای جماعت جنون کی تمنے بہت کچھ لیا انسانون سے　اور بولے انکے دوستدار انسان ای رب ہمارے کام نکالا
بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ
ہم مین ایک نے دوسرے سے اور پہونچے اپنے وعدہ کو جو تو نے ہمارا ٹھہرایا تھا　فرماویگا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو اُس مین　مگر جو چاہے اللہ　تیرا رب
حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
حکمت والا خبردار ہے　اور اسیطرح ہم ساتھ ملادینگے گنہگارونکو ایک دوسرے کو بدلہ انکی کمائی کا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ یاد کر یوم نحشرہم بیان کر جس دن محشور کرینگے ہم ان لوگونکو نحشرہم بالنون اکثر کی قرارت ہے اور حفص نے یا سے پڑھا ای یحشرہم اللہ تعالیٰ انکو یعنی مخلوق کو محشور فرماویگا۔ ظاہر آنکہ تمام مخلوق محشور ہوگی انمین یہ لوگ بھی محشور ہونگے اور ہم ضمیر سے جن وانس دونون گروہ مراد ہین اور قولہ جمیعا تاکید ہے کہ تمام مخلوق کو شامل ہے یا ان سب کے واسطے ہے یا معشر الجن یعنے کہا جائیگا فرشتون کی زبان سے کہ ای گروہ جنون کے قد استکثرتم من الانس تمنے بہت سے لیئے انسان مین سے۔ حسن ابن عباس یعنی بہتیرے انسان مین سے تمنے گمراہ کر

وکذا قال مجاہد وقتادہ والحسن ۔ مراد جن سے شیاطین اور کافر جن ہین بعض نے کہا کہ استکثار یعنی استمتاع کثیر ہوا اور بنا بر قول اول کے جو صحیح ہو
معنی یہ کہ تم نے انسانون مین سے بہت سے گمراہ کرکے اپنے ساتھ ملا لیے گویا وہ تمہارے خادم ہوکر تمہارے ساتھ محشور ہوے۔ اور شیاطین
اسکا کچھ جواب نہین دے سکین گے کیونکہ شیطان کا معاملہ معروف ہو اور اللہ تعالے نے اُسکی کھلی دشمنی سے انسانون کو آگاہ فرماکر اسکی پیروی سے
بچنے کا حکم دیدیا ہو اسی واسطے شیطان کی طرف سے جواب نہین ہو بلکہ شیطان کی دوستی وپیروی کرنے والون کا جواب بیان فرمایا بقولہ وَقَالَ
اَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ یعنی انسانون مین سے جو جنون کے پیرو اور دوست ہوئے ہین وہ کہینگے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے رب
ہم مین بعض نے بعض سے استمتاع اٹھایا جنون نے تو شہوات کو مزین کیا اس سے انسانون نے استمتاع اٹھایا اور انسانون نے جن کی اطاعت
کی پس وہ مخدوم بنکر خوش ہوئے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت مین عرب والے اس حال مین تھے کہ انمین کا آدمی کسی جنگل مین اُترتا
تو کہتا اعوذ بکبیر ہذا الوادی یعنی مین اس بیابان کے سردار سے پناہ مانگتا ہون کہ کوئی شریر جن مجھکو ستانے نہ پاوے پس یہ تو انسانون نے
جن سے نفع لیا اور جنون کا انسان سے یہ استمتاع ذکر کیا کہ انسانون کی تعظیم واستعانت مانگنے سے وہ خوش ہوتے اور کہتے کہ ہم جن وانسان دونون
کے سردار ہوگئے۔ عن الحسنؒ جنون کا حکم دینا اور انسان کا اسپر عمل کرنا یہی استمتاع مذکور تھا عن محمد بن کعب یعنی دنیا مین ہیل میل سے بسر کرنا
وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہونچ گئے جو تونے ہمارے لیئے مقرر کی تھی۔ سدیؒ نے کہا کہ اجل سے
مراد موت ہو یعنے دنیا کی زندگی مین بعض نے بعض سے استمتاع پایا یہانتک کہ موت آگئی قال المفسرؒ وہ روز قیامت ہو اور یہ کلام
اُن لوگون کی طرف سے حسرت کے طور پر ہو قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ یعنے ملائکہ کی زبان سے اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوگا کہ آگ یعنی دوزخ تمہارا
ٹھکانا ہو یعنے تم دونون فریق آگ مین داخل ہو وہین رہو خَالِدِينَ فِيهَا درحالیکہ تمہارے حق مین حکم ہوا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہو إِلَّا
مَا شَاءَ اللَّهُ یعنے سوائے ان اوقات کے جنمین حمیم پینے کے واسطے نکلو گے کیونکہ حمیم اس سے باہر ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ثم ان مرجعهم
لالی الجحیم یعنی بعد حمیم پینے کے پھر لوٹ کر جہنم مین جاوینگے وہین انکے لوٹ جانیکا ٹھکانا ہو قیل علی ہذا معنی کلام یہ ہوے کہ وہ لوگ سب اوقات
مین دوزخ مین رہینگے الا ما شاء اللہ یعنے سوائے ان اوقات کے جنمین اللہ تعالی نے انکا رہنا نہین چاہا۔ اور یہ بمقتضائے زبان عربی ہے
اور یہی شیخ محلیؒ نے سورۂ صافات مین فرمایا ہو حالانکہ یہ تاویل خلاف ہو قولہ تعالی یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا الآیۃ
کے اور ملا علی قاری نے کہا کہ تعجب ہو کہ باوجود اسکے شیخ سیوطیؒ نے اپنی تفسیر در المنثور مین کہا کہ سلف نے فرمایا کہ آگ سے کافر بالکل
نہین نکلینگے۔ پھر اس تفسیر مین یہ تاویل اختیار کی قال المترجم جواب ممکن ہے کہ اللہ تعالے نے جو فرمایا اس سے خلاف اسوجہ سے نہین کہ وہ نکلنے کا
ارادہ کرینگے مگر نہ نکلینگے اور یہان یہ ثابت ہوا کہ اوقات مشیت مین تنویع تعذیب کے واسطے حمیم پینے کو قعر دوزخ سے نکالے جاوینگے اور
نیز یہ اصلی خروج نہین بلکہ تنویع عذاب ہو اور اسی سے ظاہر ہوا کہ سلف کے قول سے بھی خلاف لازم نہین آتا اسواسطے کہ دوزخ سے چھوٹے
پھر مفسرؒ نے ذکر کیا وعن ابن عباس رضؓ یہ استثناء ایسے لوگون کی طرف راجع ہو جنکے حق مین اللہ تعالی کو معلوم ہو کہ وہ ایمان لاوینگے پس ما شاء
بمعنی من شاء ہو قال البعض یعنے الا من شاء اللہ ایمانہ۔ سوائے اُس شخص کے جسکے حق مین اللہ تعالے نے ایمان چاہا پس وہ آگ مین
داخل نہوگا اور اس قول ابن عباس کو جمہور نے حکایت کیا اور یہی کرخی کا قول ہو قال المترجم بعض نے جو یہ نئی قول ابن عباس کے بیان کیئے
اسپر وارد ہوتا ہو کہ قیامت مین ان لوگون سے جب کہا جائیگا تو استثناء کے کیا معنی ہین کیونکہ مشیت پر ایمان لانا دار دنیا مین واقع ہوچکا
اللہم الا ان یقال خطاب بنوع جن وانس سب کو ہوگا خواہ مشرک ہون یا مومن ہون ولیکن یہ خلاف سیاق ہو اور ظاہر یہ ہو کہ ان مجرمون مین

سے سب شرک وکفر ہی کے مجرم نہیں ہونگے بلکہ حرام و مرتکب کبیرہ بھی جنہوں نے شیطان کی پیروی میں گناہ کیے ہیں انکے ساتھ شامل ہونگے جنکے حق میں بدون تعذیب کے رہائی نہونا مقدر ہوا ہے اور جنوں کی جماعت کے بڑھانے و استکثار کرنے میں ایسے گناہگار بھی شامل ہونگے پھر سب کے حق میں دخول نار کا حکم ہوگا لیکن خلود سے استثنا رہوگا یعنی سب خلدین فیہا رہو سواے اُن لوگوں کے جنکے حق میں بسبب اسلام دنیاوی کے مشیت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے پس وہ بعد تعذیب کے نکالا جائیگا اور بجائے من کے ما موصولہ سے اشعار وقت مقدر کا ہے اور تاکہ متن سے وہم بجانب عدم دخول نہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ ما بمعنی من نہیں بلکہ اول براے غیر ذوی العقول و دوم براے ذوی العقول ہے تو جواب انکا ما موصولہ اعم ہے جیسا کہ محققین نے تصریح کردی ہے۔ قال الحافظ بعض نے کہا کہ استثنا کا مرجع برزخ کی طرف ہے یعنے زمانہ برزخ تک مستثنیٰ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مدت بقاء دنیا تک استثنا ہے اور دیگر اقوال بھی آئے ہیں چنانچہ قولہ تعالےٰ واقع سورۂ ہود۔ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالےٰ سب تقریر آویگی قال البیضاوی فی قولہ الا ما شاء اللہ۔ سواے الاوقات کے جنمیں آگ سے زمہریر کی طرف منتقل کیے جاوینگے قال التفتازانی فی حاشیۃ الکشاف ایک وجہ دیگر نکلتی ہے وہ یوں ہے کہ اس استثناء سے مراد مبالغہ ہے ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہنے کا یعنے خلود کا وقت کبھی منتہی نہوگا مگر اسوقت کہ اللہ تعالےٰ چاہے حالانکہ معلوم ہے کہ مشیت الٰہی کبھی اُنکے خروج کے واسطے نہوگی پس خلود مؤکد ہوا اگرچہ پہلے وہم تھا کہ شاید کبھی مشیت ہو اور نیز خلود کو بصورت استثنا ربیان کرنے میں طمع دلانے کا حکم ہے قال الحافظ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ آیت ایسی آیت ہے کہ کسی کو سزاوار نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم لگاوے اور مخلوق کو نہ جنت میں اتارے اور نہ دوزخ میں اُتارے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور زیادہ بسط اس مقام کا انشاء اللہ تعالےٰ سورۂ ہود کی آیت میں آویگا اور ان مقامات میں زیادہ ضرورت جان لینے کی نہیں ہے بلکہ جہانتک معلوم ہو باادب بہتر ہے ورنہ او تعالیٰ عزوجل دانا تر ہے اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ بیشک پروردگار اپنی صنع میں حکمت والا اور اپنی خلق کا خوب جاننے والا ہے ظاہر ہے کہ تمام علم و حکمت الٰہی بندہ کی مجال سے باہر ہے فافہم وَكَذٰلِكَ یعنے جیسے ہمنے نافرمانی کرنے والے جنوں و انسانوں کو بعض کو بعض سے نفع اُٹھانے دیا ایسے ہی نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا دوست کرتے ہیں ہم بعض ظالموں کو بعض کا۔ قف نولی از تولیہ مصدر ولایت بمعنی دوست کردینا عن عبدالرحمن بن زید یعنے ظالم جنوں کو ظالم انسانوں پر مسلط کرتے ہیں پس تولیہ بمعنی تسلیط ہے اور فرق درمیان ہر دو ولایت آنکہ ولایہ بالفتح بمعنی نصرت و یاری و دوستی ہے اور بالکسر بمعنی غلبہ و ملک و سلطنت ہے کذا ذکرہ الزمخشری قتادہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کو انکے اعمال پر باہم متولی کرتا ہے پس ہر مومن دوسرے مومن کا ولی ہے چاہے جہاں سے اور جہاں ہو اور ہر کافر دوسرے کافر کا ولی ہے جہاں اور جیسا ہو اور ایمان تمنا کرنے اور صورت بنانے پر نہیں ہوتا قال الحافظ اسی تفسیر کو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا۔ قال معمر عن قتادہ رح یعنے دوزخ میں بعضے ظالم بعض کے پیچھے پیچھے ہونگے یعنے دنیا میں جو ایک دوسرے سے موالات کرکے ظلم کرتے تھے اسیواسطے فرمایا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنے اُنکے گناہ کمانے کے سبب سے ایسا کردیا ہے فن کہ بعضے بعضوں کے ولی میں ظاہر آنکہ ظلم یہاں عام ہے خواہ اپنے نفس پر ظلم ہو یا بطور کہ دوسرے کے موالات میں کفر و شرک کیا یا غیر پر ظلم ہو کہ اسکو ایمان سے روکا یا مضرت ناجائز پہونچائی عن ابن عباس جب او تعالےٰ کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو انپر انمیں سے بہتر کو متولی کرتا ہے

اور جنکی برائی چاہتا ہی تو انکے شریرون کو متولی فرماتا ہو اعمشؒ نے کہا کہ مین نے بزرگون کو کہتے سُنا کہ جب زمانہ فساد آویگا تو لوگون پر انکے شریرون کا سردار ہونگے۔ اللھم انی اعوذ بک من الفتن واسالک العافیۃ

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ؕ

اے جماعت جنون اور انسانون کی کیا تمکو نہین پہونچے تھے رسول تمہارے اندر کے سناتے تمکو میرے حکم اور ڈراتے یہ دن سامنے آنے سے

قَالُوْا شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ○ ذٰلِکَ اَنْ لَّمْ یَکُنْ

بولے ہمنے مانے اپنے گناہ اور انکو بہکادیا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر یہ اسواسطے کہ تیرا

رَّبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَھْلُھَا غٰفِلُوْنَ ○

رب ہلاک کرنے والا نہین بستیون کو ظلم سے اور وہان کے لوگ بیخبر ہون

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ معشر جماعت اور جمع آن معاشر یعنے اے گروہ جن وانسان کے اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کیا نہین آئے تمہارے پاس رسول جو تم مین سے ہین۔ چونکہ وہم ہوتا تھا کہ جنون مین کوئی جن رسول نہین ہوا لہذا مفسرؒ نے توضیح کردی کہ منکم کے معنی من مجموعکم ہی یعنے جن وانس کے مجموع مین سے پس اگرچہ جنون مین رسول نہین ہوا لیکن انسان مین سے رسول ہوئے تو منکم اس مجموعہ مین سے صادق ہی جیسے قولہ تعالے یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان یعنے آب شیرین وشور مین سے موتی ومونگا نکلتے ہین حالانکہ فقط آب شور سے نکلتے ہین آب شیرین سے نہین نکلتے لیکن منہما مجموعہ کے اعتبار سے جبکہ ایک ہی ٹکڑے سے نکلے تب بھی صادق ہی اور یہ جواب شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہی جیسا کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا اور فرمایا کہ قولہ الم یاتکم مین استفہام تقریری ہی اور منکم یعنے بجملہ تم سب کے رسول ضرور آئے ہین حالانکہ رسول فقط انس مین سے ہوئے اور جنون مین سے نہین ہوے جیسا کہ حضرت مجاہد وابن جریج وبہتیرے ائمہ سلف وخلف یعنے علما صحابہ وتابعین نے تصریح فرمادیا ہی اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ رسول تو فقط بنی آدم سے ہوئے ہین اور جنون مین نذیر گزرے ہین قال المترجم یہین سے مفسرؒ نے دوسرا جواب دیا بقولہ اور رسل الجن نذرہم الذین یسمعون کلام الرسل فیبلغون قومھم یعنی اگر رسل سے حقیقی معنی معروف مراد ہین تو پہلا جواب گزرا کہ منکم سے مجموع جن وانس مین سے ہونا مراد ہی پس جبکہ انس مین سے ہوئے تو مجموعہ مین سے ہونا صادق ہوا اور یا رسول سے اعم معنی مراد ہین پس جنون کے رسولون سے انکے نذیر مراد ہین جو رسولون سے کلام واحکام الٰہی سنکر اپنی قوم جن کو جاکر سناتے اور نافرمانی سے ڈراتے ہین اور نذر بضمتین جمع نذیر یعنے ڈرسنانے والا قال الحافظ ما حاصلہ اور دلیل اسکی کہ رسول فقط انس ہی مین ہوسے قولہ تعالے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الآیۃ۔ اور قولہ تعالے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ اور کوئی قائل نہین کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے جنون مین نبی تھے پھر نبوت منقطع ہوئی وقد قال تعالیٰ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق الآیۃ۔ اور معلوم ہی کہ جن اس باب مین انسانون کے تابع ہین لہذا فرمایا واذ صرفنا الیک نفرا من الجن الآیۃ مترجم کہتا ہی کہ جنون کا وجود جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی تھا تو ممکن ہی کہ پہلے ہوتے ہون پھر نبوت ورسالت اولاد آدم مین منحصر ہوئی اور جن تابع ہوئے ہون اور آیات جو نقل فرمائین محتمل ہین کہ انس کے رسولون کے بارہ مین ہون وقد قال الضحاک بن مزاحمؒ کہ جنون مین سے رسول ہوئے ہین بدلیل اسی آیت کے پس اس آیت سے استدلال تمام نہونا بوجہ اسکے کہ یہ آیت کریمہ اس مدعا کے ثبوت مین نص صریح نہین اسی طرح جو شیخ حافظ نے استدلال کیا

وہ بھی محتمل ہو لہذا اس مسئلہ میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہان اسقدر قطعی ہو کہ معرفت ذات وصفات الٰہی و توحید و عبادات
ذریعہ رسولون کے ہر دو فریق جن وانس کو پورے طور سے پہونچ گئی ہو پس جو کوئی انمین سے کافر ہوا وہ بعد حجت کے ہلاک ہوا ہو
کیونکہ ہر فریق کے پاس ایمان و معرفت بتانے والے و اطاعت پر بشارت اور نافرمانی پر عذاب و ڈر سنانے والے رسول ظاہر
پہونچ گئے جیسا کہ آیت کریمہ نے مقرر فرمایا۔ الم یاتکم رسل منکم یعنے ضرور آئے تمھارے پاس تم مین سے ایسے رسول کہ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ
اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاۗءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا مفصل بیان کرتے تھے تمپر میری آیات کو اور ڈراتے تھے تمکو اس دن سے جو تمھارے
روبرو آیا۔ حاصل آنکہ جس دن اللہ تعالےٰ سب مخلوق کو محشور فرماویگا یعنے قیامت کے روز تو گروہ جن وانس کو ملامت کے ساتھ
اقرار صادق کرنیکو فرماویگا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا بولے ہم اپنے اوپر گواہ ہین ف مومنین تو دنیا ہی مین گواہی دینے والے
اور ایمان لائے ہوئے ہونگے جو اسدن ملامت سے بچین گے اور رہے کافر تو وہ بھی اقرار کرینگے چنانچہ معنی یہ کہ جن وانس مین سے کافر لوگ
اقرار کرینگے کہ ہم اپنے اوپر گواہی دیتے ہین کہ ہمکو رسالت الٰہی پہونچائی گئی ہو۔ یہ ان کافرون کیطرف سے اقرار ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حجت
رسولون کے ساتھ پیغام بھیجکر انکو ہدایت کرنے اور انکے نہ ماننے سے انپر لازم ہو اور یہ جملہ مستانفہ گویا جواب اس امر کا ہو کہ کافر لوگ آخر
کیا کہین گے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انکو زندگانی دنیا نے مغرور و فریب کھایا ہوا کر دیا پس ایمان نہ لائے
قال البعض یہ جملہ معترضہ ہو اور زندگی پر غرور یہ کہ لذات شہوات دنیا مین عاقبت بھول گئے اور عمداً اس کو فراموش کیا اور انجام کار یہ ہوا کہ
اپنے اوپر کفر کی گواہی دی کما قال تعالیٰ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ اور گواہی دی اپنی جانون پر کہ ہان وہ لوگ کافر تھے
اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ۔ اور یہ ان لوگون کی طرف سے دوسری گواہی ہو کہ جن رسول پاک و آیات بینات کریمہ سے انکی ہدایت
کی گئی ان سب سے دنیا مین انھون نے کفر و انکار ہی کیا۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ کیونکر انھون نے اپنے کافر ہونے پر
گواہی دی حالانکہ دوسری آیت مین انکا جھوٹ بولنا مذکور ہو کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی وہان بھی فسق و فجور نہ چھوڑینگے اور اللہ عزوجل
کی جھوٹی قسم کھاجاوینگے کہ ہم مشرک نہین تھے۔ تو جواب دیا گیا کہ اس بڑے دن مین احوال و اوقات مختلف پیش آوینگے پس بعض اوقات
و حال مین اقرار کرینگے اور بعض مین انکار کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ دوبار انکی گواہی انکے کافر ہونے پر کیون مکرر مذکور ہو تو جواب
دیا گیا کہ اول اقرار مین تو انکے قول کو نقل کیا کہ کیونکر کہینگے اور کیسے اقرار کرینگے۔ اور دوم مین انکی نظر خطا کا رد رائے غلط و ناہنجار کی
مذمت ہو کہ دنیائے ناپائدار کے شہوات پر مغرور ہوئی اور اسی پر دارومدار رکھا جو ہر وقت معرض زوال مین اور خطرہ موت مین
بالکل بے اعتبار ہو اور عاقبت سے بالکل منھ موڑ لیا انجام کار کفر کا اقرار کیا اور عذاب دائمی کے لیے جسکے سننے سے مومنین تھرتے
ہین اپنے آپ کو مسلم سپرد کیا پس اسمین نصیحت ہو ان نیک بندون کو جو غیر کی حالت دیکھکر عبرت و نصیحت لیتے ہین کہ دیکھو دنیا مین
اور لطف و فضل الٰہی دیکھین کہ پیدا کیا اور رزق دیا صحت و تندرستی دی اور ہر نعمت سے سرفراز کیا مخصوص پیدا کر دیا کہ اسی
کے مثل تمام مخلوقات آسمان و زمین مین کوئی ایسی نعمت نہین دیکھتا ہو پھر عقل و حواس دیے اور رسول بھیجے اور نہایت خوبی و حسن اسلوب سے
ہدایت فرمائی اور کیسے پاکیزہ اخلاق و عادات سکھلائے اور اسپر جنت و نعمت غیر منقطعہ کا وعدہ فرمایا یہ کیسے بڑے بڑے احسان ہین
اللہ تعالےٰ سبحانہ ارحم الراحمین غفور و شکور ودود و حمید کے نام پر اپنی جان تا چیز قربان کرین اور کبھی شرک نہ کرین در نہ اللہ تعالےٰ
عزوجل علیم و قدیر و قہار عزیز و سلطان ہو قادر مختار ہو جو چاہے کرے اسی کی شان پاک ہو لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون پس عذاب

اسکا سخت ہو نعوذ باللہ منہ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ذلک سے اشارہ رسولون کے بھیجنے کی طرف ہو اور ان مخفف ہو ان بالتشدید کا اور لام مقدر ہو یعنے ذلک الارسال للرسل لانہ لم یکن الخ بعض نے کہا ای لاجل انہ لم یکن الخ یعنی یہ رسولون کا بھیجنا اس جہت سے کہ نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیون کو بسبب ظلم کے درحالیکہ وہان والے غافل ہون کوئی رسول انکو نہ پہونچا ہو **قال البیضاوی**۔ ذلک خبر مبتدا رمحذوف ہو ای الامر ذلک یعنی بات یون ہے رسولون کے بھیجنے کی پھر قولہ ان لم یکن الخ اس حکم کی تعلیل ہو یعنے بات یون ہی ہونا اسوجہ سے ہو کہ نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنیوالا الخ **قال المترجم** حذف مبتدا امر گران ہو بلاضرورت نہین شایان ہو پس یہ تاویل مرجوح ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اوتعالیٰ عزوجل تمام جہان وسب اشیاء کا خالق ہو سب اسی کی مخلوق ہو سب اسی کی ملک ہو وہ اپنے ملک مین جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم تو بیجا تصرف کو کہتے ہین پس اللہ تعالےٰ کی جبکہ سب مخلوق ملک ہو تو اسکا ہر طرح تصرف کرنا صحیح ہو چاہے سب کو ہلاک کرے چاہے باقی رکھے وہ جو چاہے کرے اُس سے کوئی پوچھ گچھ نہین ہو پھر کیونکر فرمایا کہ لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون **مفسر سیوطی** رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ تقدیر کلام یہ کہ بظلم منہا ای بسبب ظلم من القری یعنی نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیون کا بسبب کسی ظلم کے جو آبادیون سے صادر ہو درحالیکہ وہ لوگ نیک وبد سے غافل وجاہل ہون **قال الامام ابوجعفر بن جریر** رحمہ اللہ قولہ بظلم - دو وجہ کو محتمل ہو اوّل آنکہ ذلک لاجل ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون یعنی انکو جلدی عقوبت مین گرفتار فرمانے والا نہین یہانتک کہ انکے پاس ایسے رسول یا رسولون کے نائب وغیرہ بھیجے جو انکو توحید واعمال شرع بتا دین اور شرک ونافرمانی سے ڈرا دین اور ایسا نہین ہو کہ غفلت مین انکو ہلاک کرے حتی کہ وہ کہین کہ ہمکو تو کوئی بشیر ونذیر نہین پہونچا تھا اور وجہ دوم یہ کہ لم یکن لیہلکہم بدون التنبیہ یعنی ایسا نہین کہ انکو ظلم کے ساتھ بدون تنبیہ کے ہلاک کرے **قال الحافظ** پھر شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے وجہ اول کی ترجیح وتائید بیان کی اور شک نہین کہ وہی قوی ہو **قال المترجم** واضح رہے کہ حقیقی معنی ظلم کے تو حضرت باری تعالیٰ کی شان مین کسی طرح نہین ہو سکتے اگرچہ وہ تمام آبادیون کو بلاقصور وبیوجہ ہلاک کر دے۔ کما فی قولہ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ نہین دیکھتے کہ اگر کوئی آدمی ایک برتن بناوے پھر اسکا جی چاہے اور اسکو توڑ ڈالے تو کچھ ظلم نہین پھر کہان حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ لہذا اوتعالیٰ شانہ جو کچھ کرے سب عین صواب و عین انصاف ہو ولیکن کمال رحمت ہو کہ جن باتون کو بندہ اپنے درمیان مین حرج سمجھتا ہو اوتعالیٰ عزوجل نے بھی اسکو نہین کیا اگرچہ اوتعالےٰ کی نسبت وہ حرج نہین ہو پس تاویل دوم بھی ہو سکتی ہو اگرچہ اوّل اولےٰ ہو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اوتعالیٰ نہین ہلاک کرتا اہل القری کو بسبب ظلم کسی ظالم کے انمین سے درحالیکہ باقی لوگ اُس سے غافل ہون۔ بالجملہ اوتعالیٰ نے کسی قوم کو خواہ جن ہون یا انسان ہون بدون تنبیہ وانذار کے عذاب نہین کیا کما قال تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور فرمایا۔ کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر الآیۃ اور فرمایا ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیۃ۔ اور فرمایا وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی نہین کوئی آبادی مگر آنکہ اُس مین ڈر سنانے والا گزرا ہے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْاؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِؕ اِنْ يَّشَاْ

اور ہر کسی کو درجے ہین اپنے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہین اُنکے کام سے اور تیرا رب بے پروا ہو رحم والا اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ

تمکو لیجاوے اور پیچھے تمہارے قائم کر دے جسکو چاہے جیسے تمکو کھڑا کیا اور ونکی اولاد سے جو تمکو وعدہ دیا سو آنے والا ہو

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
اور تم تھکا نہ سکو گے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا من العالمین جزاء ما عملوا من خیر وشر یعنی درجات بمعنی جزا ہے اور ما موصولہ سے خیر و شر مراد ہے یعنی اور عالمین مین سے ہر ایک کے لیے جزا ہے اس چیز سے جو اسنے بھلائی یا برائی کی تھی مفسرؒ نے عالمین کہا جو ملائکہ کو بھی شامل ہے اور شک نہین کہ ملائکہ کے لیے بھی درجات ہین پس اسمین اشارہ ہے تضعیف قول بعض مفسرین کی طرف جنھون نے آیت کو فقط کفار کے ساتھ خاص لیا کیونکہ انھین کے ذکر کے بعد ہے اور وجہ ضعف یہ کہ عمل کفر سے درجات کہان سے آئے بلکہ درکات عذاب ہونگے اگرچہ جا سکتا ہے کہ درجات کا استعمال امر خیر مین غالب ہے لیکن یہان مراتب مراد ہین پھر بھی بیان مراتب کفار قلیل الجدوی ہے کما قال تعالی لکل ضعف ولکن لا تشعرون یعنی جو پیروی مین گمراہ ہوے وہ قیامت مین کہینگے کہ پروردگار ان سرغنہ لوگون نے ہمکو اپنی پیروی مین گمراہ کیا انکو دونا عذاب دے تو حکم ہوگا کہ تم مین سے ہر ایک کو دونا عذاب ہے ولیکن تمکو شعور نہین ہے اور نیز تضعیف قول دیگر ہے کہ مخصوص بمؤمنین ہے بنظر لفظ درجات پس عام اختیار کیا بسبب دلیل تخصیص نہونے کے فافہم وقال البیضاوی ولکل من المکلفین مراتب من اعمالہم اومن جزائها اومن اجلها یعنی مکلفین مین سے ہر ایک کے واسطے مراتب ہین۔ یہ قید عقلی ہے تاکہ طفل و مجنون وغیرہ و نیز جانور وغیرہ خارج ہوجاوین اگر کہا جاوے کہ بعضے حیوانات و نباتات وغیرہ کے واسطے بھی مراتب ہین جیسے اصحاب کہف کے کتے کے بارہ مین ثابت ہے تو جواب یہ کہ یہان مما عملوا کی قید سے ظاہر ہے کہ مطلقاً بیان مراد نہین ہے واللہ اعلم۔ اور نیز بیضاوی نے اشارہ کیا کہ مما عملوا مین جائز ہے کہ ما مصدریہ ہو یا سببیہ ہو اور مضاف مقدر ہو یعنی من جزاء اعمالہم افادہ فی المدارک۔ اسی سے امام ابو یوسف و امام محمد نے استدلال کیا کہ جنون کو ثواب طاعت ملتا ہے قال المترجم یہ مجمل ہے معلوم نہین ہوتا کہ دنیا مین ملتا ہے تو ریت مین بھی ملیگا لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا جاتا ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جنون مین سے جو مسلمان ہوئے وہ نہ جنت مین داخل ہونگے نہ دوزخ مین کیونکہ اللہ تعالی نے جنت سے انکو نکالا پھر انکو اسمین دوبارہ نہ لاویگا قال المترجم اس روایت کا پتہ نہین ملتا کہ باسناد صحیح قول لیثؒ ثابت ہے یا نہین بر تقدیر یکہ اسناد صحیح ہو تو تاویل ہوگی ورنہ دلیل مذکور محض ضعیف ہے تو نہین دیکھتا کہ آدم علیہ السلام بھی جنت سے باہر ہوئے علاوہ برین قولہ قلنا اھبطوا منہا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی الآیہ بنا بر آنکہ اھبطوا جمع سے جن بھی مراد ہین صریح ہے کہ اگر ایمان لاکر نیک کام کرین تو ثواب جنت مین بنی آدم سے برابر ہین اگرچہ فضائل مین یکسان نہون اور نیز تکلیف الایمان مین انسان کے برابر جن بھی مکلف ہین حالانکہ طرف عصیان مین جہنم مین جانا منصوص ہے وقد قال الضحاکؒ جن بھی جنت مین داخل ہوکر نعمتین کھائینگے پیینگے۔ وعن ابن عباسؓ مخلوق چار حالت پر ہے ایک مخلوق سب جنتی ہے اور وہ ملائکہ ہین دوم مخلوق سب دوزخی ہے اور وہ شیاطین ہین سوم و چہارم وہ مخلوق ہین کہ جنتی بھی ہین اور دوزخی بھی ہین وہ جن و انسان ہین پس انکو ثواب بھی ہے اور انپر عقاب بھی ہے احادیث بہت ہین جن سے استنباط ہوسکتا ہے واللہ اعلم وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔ اور تیرا رب کچھ اس سے غافل نہین جو وے کرتے ہین یا تم کرتے ہو یعملون بیاء تحتیہ اکثر کی قراءت ہے اور بعض نے بتاء خطاب پڑھا پس اسمین وعدہ بھی ہے کہ کسی نیکوکار کا عمل ضائع نہوگا اور تہدید و وعید بھی ہے کہ بدکار دنیا وغیرہ مین مشغول ہوکر غافل نہون ورنہ عذاب ہے وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ یعنے اور تیرا پروردگار بے پروا ہے تمام پیدا کی ہوئی مخلوق و انکی عبادت سے اور باوجود اسکے رحمت والا ہے فائدہ یہ کلام پاک کیا اچھا و بلیغ ہے یہان غنی ہونا و رحمت والا ہونا جمع کرنے مین انتہا درجہ کا فضل و انعام ہے اور کمال رحمت پر دلیل ہے

اور منجملہ رحمت کے ہے کہ رسول بھیجے اور نافرمانی میں بدون نیست کرنے کے باقی چھوڑ دیا پس سابق و لاحق سے خوب مناسبت ہے کما قال البیضاوی
اسمیں تنبیہ ہے کہ سابق میں جو رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا وہ پاک پروردگار غنی حمید کی طرف اسکے نفع کی راہ سے راجع نہیں بلکہ بندوں پر رحمت ہے
اور نیز اسمیں ما بعد کے واسطے تاسیس ہے کہ فرمایا اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ یعنے اللہ تعالے غنی حمید کو تمہاری کچھ حاجت نہیں وہ چاہے
تو اے نافرمانو تم سب کو نیست کردے اور مفسر رح نے خطاب کو اہل مکہ سے مخصوص کیا وَیَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِکُمۡ مَّا یَشَآءُ اسکا موصولہ
سے مراد خلق ہے یعنے تمکو ہلاک کرکے جو مخلوق چاہے بجائے تمہارے پیدا کردے کَمَاۤ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنۡ ذُرِّیَّۃِ قَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ
جیسے تمکو آخر دوسری قوموں کی ذریت سے پیدا کیا ہے جنکو آخر کار بلا واسطہ مخلوق پر منتہی فرمایا یعنی آدم علیہ السلام کو بدون ماں باپ کے
اور بدون نمونہ کے نئے طور پر ایجاد کردیا تھا ولیکن اللہ تعالی نے تمپر رحم کیا ہے کہ تمکو باقی رکھا اور اگر چاہتا تو تم فوراً مٹجاتے اور تمہارے
بجائے دوسرے آجاتے جیسے وہ چاہتا فتبارک اللہ ذو الملک والملکوت والعزۃ والقدرۃ والجبروت رازی رح نے تفسیر کبیر میں
کہا کہ مراد اس سے خلق دیگر سوائے مخلوق موجودہ کے ہے پس تنبیہ ہے کہ قدرت اللہ تعالی سبحانہ کسی جنس پر مقصور و منحصر نہیں ہے اور یہ بنابر تقریر
مترجم کے انسب ہے اور مفسر رح نے وہ اختیار کیا جو شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جیسے تمکو پیدا کردیا مخلوق دیگر سے جو تمہارے
پہلے تھے اور یہ معنی موافق فہم جاہلان مشرکین کے اقرب ہیں اور مترجم نے اشارہ کردیا کہ جملہ تشبیہ یعنی قولہ کما انشاکم سے انکو قدرت
کاملہ کی طرف اشارہ ہے کہ پیدا کرنا و ایجاد کرنا کسی واسطہ پر موقوف نہیں ہے آخر آدم کو بدون ماں و باپ کے ایسا خوب پیدا کیا کہ اسقدر
کثرت سے انکی ذریات موجود ہوئی اور یہ ادق ہے اور اس سے نصاری کو حضرت عیسی کے واسطے سے شرک نہ کرنے پر تنبیہ ہے
کہ وہ تو بدون باپ کے ہوئے جو آدم سے کم مرتبہ ظہور قدرت تھا اور انسے کوئی نسل بھی نہوئی۔ اور نصاری اگر سمجھتے تو جان لیتے
کہ وہ مشرک بھی ہوئے اور حضرت عیسی پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ وہ تو ایسے شخص پر ایمان لائے جسکو بیٹا یقین کرتے ہیں وہ در حقیقت
کوئی بھی نہیں ہے اور اگر حضرت عیسی علیہ السلام بندہ خدا و رسول برگزیدہ جامع کمال انسانی بزرگ مرتبہ پر ایمان لاتے تو یہ ایمان البتہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام پر ہوتا جو اللہ تعالی کے رسول تھے جنپر انجیل نازل ہوئی تھی اور جنہوں نے حضرت محمد مصطفے رسول اللہ صلعم کی
خوشخبری سنائی تھی اور وہ عنقریب قیامت سے پہلے نازل ہوکر آنحضرت صلعم کی شریعت پر حکم کرینگے اور اسی دین کے واسطے جہاد کرینگے
پس اگر اہل کتاب ایمان لاویں تو انکے لئے بہت بہتر ہے حتی کہ دنیا میں بھی بذات خود اچھے مسلمان ہوں اور جو پہلے کے مسلمان بگڑے
ہوئے موجود ہیں انکے تابع ہوجاویں اور انکا بگاڑ بھی درست ہوجاوے انشاء اللہ تعالے اور اگر نہ ایمان لاویں تو ضرور حضرت
عیسی ع کے عنقریب نازل ہونے پر انکے جہاد سے خوار ہونگے اور اگر نہ انہیں تو باتباع حکم الہی اعلان ہے کہ فانتظروا انا منتظرون۔ انتظار
کرو ہم بھی منتظر ہیں اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ جو تمکو وعدہ دیا جاتا ہے عذاب کا اور قیامت کا وہ ضرور آنیوالا
ہے اور تم ہرگز عاجز نہیں ہو یعنے ہمارے عذاب سے چھوٹنے والے نہیں ہو اگر ایمان نہ لاؤگے اور کرخی رح نے افادہ کیا کہ اپنے
مقام پر تحقیق کیا گیا ہے کہ جملہ اسمیہ اگر مثبت ہو تو دائمی ثبوت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اگر منفی ہو تو دوام انتفا پر دلالت کرتا ہے نہ انتفاء
دوام پر اور فرق یہ ہے کہ یہاں دوام انتفا ہو یعنے معجز ہونا دائما منتفی ہے یعنے کبھی کسی وقت کوئی شخص معجز نہیں ہوسکتا یعنے اللہ تعالی
اگر عذاب چاہے تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی معجز ہوجاوے اور انتفاء دوام سے دوامی معجز ہونا منتفی ہوتا ہے پس ہوسکتا ہے کہ بعض وقت
معجز ہو مثلاً کہا جاوے کہ زید کا دائمی ہنستا ہونا منتفی ہے یعنے برابر ہر وقت ہمیشہ وہ ہنستا نہیں رہتا تو اس سے یہ لازم نہیں کہ

کسی کسی وقت بھی نہین ہنستا بخلاف اسکے زید کا گھوڑا نہونا دوامًا منتفی ہی یعنے زید گھوڑا نہین ہی یہ دائمی صادق ہی تو کسی وقت بھی وہ گھوڑا نہین ہوسکتا اور یہی دوام انتفاء یہان بھی تو لیا انتم بمعجزین سے مراد ہی **قال اسحافظ عاصل** آنکہ تم کسی حال مین اللہ تعالی کو عاجز نہین کرسکتے بلکہ وہ پاک پروردگار قادر ہی کہ تم کو پھر زندہ کرکے عذاب کرے اگرچہ تم خاک مٹی گل سڑ گئے ہو کیا نہین سمجھتے کہ اب تو بھلا گلے سڑے خاک مٹی کچھ موجود ہو اور پہلے تو کچھ بھی نہ تھی جو تمکو ایجاد کردیا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ای اولاد آدم اگر تمکو کچھ عقل ہی تو اپنے آپ کو مردہ شمار کرو۔ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ بات یہی واقع ہی کہ جو تمکو وعدہ دیا گیا ضرور آنے والا ہی اور تم کچھ بھی عاجز نہین ہوسکتے۔ رواہ ابن ابی حاتم **ف فی العرائس** قولہ تعالی وربک الغنی ذو الرحمۃ اوتعالی نے اپنی دو صفت قدیم سے آگاہ فرمایا ہی تمام مخلوقات کے واسطے خواہ مومن ہون یا کافر خواہ مطیع ہون یا عاصی سب کے واسطے ہی پس وہ پاک پروردگار غنی حمید ہی بندگی کرنے والون کی بندگی سے بندہ کو خود نفع ہی اور اوتعالی غنی حمید ہی **قال المترجم** جس بندے نے بندگی نہ کی اسنے اپنے کو محروم و خوار کیا کیونکہ اپنے پروردگار خالق کو رب نہ جانا پس جیسا کریگا ویسا پاویگا پھر کمال رحمت ہی کہ بیہودہ فرقوں کو مہائش کردی کہ خواری مت کماؤ اور اگر کماؤ گے تو اپنا بگاڑو گے حضرت اوتعالی غنی حمید ہی ع ای بندہ چو بندگی نہ کردی ٭ از بندگیت کہ کار دارد ٭ چون او تو دگر خدا نہ داری ٭ او بر تو صد ہزار دارد ٭ یہ تو اسکی بے پروائی ہی رہا بیان رحمت تو شیخ نے کہا کہ اپنی رحمت سے نافرمان مجرم گناہگارون پر رحم کیا حالانکہ اسکی پاک شان یہ ہی کہ نہ اسکو فرمانبردارون کی عبادت وطاعت سے کچھ نفع اور نہ نافرمانون کے گناہ سے کچھ نقصان اسکی بحر رحمت سے ایک قطرہ ہی کہ تمام حوادث پیدا ہو کر بے انتہا انعام سے مالا مال ہوئے جسنے اسکی صفت غنی کا نور پایا وہ عارف ہین کہ دونون جہان سے ہاتھ اٹھایا عوام کی نظر مین سونے چاندی جواہرات اور انکی نظر مین دونون جہان کی سلطنت ہیچ ہی ہان اگر جنت چاہتے ہین تو اسلیئے کہ حضرت عالی متعالی ذو الجلال والاکرام کی رضامندی وہان ملیگی اور زیادت جو کچھ ہی وہ بیان مین نہین سماتی اللہم ارزقنا برحمتک۔ وانت ارحم الراحمین اسکی رحمت تمام عالم کو شامل ہی۔ عارف جب اسکا غنی ہونا یاد کرتے ہین تو لرزتے اور بیہوش ہوجاتے ہین پھر جب اسکا رحم فرمانا یاد آتا ہی تو ہوش مین آجاتے ہین **قال الاستاذ** غنی تو اشارہ ہی اسکی عزت کی طرف اور ذو الرحمۃ اشارہ ہی اسکے لطف کی طرف پس غنی سے جلال کی خبر ہی اور ذو الرحمۃ سے افضال کی خبر ہی پس جلال کے کشف سے انکو فنا کردیا اور افضال کے لطف سے انکو زندہ فرمایا **قال المترجم** اشارہ و فہم اسرار کلام مصطلح حال پر ظاہر

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ

تو کہ ای لوگو کام کرتے رہو اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون اب آگے جان لوگے کسکو ملتا ہی آخر گھر مقرر

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○

بھلا نہوگا بے انصافون کا

قُلْ یعنے ان لوگون سے کہدے يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اے قوم تم کیے جاؤ جو کرتے ہو اپنی حالت پر المکانۃ الطریقۃ بعض نے کہا یعنے کیے جاؤ جتنا بھر اور پوری قدرت واستطاعت بھر اور اپنے امکان بھر عن ابن عباس ای ناحیتکم وجہتکم اپنے ناحیہ وجہت پر **قال البیضاوی** یہ امر ارشادی نہین تا کہ کہا جاوے کہ انکو اعمال کفر وعصیان کا حکم کیونکر دیا

بلکہ امر تہدید ہی اور معنی یہ ہین کہ اچھا نہین مانتے ہو تو اپنے کفر کرنے اور عداوت کرنے پر جمے رہو اِنِّی عَامِلٌ مین بھی اپنی حالت پر
ثابت ہون یعنی اسلام و توحید پر اور تمہاری عداوت مین صبر کرنے پر ثابت ہون، صیغہ امر سے تہدید کرنا نہایت مبالغہ ہی گویا تہدید
کرنے والا جسکو دھمکاتا ہی اُسکے عذاب دینے پر عزم بالجزم رکھتا ہی پس اسکو ایسی ہی بات پر آمادہ کرتا ہی جو عذاب تک پہونچا دے
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ من موصولہ مفعول ہی تعلمون کا یعنے اگر تم جمے رہے تو عنقریب جان لوگے
اُس شخص کو جسکے واسطے حاصل ہوگا دار آخرت یعنے دار آخرت مین جسکو نیک انجام حاصل ہوگا اسکو جان لوگے کہ وہ شخص ہم ہین
یا تم ہو **قال البیضاوی** اس کلام مین تہدید کے باوجود انصاف ہی گفتگو مین اور حسن ادب ہے جناب باری تعالے لئے ہین کہ اپنی
بھلائی کا حکم دکیا اور تنبیہ ہی کہ دھمکانے والے کو اپنے حق پر ہونیکا وثوق ہی حمزہ وکسائی نے بیان اور سورہ قصص مین یکون بیا تحتیہ
پڑھا کیونکہ عاقبۃ الدار مین تانیث غیر حقیقی ہی اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہین پاتے یعنی نیک انجام نہین ہوتے ہین ظالم لوگ
یعنے کافر لوگ پس بجاے الکافرون کے الظالمون کو جو اعم ہی مبالغہ کے لیے فرمایا ہی افادہ البیضاوی ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے تفسیر کی کہ مراد انکی جسنے شرک وکفر کیا وہ سعید نہین ہوگا اسمین تعریض ہی کہ تم لوگ اگر اسی حال پر رہے تو ہرگز فلاح نہ پاؤگے
تمہارا انجام بھلا نہوگا بلکہ توحید و اسلام والون کا انجام دنیا و دین مین نیک ہوگا **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور تعالی عز وجل نے یہ
وعدہ اپنے حبیب محمد مصطفے صلعم کے ساتھ پورا فرمایا کہ مکہ وتمام جزیرہ عرب فتح کردیا اور مشرکین و معاندین کو زیر کردیا یہانتک کہ
آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین سلطنتین قبضہ اقتدار اسلام مین دیدین اور پورا ہوا قولہ تعالے لئے واللہ متم نورہ ولو کرہ
المشرکون، پھر قیامت مین منکرون وکافرون کو برا انجام ملیگا کما قال تعالے لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار، اور حسن عاقبت اہل ایمان واسلام
کو نصیب ہوگا کما قال تعالے والعاقبۃ للمتقین اسمین نصیحت و پند و آیات ہین واسطے اہل سعادت کے والحمد للہ اولا و آخرا وظاہرا وباطنا
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا
اور ٹھہراتے ہین اللہ کا اسکی پیدا کی کھیتی اور مواشی مین ایک حصہ پھر کہتے ہین یہ حصہ اللہ کا ہی اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکون کا ہی
فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۝
سو جو اُنکے شریکون کا ہی سو نہ پہونچے اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہی سو پہونچے اُن شریکون کیطرف کیا برا انصاف کرتے ہین
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اسے جعلوا ثابتا للہ، اللہ تعالے کے لیئے ثابت کیا پس جعل کا مفعول دوم ثابتا ہی اسکو مقدم کردیا کہ اعتنا اسی سے
متعلق ہی اور یہ جعل انکے وہم کی تشریع تھی جسکو انھون نے شیطان کی پیروی مین نکالا اور اپنے کفر و شرک کے درخت مین شاخین
نکالین مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا مما متعلق ہی نصیبا سے اور من الانعام والحرث بیان ہی ما موصولہ کا اور
نصیبا مفعول اول ہی اور یہ بیان ہی مشرکین کے دیگر انواع جہالت وکفر کا حاصل آنکہ اللہ تعالے نے جو انعام وحرث یعنے چوپایہ
وکھیتیان پیدا فرمائین اسمین سے اللہ تعالے کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا اسکو مہمانون ومسکینون کے صرف مین لاتے تھے اور
جن چیزون سے شرک کرتے یعنے بتون وغیرہ کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا جو بیت خانہ کے خادمون پر صرف کرتے تھے فَقَالُوْا
هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ سو کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالے کے واسطے ہی اپنے زعم مین زعم مین فتح اول اکثر کی قرارت ہی اور بعض کے نزدیک
بضم اول ہی۔ ازہریؒ نے کہا کہ اکثر استعمال لفظ زعم کا ایسے امر مین ہوتا ہی جو مشکوک ہو اور متحقق نہو بعض نے کہا کہ وہ کنایہ ہی

دروغ سے اور مرزوقی کا قول مانند ازہری کے ہے۔ ابن القوطیہ نے کہا کہ زعم ایسی چیز جسکا حال معلوم نہین کہ حق ہے یا باطل ہے
خطابی نے کہا کہ لائق گفتگو نہو اور غیر ممکن بات کا دعویٰ ہو یہ مختلف محاورات کا استعمال ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کا زعم قرار
دیا کہ یون کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے **قال الحافظ** یہ اُنکے کفر وشرک کی شاخ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سے
اسکے لئے ایک جزو قرار دیا حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے **قال المترجم** مسلمان اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دے
تو یہی نیت ہوتی ہے کہ یہ خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین وہ شخص خیرات کرتا ہے اور نعوذ باللہ تعالیٰ یہ نہین سمجھتا کہ جیسے آپس مین
حصہ بانٹا کرتے ہین کہ یہ زید کا ہے اور وہ عمرو کے واسطے ہے اور مشرک لوگ اسی دوسرے معنی پر لیتے تھے اور یہ انکی سخت جہالت
تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسپر تشنیع فرمائی کہ یون کہتے ہین کہ یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اپنے زعم باطل کے موافق وَهٰذَا
لِشُرَكَآئِنَا اور یہ دوسرا حصہ واسطے ہمارے شرکا کے یعنی بتون وشیطانون کے واسطے ہے جنکے حق مین ایسی باتین اعتقاد کرتے
تھے جو شرک ہین **قال المفسر** پھر ان لوگون کا یہ حال تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حصہ مین کوئی چیز حصہ بانٹ وغیرہ سے گرجاتی
تو اسکو اُٹھا لیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو نہین پہونچ سکتی ہے اور اگر بتون کے حصہ مین اللہ تعالیٰ کے حصہ سے گرجاتی تو چھوڑ دیتے اور کہتے کہ
یہ ہمارے اللہ نے رکھنی چاہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ پس جو اُنکے شرکا
کے لیے تھا وہ نہین پہونچتا اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ مین نہین جاتا وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَآئِهِمْ
اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا وہ انکے شرکا کو پہونچ جاتا ہے۔ حاصل آنکہ مشرکین دونون حصہ مین اس تفصیل سے حکم لگاتے اور شیطانی
خیالات کی پیروی کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بس حکمہم ہذا۔ کیا بُرا حکم ہے انکا یہ حکم۔ ما مصدریہ
ہے پس مایحکمون بمعنی حکمہم ہوا اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی ہذا جیسا کہ مفسر نے تصریح کردی اور ایسی ہی تفسیر حضرت ابن عباس ومجاہد
وقتادہ وسدی وغیرہم سے درازی کے ساتھ مروی ہے **قال الحافظ** اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر مین کہا
کہ ہر شے جسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دیتے خواہ ذبح جانور ہو یا کوئی اور چیز ہو تو اُسکو کبھی نہین کھاتے جب تک کہ اسکے ساتھ کسی
بت وغیرہ کا نام جس سے شرک کرتے تھے ذکر نہ کرین اور جو چیز کہ اپنے باطل معبودون کے واسطے ہوتی اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام پاک
نہین ذکر کرتے تھے پھر عبد الرحمن نے آیت تا قولہ ساء مایحکمون پڑھی حاصل آنکہ جو تقسیم نکالی وہ بہت بری ہے کیونکہ ان مشرکون نے پہلے تو
یہ غلطی کی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک جزو قرار دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ومالک وخالق ہے اسی کی سب مخلوقات اسی کی قدرت
ومشیت مین اسی کے تصرف مین ہے اسکے سوا کوئی معبود نہین ہے پھر جب حصہ بانٹا تو اسمین ظلم کیا۔ اور کیون نہین کہ جو اپنے خالق کو بھولا اور
اسی کی عبادت فرض تھی اسمین شرک کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا تو ایسا ظالم جو ظلم نہ کرے وہ تھوڑا ہے وقیل فی تفسیر قولہ فما کان لشرکائہم
الآیۃ یعنی جو کچھ کھیتی وچوپایہ وغیرہ مین سے بتون کے واسطے قرار دیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہین پہونچتا یعنی ان مصارف مین صرف
نہین ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمائے جیسے محتاجون ومسکینون کو صدقہ دینا اور مسافر مہمان آدمی کو کھلانا اور ناتے دار قرابت
والون کی خبر لینا وغیرہ پس بتون کے نام کا ان مصارف مین صرف نہین ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کا تھا وہ بتون کو پہونچ جاتا ہے یعنی بتون کی
اصلاح اور بتخانہ کے خدمتگزارون کی حاجات مین صرف ہوجاتا ہے حاصل آنکہ یہ مشرک بے ادب یہ اعتقاد کرتے کہ جو بتون کے نام کا ہے
اسکو نگاہ رکھنا ومحفوظ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نہین روا ہے کہ سوا انکے کسی اور امور مین جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہین اور اُسکے حکم سے

مشروع ہین صرف ہو نیکا خیال بتون کے برخلاف اسکے جو اللہ تعالے کے نام کا ہو اسکو روا رکھتے کہ باوجود ایسے امور موجود ہونیکے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہین اگر حاجت ہوتی تو بتون کی خدمت مین صرف کرین پس بتون کی جانب کو زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور یہ انکی جہالت و بے ایمانی کا نتیجہ تھا۔ اگر مشرک نہوتے اور توحید و اسلام پر ہوتے تو ایسی جہالت نکرتے

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۤؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ

اور اسیطرح بھلی دکھائی ہین بہت مشرکون کو اولاد مارنی اُنکے شریکون نے کہ اُنکو ہلاک کرین اور الجھاوین اُنپر غلط کرین

وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

اور اللہ چاہتا تو یہ کام نکرتے سو چھوڑ دے وہ جانین اور اُنکا جھوٹھ

یہ بھی ان مشرکون کی جہالت و ضلالت مین سے قسم دیگر ہے۔ وَكَذٰلِكَ یعنے جیسے مزین کیا گیا مشرکون کی نظر مین وہ فعل جو مذکور ہوا ویسے ہی زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مزین کر دکھایا مشرکون مین سے بہتون کی نظر مین قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۤؤُهُمْ قتل کرنا اپنی اولاد کا جیتے جی زمین کے اندر توپ دینے کے ساتھ انکے شرکا نے یعنی ان شیطانون نے جنکے حکم کو مانند حکم خدا تعالے کے مانتے ہین۔ واضح ہو کہ عرب کے بے رحم جاہل مشرک قبل زمانہ اسلام کے اپنی اولاد مین سے لڑکیون کو مار ڈالتے تاکہ دوسرے مرد کے تصرف مین نہ آوے جیسے ہندوستان کے چھتریون مین رواج تھا بلکہ عرب کے مشرک کچھ بڑھے ہوئے تھے چنانچہ اگر کوئی لڑکی اسکی مان کے چھپانے سے بچ گئی پھر آٹھ دس برس کی ہوئی اور مرد کو معلوم ہو گیا تو وہ بہانے سے اُسکو جنگل مین لے گیا اور گڈھے مین ڈالکر اُسپر مٹی ڈالنی شروع کی وہ بیچاری ہر چند روتی رہی کہ اے میرے باپ اے میرے پیارے ابا تم کیون مجھے مارتے ہو اُس خبیث بیرحم نے آخر اسکو زندہ توپ دیا اور چلا آیا۔ اللہ تعالے عزوجل ارحم الراحمین نے اسپر بڑے سخت عذاب سے وعید فرمائی ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالے تفسیر قولہ تعالے واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت الآیۃ مین آویگا۔ یہان انکی اسی جہالت و ضلالت کو ظاہر کر کے مذمت فرمائی۔ حاصل آنکہ جسطرح مذکورہ بالا بیان سے انکا شیطان کا پیرو ہونا ظاہر ہوا ایسے ہی بہت سے مشرکون کی نظر مین اُنکے باطل معبودون نے جنکو اللہ تعالے کا شریک بناتے تھے یہ بات خوب رچائی کہ اولاد کو زندہ توپ کرین قتل کرین اور شیطانون نے اسوجہ یہ بات رچائی اور ان جاہلون گمراہون سے اسکی تعمیل کرائی لِيُرْدُوْهُمْ تاکہ انکو ہلاک کرین یعنے غضب الٰہی مین گرفتار کرا دین جس سے بعد موت کے بڑی ہلاکت عذاب جہنم مین پڑین وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ اور نیز اسواسطے رچائی تاکہ ان لوگون پر انکا دین خلط ملط کر دین یعنی یہ لوگ ابتدا مین حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے دین پر تھے پس جب زمانہ زیادہ گذرا تو پہلے شیطان نے جو اولاد آدم کا دشمن ہے انکا اعتقاد بگاڑا حتی کہ توحید سے اعتقاد پھرا پھر دین کے افعال و اعمال کے برعکس گناہ کی باتین انکی نظر مین رچائین اور ہزارون وسوسہ انھون نے قبول کیے یہانتک نوبت پہونچی کہ اولاد کو قتل کرنے لگے واضح ہو کہ قتل اولادہم شرکاؤہم مین دو قراءت ہین اول جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ زین معروف کا فاعل شرکاؤہم ہے اور قتل اولادہم مفعول ہے یعنے زینت دیدیا اُنکے شرکا نے انکی نظر مین اپنی اولاد کے قتل کرنے کو اور یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور ابن عامر کی قراءۃ مین زین بصیغہ مجہول اور قتل کو رفع بنا بر آنکہ وہ نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا اور چونکہ لفظ قتل مصدر ہے جو مثل فعل کے عمل کرتا ہے لہذا اولادہم کو اسی کے عمل سے نصب ہے یعنے قتل کرنا اپنی اولاد کو پس اولاد مفعول ہوا اور شرکائہم کو جر ہے بسبب اسکے کہ قتل کا مضاف الیہ ہے پس اعراب یون لکھا جائیگا کذلک

زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلُ اَوْلَادَھُمْ شُرَکَائِھِمْ پھر مفسر نے کہا کہ اس قراءۃ پر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مین مفعول بہ سے فصل لازم آتا ہو اور یہ کچھ مضر نہین ہو **قال فی الکمالین** زمخشری نے کشاف مین کہا تھا کہ زبان عربیہ مین مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فصل ہونا ضعیف اور بسبب ضرورت شعری کے گنتی کی چند جگہ آیا ہو پس مفسر نے جو کہا کہ یہ کچھ مضر نہین ہو اس سے قول زمخشری کو رد کر دیا ہے۔ **مترجم** کہتا ہو کہ بیضاوی نے بھی یہان زمخشری کی پیروی کی اور قول زمخشری اختیار کیا ہو۔ وقال صاحب السراج زمخشری کے قول پر ایک جماعت علماء نے انکار کیا باین طور کہ یہ قراءۃ تو متواترہ صحیحہ ہو اور زبان عربی مین اسکی ترکیب صحیح و درست ہو پس روا نہین کہ اس قراءۃ مین یا اسکے نقل کرنے والے مین طعن کرے۔ وقال العلامۃ التفتازانی نے فی الحاشیہ زمخشری کا یہ قول اسکی عادت کے موافق سرزد ہوا کہ قراءت سبعہ متواترہ مین طعن کرتا ہے سو کبھی تو قاری کی خطا کہتا ہو۔ اور کبھی انکے نقل کرنے والے کی خطا بیان کرتا ہو اور یہ دونون اسکی خود غلطیان ہین اسواسطے کہ قراءت متواترہ مین اسی طرح انسے روایات بھی متواتر ہین پھر اسکے بیان مین محقق موصوف نے طول دیا ہو **قال ابن مالک** فی الکافیۃ مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف درحالیکہ دونون کے درمیان مصدر کے مفعول سے فصل ہو تو مذہب مختار کے موافق جائز ہو اسواسطے کہ اسمین کوئی محذور نہین لازم آتا باوجودیکہ فاعل اپنے عامل کے جزو کے مانند ہو پس فصل کچھ مضر نہین ہے **قال المفسر** پھر قتل کی نسبت شرکاء کی طرف اسوجہ سے ہو کہ انھین نے اسکا حکم کیا یعنے انھین شرکاء کے وسوسہ و آمادگی و تزیین سے ان مشرکون نے ایسا کیا **قال الحافظ** سدی نے فرمایا کہ شیاطین نے انکو حکم کیا کہ بیٹیون کو قتل کر ڈالو اس غرض سے تاکہ یہ لوگ ہلاک ہون یا اپنے دین سے بگڑین اور خالص دین پر نہ رہین ایسا ہی قتادہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہو اور واضح ہو کہ بعضے مشرکین بسبب خوف محتاجی کے بھی قتل کر ڈالتے تھے یعنے بخوف اسکے کہ انکی وجہ سے ہمکو مال ضائع کرنا لازم آویگا حالانکہ یہ سب تزیین شیطان تھی اور اللہ تعالے نے اس سے سخت منع فرمایا لیکن یہ لوگ گمراہ مقدر تھے شیطان ہی کی تزیین پر اڑے رہے قال تعالی وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ یعنے یہ سب اللہ تعالے کی مشیت و ارادہ و اختیار سے واقع ہوتا ہو اور اسمین اسکی پوری حکمت ہو وہ جو چاہتا ہو وہی ہوتا ہو پس تو چھوڑ دے انکو اور انکے افترا کو مشرک لوگ اسکو بوساوس شیطانی کرتے تھے اور بازآنا درکنار اسپر یہ افترا باندھتے تھے کہ واللہ امرنا بہذا ہمکو اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا شاید شیطان کے بندے بنگئے تھے اسی کے وساوس کو وحی سمجھتے تھے۔ مایفترون مین ما مصدریہ ہو اور فذرھم مین فا فصیحہ کی دلیل

وَقَالُوْا ھٰذِہٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُھَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِھِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُھُوْرُھَا وَاَنْعَامٌ

اور کہتے ہین یہ مواشی اور کھیتی منع ہو اسکو نہ کھاوے مگر جسکو ہم چاہین اپنے خیال پر اور بعضے مواشی کے پیٹھ پر چڑھنا منع ٹھہرایا ہو اور بعضے مواشی

لَّا یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا افْتِرَآءً عَلَیْہِ سَیَجْزِیْھِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝

ذبح پر نام نہین لیتے اللہ کا اسپر جھوٹھ باندھکر وہ سزا دیگا انکو اس جھوٹھ کی

وَقَالُوْا یہ بیان نوع دیگر از ضلالات مشرکین ہو چنانچہ بیان فرمایا وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر یعنے مشرکین نے تزیین شیطان سے کہا کہ یہ چوپایہ و کھیتی حجر ہو یعنے حرام ہو **قال ابن عباس** الحجر حرام ہو جانور کہ وصیلہ وغیرہ حرام کرتے تھے وکذلک قال مجاہد والضحاک والسدی وقتادہ وعبدالرحمن بن زید اور نیز قتادہ نے کہا کہ انکی مالون مین یہ چیزین شیاطین نے انپر حرام کرائین اور اللہ تعالی کیطرف سے حلال تھین۔ وعن عبدالرحمن بن زید انھون نے اسوجہ سے حرام کرلین کہ بتون کے نام پر چھوڑین اور حرام کرلین مگر حرام بھی اسطرح کہ

جسکو چاہین کھلاوین چنانچہ کہا لَا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ یعنے یہ حرام ہین ان کو کوئی نہ کھاوے مگر وہی جسکو ہم چاہین کذا قال السدی
وقال المفسر ای خدمۃ الاوثان وغیرہم یعنی بتون کی خدمت کرنے والے وغیرہ اور خدمۃ بروزن سفرۃ بفتحات جمع خادم وقال البیضاوی
یعنے خادمان اوثان و مرد نہ عورتین اور قولہ بزعمہم کے یہ معنی کہ اسطرح کی تحریم صرف انکے زعم باطل واوہام ردیئی سے ہین انکے پاس کوئی
حجت نہ تھی صرف شیطانی وساوس پر باتین واعتقادات گڑھ لیے تھے جیسے اس زمانے مین شیخ سدّو کا بکرا کرتے ہین وَاَنْعَامٌ
حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا یعنے اور ان مشرکون نے اپنے زعم پر کہا کہ یہ چوپایہ ہین کہ انکی پیٹھ حرام کی گئی ہے یعنے انپر سواری نہین لیتے تھے
وہ بتون کے نام کے تھے جیسے سوائب وحوامی اور تفسیر انکی قولہ تعالے ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام الآیۃ کی تفسیر مین
گذر چکی ہے وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا اور کچھ چوپایہ ایسے کہ ذبح کے وقت انپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کرتے بلکہ بتون کا نام لیتے
یعنے بتون کے تقرب کے لیے انکا نام لیکر جان مارتے اور اسکو اللہ تعالے کی طرف منسوب کرتے یعنے اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہے
اِفْتِرَآءً عَلَیْهِ پورا جھوٹ وافترا باندھتے اللہ تعالے پر وقد قال تعالے سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ عنقریب او تعالی
ان افترا باندھنے والون کو انکا بدلہ دیگا **قال مجاہدؒ** انکے اونٹون مین ایک قسم کے اونٹ ہوتے کہ نہ اُسپر سوار ہوتے اور نہ دودھ
اور کسی حال مین انپر اللہ تعالے کا نام ذکر نکرتے پھر او تعالے نے ایک نوع دیگر ان کے ضلالات وجہالات سے بیان فرمائی

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ
اور کہتے ہین جو اُن مواشی کے پیٹ مین ہو سو نرا ہمارے مرد کھاوین اور حرام ہے ہماری عورتون کو اور جو مردہ ہو تو اسمین سب

شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ
شریک ہوتے وہ سزا دیگا انکو ان تقریرونکی وہ حکمت والا ہے خبردار

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ ان انعام سے مراد وہ جانور ہین جنکو حرام کر رکھا تھا یعنے ان حرام کیے ہوئے جانورون کے
پیٹ مین جو کچھ ہے خواہ نر بچہ ہو یا مادہ ہو خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا خالص ہے ہمارے مذکر یعنے مردون ولڑکون کے واسطے **قال المفسر**
خالصۃ یعنے حلال۔ اور کسائی واخفش نے کہا کہ خالصۃ کی ہا واسطے مبالغہ کے ہے اور اصل خالص ہے فرا نے کہا کہ تا تانیث ہے بسبب
انعام مونث ہونے کے اور ما فی البطون بھی جنین ہین پس بحسب المعنی تانیث ہونے سے تا آئی والاول اظہر۔ وقال البیضاوی ای
حلال للذکور خاصۃ یعنے حلال ہے واسطے مذکرون کے خاصۃ وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا اور وہ حرام کیا گیا ہمارے ازواج پر یعنی عورتون پر
ازواج جمع زوج بمعنی جفت اور وہ عرب کی زبان مین مرد وعورت دونون پر بولا جاتا ہے جیسے جفت فارسی اور جوڑا اردو مین اور یہان
اس سے جنس مراد ہے یعنے مونثون پر خواہ جورو ہون یا عورتین دیگر یا لڑکیان ہون وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً واضح ہو کہ یکن بالیاء التحتیۃ والفوقیۃ
دونون پڑھا گیا۔ اور معنی مین بھی کان تامہ لیکر میتۃ کو رفع پڑھا گیا اور نیز ناقصہ لیکر نصب پڑھا گیا اور یہ سب ظاہر ومعروف ہے اور حاصل آنکہ
جو کچھ ان انعام محرمہ کے پیٹ مین ہو اگر مردہ ہو تو فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ یہ سب اسمین شریک ہین یعنے اسکے کھانے مین مذکر ومونث دونون
یکسان ہین سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ عنقریب اللہ تعالے بدلا دیگا انکو اسطرح باتین بنانے کا۔ وہ حکیم علیم ہے
وصف سے مراد یہی تحلیل وتحریم ہے۔ واضح ہو کہ ما فی البطون کچھ بچہ مین منحصر نہ تھا بلکہ جن جانورون کو حرام کر رکھا تھا انکا دودھ بھی اسی
تفصیل پر رکھتے اور بحیرہ کا دودھ مرد کھاتے نہ عورتین اور مردار ہوتا تو مرد وعورتین دونو اسمین شریک ہوجاتے اور یہ ابن عباس رض

وشعبی وغیرہ تابعین سے شیخ ابن کثیرؒ نے مفصل ذکر کیا ہی اور کہا کہ قولہ سیجزیہم وصفہم یعنی عنقریب جزا دینگے ہم انکے قول دروغ کی ہذا لقولہ تعالے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب الآیۃ اور مت کہو جسکو تمہاری زبانین دروغ بکتی ہین کہ یہ حلال و یہ حرام ہی تاکہ نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالے پر دروغ کا افترا باندھو - مدرپھر تنبیہ و تحقیق فرمائی

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○

بیشک خراب ہوئے جنھون نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے انکو رزق دیا جھوٹھ باندھکر اللہ پر بیشک بہکے اور نہ آئے راہ پر

ربع

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ اکثر قراء کی قرات مین قتلوا از قتل بتخفیف ہی اور بعض نے تقتیل سے بتشدید تا پڑھا ہی اور اشعار اس سے بار بار قتل ہوگا اور مراد وہی زندہ درگور کر دینے کے طور پر قتل ہی حاصل خوار و خراب ہوئے وہ لوگ جنھون نے اپنی اولاد کو قتل کیا سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ از راہ جہالت کے بدون علم اس بات کے کہ اسمین کیا سخت خواری و کیا بڑی جہالت ہی اور اللہ تعالی ہر ایک کا رازق ہی اور اُسی نے پیدا کیا ہی - اولادہم مین اولاد کو انکی طرف اضافت کیا تاکہ متنبہ ہون کہ کیا بری حرکت کرتے ہین کہ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہین اور نیز انکی تفضیح و تشنیع ہی - اسمین دلیل ہی کہ بندہ کو یہ کہنا روا ہی کہ ہماری اولاد اگرچہ وہ سب اللہ تعالے کی مخلوق و ملک ہی پس جو شخص اسکو باین معنی اپنی طرف نسبت کرے کہ ظہور اسکا اس واسطہ سے ہوا تو صحیح ہی اور جو اسکو اپنی چیز سمجھے وہ خطا کار ہے لیکن محبت و عطوفت بپاس الشی طبعی جائز ہی اور یہ خلاف محبت ایمانی ہی جو بالکل اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کے ساتھ ہونا چاہیئے اور تحقیق اسکی سابق مین ہو چکی ہی پھر قتلوا پر عطف کیا وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ اور حرام جانا اُس چیز کو جو اللہ تعالی نے انکو روزی کی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا افترا و دروغ باندھکے اللہ تعالے پر اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کو جسکو اللہ تعالی نے حلال کیا ہی حرام جانے وہ کافر ہی جیسے حرام کو حلال جاننے والا بھی کافر ہی لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فلان چیز کو اللہ تعالی نے حلال کیا یا حرام کیا ہی اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین مصرح ہی کہ جو کوئی شخص حلال کو حرام کرلے وہ قسم کا کفارہ دے اور اگر ممکن ہی تو قسم پوری کرے پس اُنھون نے کافر نہین کہا تو جواب یہ ہی کہ حرام جاننے اور حرام کر لینے مین فرق ہی مثلاً کشمش کھانا ایک شخص حلال جانتا ہی لیکن اُسنے قسم کھالی کہ مین نہ کھاؤنگا باوجودیکہ وہ بیقین جانتا ہی کہ حلال ہی پس یہ شخص کافر نہوگا اور البتہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت بسبب بیماری کے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا پھر مشرکین کو جو کافر فرمایا تو اس لیئے کہ وہ ان حلال چیزون کو حرام جانتے تھے اور اسپر بہتان بھی باندھتے کہ اللہ تعالے نے حرام کیا ہی اسی واسطے فرمایا قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ دین حق سے برگشتہ ہوئے اور راہ پر نہ آئے اور اگر دین ابراہیم علیہ السلام پر چلتے تو یہ افترا و گمراہی کی باتین نہ نکالتے مگر انھون نے شیطانوں کی باتین مانین اور اپنے وہم پر چلے گمراہ ہوئے پھر تحقیق فرمائی کہ سب اللہ تعالے کی پیدائش ہی بتون کی شرکت کچھ نہیں یہ فقط شیطان کا دھوکا ہی اور سب کا خالق اللہ تعالی ہی

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

اور اُسنے پیدا کیے باغ چھتریون اور بغیر چھتریون کے اور کھجور اور کھیتی کئی طرح پر اُسکا پھل اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝

اور انار آپس مین ملتا اور جدا کھاؤ اسکے پھل مین سے جس وقت پھل لاوے اور دو اسکا حق جس دن کٹے اور بیجا نہ اڑاؤ اسکو خوش نہین آتے اڑا دینے والے

واضح ہو کہ اس تحقیق بیان مین مشرکون کے سبب وہم وخیالات باطلہ کا رد ہی اور مخلوق سے خالق عزوجل کی طرف ہدایت ہی لیکن اسمین جو احکام
ہین وہ مخصوص مشرکون کے ساتھ نہین ہین بلکہ اس حق کی پابندی سب پر واجب ہی لہذا جن امور سے مشرکون پر رد ہی انسے نصیحت لینا چاہیئے
اور جو احکام ہین انکی پابندی کرنی چاہیئے چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وہی او تعالے
سب انتہا قدرت والا پاک پیدا کرنے والا ہی جسنے پیدا کیے باغ معروشات وغیر معروشات انشا، پیدا کرنا جنات جمع جنت کی یعنی باغ اور
کہا گیا کہ جسمین انگور کے درخت ومیوہ ہون - اور مفسرؒ نے جنات کی بساتین سے تفسیر کی جو کہ جمع بستان ہی اور کہا کہ معروشات یعنی زمین پر پھیلے
ہوئے جیسے خربزے کے فالیز ہوتے ہین - اور غیر معروشات جو ساق پر قائم ہون جیسے درخت خرما وغیرہ ہوتے ہین بعض نے کہا کہ جو ٹہنیون اور
کھنبون پر چڑھے ہون وہ معروشات ہین ضحاکؒ سے روایت ہی کہ یہ دونون انگور کے حق مین ہین بعضے تو چڑھے ہوتے ہین اور بعضے زمین پر چھائے
ہوتے ہین - وعن ابن عباسؓ معروشات جنکو لوگون نے لگایا ہو اور غیر معروشات جو جنگل مین خود پیدا ہوئے ہون بالجملہ اس سے ان جاہل
مشرکون کو اپنی عجائب قدرت دیکھنے کو ہوشیار کیا اور سب اپنی خلقت وقدرت کا تماشہ دکھلایا وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور پیدا کیا نخل کو اور
زرع کو یعنی خرما کے درخت اور اناج کی کھیتیان قیل انکو مخصوص بیان کیا بسبب فضیلت کے اگرچہ جنات مین داخل ہین مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ
درحالیکہ مختلف ہین اکل ہر واحد کے یعنی صورت ومزے ہر میوہ واناج کے جدا جدا ہین اور مراد اکل سے ماکول ہین وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ
اور پیدا کیے زیتون وانار مُتَشَابِهًا درحالیکہ متشابہ ہین دونون کے ورق یعنی پتّا ورق بفتحتین ہی جمع آن اوراق - اور بفتح اول و
کسر ثانی بمعنی نذر سکوک اور یہان مراد اول ہی کیونکہ دونکے پتے مشابہ ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ رنگ مین تشابہ مراد ہی عن ابن جریج متشابہ
دیکھنے مین وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنے مزے مین قال البیضاوی مختلفًا حال مقدرہ ہی کیونکہ انشاء کے وقت ایسا موجود نہ تھا - بنا برین
متشابہا مین بھی ہر تفسیر پر یہی حال مقدرہ مراد ہوگا یعنے اسکے حق مین وقت پیدائش کے یہ امر مقدر کیا گیا کہ آیندہ باہم متشابہ ہون منظر مین
اور غیر متشابہ ہون مزے مین كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ کھاؤ اسکے پھلون سے جب پھل آوین قال المفسر یعنے پکنے سے پہلے
قال البیضاوی یعنے اگرچہ ہنوز پختہ نہوے ہون - یہ حکم جو دیا گیا بصیغہ امر تو امر وجوب نہین بلکہ امر اباحت ہی اور یہین سے استدلال کیا گیا
کہ امر کبھی اباحت کے لیئے آتا ہی - بعض نے کہا کہ مقصود اس سے یہ کہ حق واجب ادا کرنے سے پہلے ہمین سے کھانا مباح ہی اور بعض نے
کہا تاکہ یہ وہم نہو کہ بدون پکنے کے اسکا توڑنا کھانا نہین چاہیئے اور بعض نے کہا کہ احسان ہی کہ ان چیزون کا پیدا کرنا بندون کے کھانے کیواسطے
ہی پھر اگر خالق عزوجل کی نافرمانی کرین تو بہت برا ہی اس احسان کو نہ بھولین لہذا فرمایا وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ اور ادا کرو اسکی زکوة کو اسکے
حصاد کے روز خواہ دسوان حصہ شرعًا واجب ہو یا بیسوان حصہ واجب ہو حصاد بالفتح قراءة ابو عمرو ابن کثیر - ابن عامر - عاصم -
ہی اور بالکسر قراءة باقی قرأ کی ہی اور یہ دونون لغت ہین اور معنی یہ کہ آخری وقت پر پہونچکر کاٹ کر تیار ہو جاوے لہذا ابن عباس رضؓ نے
بنا بر روایت علی ابن ابی طلحہ کے کہا کہ یعنی زکوة مفروضہ ادا کرو جس دن اسکا پیمانہ کیا جاوے اور سب ناپ تول معلوم ہو جاوے رہا حصد
بدون الف تو اسکے معنی مطلق کاٹ لینا یا چن لینا بدون اسکے کہ انتہاء وقت معتبر ہو قال سیبویہ جب انتہاء زمانہ مراد ہوتی ہی تو مصدر
کو بر وزن فعال لاتے ہین اور بسا اوقات اسکی فا کو کسرہ دیکر فعال بولتے ہین پھر حق سے یہان کیا مراد ہی زکوة یا اور کوئی حق دیگر واجب یا مستحب

اور وہ اب بھی واجب ہے یا منسوخ ہوا اور بعض نے اختیار کیا کہ مراد زکوٰۃ ہے مگر اسمین اختلاف ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہے کہ تلخیص یہ ہے
کہ ابن عمر و عطا و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہوا کہ انکے نزدیک آیت محکمہ ہے اور مالک پر واجب ہے کہ حصاد کے روز جو مساکین حاضر ہون
انکو ایک لپ وغیرہ کچھ دیدے **قال المترجم** اس زمانہ مین اسی پر فتوی دینا چاہئے کیونکہ صیغہ عشر و زکوٰۃ مفقود ہو گیا ہے۔ انس بن مالک
و ابن عباس و محمد بن الحنفیہ و حسن و نخعی و طاؤس و ابو الشعثا و جابر بن زید و ضحاک و قتادہ و ابن جریج و سعید بن المسیب سے جو مروی ہے
اس سے ثابت ہوا کہ انکے نزدیک اس سے مراد زکوٰۃ ہے یعنی انکہ یہ حق بعد تعیین زکوٰۃ کی مقدار کے منسوخ ہوا اور بجائے اسکے زکوٰۃ متعین ہوئی
ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا اور اسی کی مؤید یہ بات ہے کہ یہ آیت تو مکیہ ہے اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ مین ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا اور
یہی مذہب جمہور اہل علم سلف و خلف و انکے بعد کا ہے اور ابن عباس سے مصرح ہے کہ زکوٰۃ نے قرآن کے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ ایک جماعت
علما نے کہا کہ زکوٰۃ سے ہر صدقہ کا وجوب منسوخ ہوا اور رہا استحباب تو وہ باقی ہے اور نظیر اسکی روزۂ عاشورا ہے کہ بعد رمضان کے
اسکا وجوب منسوخ ہوا اور یہ رہ گیا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے **قال عمر رضی اللہ عنہ** صحابہ کا دستور تھا کہ جو مسکین آجاتا
اسکو کچھ دیتے سوا صدقہ کے یعنے زکوٰۃ کے۔ ابو سعید خدری نے نبی صلعم سے اس آیت مین روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو دانہ بالیون
مین سے گرجاوے۔ رواہ ابن مردویہ و ابن المنذر و ابو الشیخ والنحاس **قال ابن کثیر و ابن عباس** وغیرہم سے جو مذہب نسخ کا
مروی ہوا مجھے اسمین ہے کہ وہ نسخ اصطلاحی نہین بلکہ ایک چیز در اصل واجب تھی پھر زکوٰۃ سے اسکی مقدار و کمیت و تفصیل بیان کر دی گئی
امام احمد و ابو داؤد نے جابر ابن عبد اللہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ہر دس وثق چھوہارے توڑنے والے کو حکم کیا کہ ایک گچھا
لا کر مساکین کے واسطے مسجد مین لٹکا دے **قال ابن کثیر اسنادہ جید قوی قال المترجم** شاید جمہور کے قول پر یہ حکم بھی اول سال
ہجرت یا دوم مین نزول زکوٰۃ سے پہلے ہوگا واللہ اعلم۔ اور بنا بر مذہب اول کے سوائے زکوٰۃ کے ہوگا عن ابی العالیہ سوائے زکوٰۃ کے
صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ دیتے تھے **قال المترجم** شاید معنی یہ ہین کہ بجز زکوٰۃ کے کوئی اور صدقہ بندھا ہوا نہ تھا اور نہ تصدق کرنا تو
صحاح و آثار مین بہت ثابت ہے و من اختار المذہب الاول من المتأخرین الواحدی والرازی وقد اشار المترجم الی اہل الفتوی نے
ہذا الزمان ان لو تأملوا فیما نزل بالناس واتقوا ہذا احب الی مما انتدا رہ الجمہور واللہ اعلم وہو الموفق للصواب۔ وَلَا تُسْرِفُوْا اور مت اسراف
کرو یعنے سب پیداوار صدقہ کرنے مین حتی کہ تمہارے عیال کے لیئے کچھ نہ باقی رہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ اور تعالے نہین دوست
نہین رکھتا مسرفون کو یعنے حد سے تجاوز کرنے والون کو نہین چاہتا **قال ابو العالیہ** حصاد کے روز صحابہ رض کچھ دیتے تھے پھر اسمین حد سے
زیادہ دینا شروع کیا اور اسراف کیا تو اللہ تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا عن ابن جریج اس آیت کا سبب حضرت ثابت بن قیس بن شماس
ہوئے کہ انھون نے اپنا باغ خرما توڑا اور کہا کہ نہین آویگا آج کوئی میرے پاس مگر آنکہ مین اسکو دونگا پس برابر دیتے رہے یہانتک
کہ شام کو انکے پاس کوئی چھوہارا نہ رہا تو نازل ہوا کہ ولا تسرفوا انہ لا یحب الآیہ۔ رواہ ابن جریر عنہ۔ ابن جریج نے عطاء رح سے روایت
کی کہ ہر چیز مین اسراف کرنے سے منع کر دیئے گئے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ جس مین تو حکم الٰہی سے تجاوز کرے وہ اسراف ہے سدی رح نے
کہا کہ اپنے مال کو اسطرح مت دو کہ محتاج ہو کر بیٹھ رہو سعید بن المسیب و محمد بن کعب نے کہا کہ صدقہ دینے سے ہاتھ مت روکو یہانتک
کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرو **قال المترجم** اس قول مین اور اقوال اولے مین اسراف بمعنی حد سے تجاوز ہے لیکن اول مین تو بیان کیا
کہ دینے مین اسراف نہ کرو۔ اور قول دوم مین بیان کیا اسکا کہ بخل کی طرف تجاوز نہ کرو یعنے نہ دو یہانتک کہ بخل تک نوبت پہونچے و قال

مقاتل یعنے زرع و انعام مین بتون و شیاطانون کا حق مانکر شرک نہ کرو **قال الزہری** یعنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے طور پر خرچ کرو **قال الحافظ** پھر ابن جریر نے یہان عطاؒ کا قول اختیار کیا کہ ہر چیز مین اسراف سے ممانعت مراد ہے۔ اسمین شک نہین کہ یہ قول صحیح ہے لیکن و اللہ اعلم سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے مین اسراف نہ کرنا مراد ہے یعنے کھانے مین اسراف مت کرو کیونکہ اسمین عقل و بدن کو مضرت ہے بمانند قولہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ۔ اور صحیح بخاری مین ہے کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو بدون اسراف کے اور بدون اترانے کے **قال المترجم** سیاق تو مذمت مشرکین ہے کہ بیجا تحریم و تحلیل کرتے تھے پس اظہر و اشمل قول ابن جریرؒ ہے واللہ اعلم پھر قولہ انہ لا یحب المسرفین جملہ معترضہ ہے کیونکہ تمام سیاق تحقیق ختم نہوا جیسا کہ آیات مابعد سے واضح ہے۔ اور واضح رہے کہ واپر کے اقوال سے نکلا کہ خیرات مین بھی اسراف جاری ہوتا ہے چنانچہ ابدا بمن تعول حدیث صحیح مین حکم ہے کہ پہلے اپنے عیال سے شروع کر یعنے پھر جو بچے تو اوروں کو صدقہ دے۔ وعن مجاہد رحمہ اللہ اگر تو کوہ ابوقبیس کے برابر خدا کی عبادت مین خرچ کر دے تو یہ اسراف نہوگا اور اگر آدھ سیر اسکی نافرمانی مین خرچ کرے تو اسراف ہے **قال المترجم** سلف کے اقوال اس بارہ مین بہت ہین اور انمین باہم اختلاف نہین ہے چنانچہ قول مجاہدؒ سیاق دربیان اسراف ہے یعنے معصیت الٰہی مین ذرا سا بھی اسراف ہے اور عبادت مین بہت بھی محمود ہے پس جو شخص کہ پہاڑ برابر راہ خدا مین خرچ کرنے کی استطاعت پاوے اسکو ثواب ہے پس اگر اسطرح خرچ کیا کہ عیال بھوکے رہے اور غیرون کو دیدیا تو اسنے عبادت کے موافق خرچ نہ کیا پس معصیت ہوئی اور اس سے ظاہر ہوا کہ اسکے طریقہ مین اعتماد حدیث صحیح پر ہے جو سابق مین اپنے مقام پر مذکور ہو چکی ہے فتذکر **فی العرائس** قولہ وہو الذی انشا جنات معروشات وغیر معروشات عارفون کے دلون مین اللہ تعالےٰ نے انوار باطن کے باغ آگائے ہین جنمین مشاہدات و مکاشفات و جمال و وصال و مودت و قرب وغیرہ کے مختلف طرح طرح کے پھل پھول ہین پس بعض کے حقائق معاملات و حالات مانند قسم انگور کے محروس ہین باین صفت کہ اُسکے ثمرات درگاہ قدیم سے متصل اور اسکے انوار آسمان یقین تک ساطع ہین اور یہ اُن افعال و اقوال کا نتیجہ ہے جو کمال صدق و صفاء قلب سے بندہ کے دل سے اللہ تعالےٰ نے جذب فرماکر اس شربت کو پہونچایا لقولہ تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بعض انمین سے غیر معروش ہین جو کہ ہموم و غموم پر چڑھے رہگئے اور یہ مشیت و ارادہ الٰہی ہے تاکہ اسکو ہر مرید و طالب صادق وہان سے لیوے اور یہ عین ایمان ہے جو زمین دل مین ثابت اور اُسکی شاخین آسمان پر ہین کما قال تعالیٰ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء **مترجم** کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے مومن کی مثال درخت نخل یعنے چھوہارے سے اور کافر و مشرک کی مثال درخت پیاز و لہسن کے مانند سے بیان کی اور حدیث صحیح مین بھی ایسی مثالین آئی ہین اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمثیل باعتبار ایمان و کفر وغیرہ اعمال کے ہے اور یہ متعین ہے کہ ان اعمال و اقوال پر آثار قرب و نور و شرح الصدر و رجوع بجانب دار الخلود و دنیا سے بے رغبتی و استعداد موت وغیرہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ سب احادیث و آثار مین مصرح ہین اور دیگر امور شدت و محبت و مودت وغیرہ کثرت سے بھی مصرح ہین اور دیگر لوازمات کی طرف اشارہ ہے جنکی توضیح مطیع منیع سنت و کتاب اولیاء اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہے **مترجم** کہتا ہے کہ اب تجھکو یہ وہم نہو کہ آیات مین باغ پیدا کرنے کا بیان ہے اور شیخ روزبہانؒ نے اسکو عبارت آرائی و شاعرانہ خیالات پر محمول کیا کیونکہ مترجم نے مصرح کر دیا کہ کمال بلاغت کلام یہ ہے کہ اس سے علاوہ کامل عین مضمون کے جنکے واسطے بیان ہوا ہے دیگر اشارات مفید و مقصود ظاہر ہون اور غیر معروشات کی تفسیر گذری کہ اسکو ہر ایک پاجاوے یعنے زمین مین پھیلے ہوے مانند بطیخ وغیرہ کے ظاہر ہین پس اور ایک ایمان ہر مومن کے ساتھ نعمت ہے جیسے ثابت ہو گیا

تو واضح ہو کہ جنات معروشات وغیر معروشات کا اشارہ تو شیخؒ نے بیان کر دیا اب زرع کا بیان رہا تو شیخ نے کہا کہ اگی کھیتون مین تخم محبت
جمتے ہین جنکے مزے طرح طرح کے ہوتے ہین چنانچہ اقرار و تقدیس و شوق و عشق و خوف و امید و عصمت و معرفت و توحید و تجرید۔ اپنی اپنی
استعداد ازلی سے نشو و نما پاتے ہین جیسے ظاہر مین ہر اناج کی شکل و صورت و مزہ مختلف ہوتا ہو۔ پھر زیتون اسکا اخلاص ہو جو بینا و وصال سے
بدہن نور جمال و صبغ صبح جلال پیدا ہوتا ہو اور جو فرمایا کہ متشابہا تو ہر ایک بین منظر نور تجلی سے التباس ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا
الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب
اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٔ علیم۔ اور نیز اسکا وصف فرمایا بقولہ تعالیٰ وشجرۃ تخرج من طور سیناء تنبت بالدہن وصبغ للآکلین۔ اور یہین سے
خطاب فرمایا اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بقولہ تعالیٰ نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یاموسیٰ انی انا اللہ الآیہ پھر انار
یعنی انار کو جو فرمایا تو وہ درخت الہام ہے جس کا پھل حقائق حکمت اور دقائق قدرت ہین قولہ متشابہا وغیر متشابہ یہ امور مذکورہ بعض سے
بعض قریب ہین اور بعض سے بعضے بعید ہین کیونکہ بعض حالات و بعض معاملات و بعض واردات و بعض مکاشفات و بعض اسرار و بعض انوار ہین
قال المترجم یہ کوئی بدون قدرت و رضائے الٰہی کے کسی اور شخص سے پیدا نہین ہو سکتے اور تمام جہان مین جو ظاہر ہین درختان میوہ دار
پیدا ہوتے ہین اور کھیتیان اُگتی ہین انمین باغبان و کاشتکار کو جتنی مداخلت ہوتی ہو وہی اور ونکا آدمیون کے قلوب مین ہو اور جو زمینون کا
حال ہو کہ کہا و راد سر شجر وغیرہ ہین کسی مین میوہ اور کسی مین تو اکہ اور کسی مین اناج عمدہ اور کسی مین گھٹیا اور کسی مین ساگ پات اور کسی مین لکڑی جلانے کی اور کسی مین
جانورون کی گھاس ہی پیدا ہوتے ہین اور بعضی ایسی ناقص ہین کہ انمین کچھ بھی نہین پیدا ہوتا اسی طرح قلوب بنی آدم ہین اور یہ مثال حدیث صحیح
مین بھی مذکور ہوئی ہو جسکو مترجم نے پارۂ اول مین مع تشریح قول الشیخ محی الدین بن العربی ذکر کیا ہو پس یہ سب پوری مثال ہو اور کیا اچھی تمثیل ہو
اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو شور و کہاری زمین سے اگا دے لیکن اُسنے نہین چاہا اور عجب ہو کہ لوگ دیکھتے ہین اور یہان قدرت الٰہی مین شک
نہین لاتے حالانکہ کافر و مشرک مین تقدیر و مشیت مین منافق و متردد ہو جاتے ہین اللہم اہدنی فیمن ہدیت واغفر لی انک انت الغفور الرحیم اور
ہرگز وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہین ہدایت پر نہونگے جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاوین اور یہ سمجھین کہ وہ کس کھیت کی مولی ہین جو تمام حکمت الٰہی کو
سمجھ جاوین ایک ناچیز بلکہ ہیچ مخلوق پس وہ بڑا گدھا ہو جو اس حوض مین پڑا کہ تقدیر سے واقف ہو پس اے اہل ایمان ثابت رہو اور اخلاق پر
احکام الٰہی سے تقویٰ کرو والسلام **قال الشیخ** پھر ان باغون کے پروردگار مالک ذوالجلال نے بندون کو خطاب فرمایا کہ ان پھلون
و میوہ جات سے ضرور انتفاع حاصل کرین تاکہ قوت ایمان و نور یقین بڑھ جائے اسی واسطے فرمایا کلوا من ثمرہ اذا اثمر۔ پھر بندون کو حکم
دیا کہ ان نعمتون کی زکوٰۃ مریدون و طالبون کو بیان و ہدایت و نصیحت و اتباع سنت سے مع بیان مقامات و حالات کے ادا کرین بقولہ تعالیٰ
وآتوا حقہ یوم حصادہ یعنی جب احوال اعمال مستقیم و کامل ہون تب ایسا کرو **قال المترجم** اسمین تصریح ہو کہ کسی شخص کو وہ انہین کہ بدون
اپنی اصلاح کے مقامات و حقائق کو بیان کرے اور بہت سے مشائخ نے یہ تصریح کر دی ہو اور مکاری و فریب سے عارف بننا
آخرکار گمراہی ہو اور نصیحت اعمال شرع کی علی العموم فرض ہو جیسے اپنے نفس کی اصلاح فرض ہو اور پیر بننا بڑے خطرہ کا مقام ہو اکثر ایسا
ہوتا ہو کہ آدمی اچھا ہی پھر پیر بنکر عجب و غرور شیطانی ہو ساتھ مین پڑکر بدتر ہو گیا اللہم انی اعوذ بک **قال الشیخ** پھر لوگون کو حکم کیا کہ یہ نعمتین
ان بندون سے جو اسکے لائق و مستحق ہون دریغ نکرین بقولہ تعالیٰ ولا تسرفوا کیونکہ مستحق کو نہ دینا ظلم ہو جیسے غیر مستحق کو دینا اسراف ہے
قال المترجم عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت ہو کہ یہ خطاب مسلمانون کے سردارون کو ہو جو زکوٰۃ وصول کرتے ہین چنانچہ انکو

حکم دیا کہ حق واجب سے بڑھتی نہ لیوین اور غیر مستحق کو نہ دیوین پس جو اشارہ شیخ نے ذکر کیا انھین حضرت ابن زید کے قول پر مستقیم ہے اور توضیح اشارہ یہ ہے کہ ہر عارف کو ان مقامات سے جسقدر پھل ملا ہو اس سے زیادہ حق ظاہر نہ کرے اور ان علوم مین سے غیر مستحق کو نہ دیوے اور حاصل یہ کہ لوگون کی تعلیم مین انکو درجہ بدرجہ چڑھاوے حتی کہ جسقدر قلب انکا صاف ہوگا اسی قدر انوار سے اور فہم خطاب سے آگاہ ہونگے پس جسنے مبتدی کو اسرار سنائے اُسنے اسکو گمراہ کیا اور اپنے اوپر وبال لیا فافہم۔ قولہ تعالی انہ لا یحب المسرفین۔ بعد اسکے وہ شخص خود ان باغون و انوار سے محجوب ہوگا۔ اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے جسکو عطا فرماوے وہی بندہ ہے اور جو بندہ ہے اسی کو عطا ہوتے ہین کیا اچھے باغ ہین کیا خوب حالات ہین کیا پاکیزہ بلبل ہین کیا خوبصورت انکی تسبیح ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم حضرت استاذ نے اس آیت مین فرمایا کہ ظاہری باغون سے جو قدرت الٰہی سے تمام روئے زمین پر نظر ڈالنے سے پیدا ہوتے ہین انسے باطن وقلوب کے باغ بہت ہی خوب ہین گویا یہ مجاز اور وہ حقیقت ہین انکی سرسبزی وشادابی اور انکے چاند وسورج وانکے آب وتاب کا کیا کہنا انکی زکوٰۃ شکر نعمت ہے اس سے بہت بڑھاؤ رہو والحمد للہ رب العٰلمین

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۚ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اور پیدا کیے مواشی مین لدنے والے اور دبے کھاؤ اللہ کے رزق مین سے اور مت چلو شیطان کے قدمون پر وہ تمھارا دشمن صریح ہے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ مین سے دو اور بکری مین سے دو پوچھ تو کہ دونون نر حرام کیے ہین یا دونون یا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ

وہ جو لپٹ رہا ہے مادون کے پیٹ مین بتاؤ مجھکو سند اگر تم سچے ہو اور پیدا کیے اونٹ مین دو اور گائے مین

اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

دو پوچھ تو دونون نر حرام کیے ہین یا دونون مادہ یا جو لپٹ رہا ہے مادون کے پیٹ مین یا تم حاضر تھے

اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ

جسوقت اللہ نے تمکو یہ کہدیا تھا پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹھ باندھے اللہ پر تا لوگون کو بہکاوے بغیر تحقیق

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

بیشک اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگونکو

بقیہ تحقیق اور تنبیہ کو اللہ تعالی نے مشرکون کے رد اور مومنون کی ہدایت کیلیے بیان فرمایا وَمِنَ الْاَنْعَامِ انعام جمع نعم غالب استعمال اسکا اونٹ وگائے وبکری کے انواع مین ہے اور تحقیق او پر گذری ہے یعنی اور اُسی پاک پروردگار خالق متعال نے پیدا کیے جملہ جانور اور انھین سے انعام سے کر دیے حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا حمولہ وفرش۔ پس حمولہ بروزن فعولہ بمعنی فاعل جسمین تذکیر وتانیث یکسان لفظ سے آتی ہے قال المفسر ایسے انعام جو لادنے کے کام کے لائق ہین مانند بڑے اونٹون کے۔ اور فرش وہ جو بوجھ لادنے کے لائق نہین جیسے چھوٹے اونٹ وبکریان انکو فرش اسواسطے کہتے کہ مانند زمین کے مفروش ہین یا زمین پر فرش ہین بسبب زمین سے نزدیک ہونے کے عن عبد اللہ بن مسعود رض حمولہ وہ اونٹ جنپر لادا جاتا ہے وفرش چھوٹے اونٹ، رواہ الحاکم وصححہ وکذا قال ابن عباس ومجاہد اور علی بن ابی طلحہ نے

ابن عباس سے روایت کی کہ حمولہ تو اونٹ وگھوڑے وخچر وگدھے وہر جانور جسپر لادا جاوے اور فرش وہ بکری بھیڑی ہین اسی کو ابن جریر نے
اختیار کیا اور کہا کہ میرے خیال مین فرش اسوجہ سے کہا گیا کہ زمین سے نزدیک زیادہ ہوتے ہین **قال المترجم** تفسیر بنابرانکہ انعام کا لفظ
جملہ چوپایہ کو سوائے درندے واسکے مانند کے شامل ہو ربیع بن انس وحسن وضحاک وقتادہ وغیرہ نے کہا کہ حمولہ اونٹ وگائے اور فرش بکریان
مفسر رحمہ اللہ نے شاید قول ابن عباس بروایت علی بن ابی طلحہ اختیار کیا کما یظہر من ظاہر کلامہ اور زجاج نے کہا کہ اہل لغت کا اجماع ہو کہ
فرش چھوٹے اونٹ ہین كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو تمکو اللہ تعالےٰ نے رزق دیا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
خطوات جمع خطوہ قدم اور مراد طریقے ہین یعنے بعض کو ان انعام مین حرام وبعض کو حلال سمجھتے ہین جو شیطانی طریقون کی تمنے پابندی کی ہو وہ
چھوڑ دو اور جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے واسطے حلال کیا اسکو کھاؤ اور شکر الٰہی ادا کرو اور ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کرو تاکہ کمال قربت
الٰہی کو پہونچو اور شیطان سے ہوشیار رہو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ مبین العداوة۔ وہ یعنی شیطان تمہارا کھلا دشمن ہو اسنے تمہارے
باپ آدم کو جنت سے نکالا اور تمہاری گمراہی کا بیڑا اٹھایا ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون تم مین سے بہت سے گروہ اگلون کے
اسنے گمراہ کرڈالے یہانتک کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے پھرے آخرکار جنت سے مختلف عذاب الٰہی سے ہلاک ہوے اب بھی کیا تم
نہین سمجھتے ہو یہانتک کہ شیطان کے حرام بتلانے سے حرام سمجھنے لگتے اور حلال بتلانے سے حلال رکھتے ہو حالانکہ یہ الٹی بات ہو چنانچہ
اسنے پاکیزہ گوشت سانڈ اونٹ وغیرہ کا تمپر حرام کیا اسکو تم نہین کھاتے اور خون کو جمع کرکے اسکے ٹھکلے کے ٹھکلے کاٹ کر کھاتے اور مردار
جانور اور کھال اور ایسی ہی ناپاک چیزین کھائے جاتے ہو تمکو ذرا بھی عقل نہین آتی پھر اسپر تمکو اسنے بیوقوف بنایا کہ آخر تمنے اللہ تعالیٰ پر افترا
باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایسا حکم دیا ہو قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ اللہ تعالیٰ کبھی فحش باتون کا حکم نہین فرمایا پھر اللہ تعالیٰ عز وجل نے
حمولہ وفرش کو بیان کرکے انکو تنبیہ فرمائی کہ تم شیطان کے مسخر بنے اور عقل کو دور پڑے ہو ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ بدل واقع ہو حمولہ وفرشا کا یعنی انعام حمولہ وفرش
جملہ ثمانیہ ازواج ہین یعنے چار جوڑ ہین چار صنف کے۔ اور ازواج جمع زوج کی کبھی بمعنی صنف آتا ہو اور مفسر وغیرہ نے ازواج بمعنی اصناف
لیا ہو اور بیضاوی نے کہا کہ زوج وہ کہ اسکے ساتھ جنس کا دوسرا اسکا مزاوج ہو اور کبھی ان دونون کے مجموعہ کو کہتے ہین یہان معنی اول
مراد ہین حاصل آنکہ واحد اگر ایسا ہو کہ منفرد ہو خواہ نر ہو یا مادہ تو اسکو فرد بولتے ہین اور اگر اسکے ساتھ اسکی جنس سے جمع ہو جاوے ایک مذکر اور
ایک مونث تو دونون کو بھی کبھی زوج کہتے ہین اور ہر ایک کو بھی اس حالت مین زوج کہتے ہین اور رہا مونث کو زوجہ کہنا تو یہ عوام کی بولی ہو
عرب والے زوج ہی کہتے ہین اور دونون کو زوجان بولتے ہین کما فی قولہ وجعل منہ الزوجین الذکر والانثیٰ اسلیوسطے یہان چار جوڑ کو آٹھ زوج
فرمایا مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ اے زوجین اثنین الذکر والانثیٰ یعنی ضان سے دو زوج نر و مادہ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور معز سے بھی دو زوج نر و مادہ
الضان جمع ضائن اور مادہ کو ضائنہ کہتے ہین اور یہان بکریون کی قسم ہو جنپر صوف یعنی پشم ہوتی ہو اور معز اسکے برخلاف جنکے بال اور چھوٹی دم
ہوتی ہو پس ضان کے نر کو کبش کہتے ہین اور مادہ کو نعجہ کہتے ہین اور معز کے نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہین پس ثمانیہ ازواج مین سے اربعہ یعنے
چار کو کیوں ذکر کیا کہ مشرکین انہین خاص خاص تحلیل وتحریم شیطانی کے معتقد تھے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا ہو تو انکو ذکر کرکے فرمایا قُلْ
یا محمد لمن حرم ذکور الانعام تارة واناثہا اخری ونسب ذلک الی اللہ تعالےٰ افتراء علیہ یعنے کہدے اے محمد ہر ایسے مشرک سے جسنے کبھی انعام
کے نر کو حرام سمجھا اور کسی صورت مین مادہ کو حرام جانا اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یون ہی حکم دیا ہو پس ایسے
مشرک سے کہہ کہ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ بھلا ہر دو مذکر ضان ومعز کو حرام کیا یعنے کبش وتیس کو حرام کیا ہو اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونون

کے مادہ یعنی بھیڑ وعنز کو حرام کیا اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا وہ کہ مشتمل ہوا اسپر ہر دو مادہ کا بچہ دان خواہ نر ہو یا مادہ ہو نَبِّئُونِي
بِعِلْمٍ یعنی کیفیۃ تحریم ذلک آگاہ کرو مجھکو علم کے ساتھ اسکی تحریم کی کیفیت سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ اللہ تعالے نے بیشک
اسکو حرام کیا ہے معنی یہ ہین کہ کس اصل پر تمکو تحریم بتلائی گئی ہے اگر از جانب ذکورہ ہے یعنے نر ہونے کی جہت سے تحریم آئی ہے تو سب نر حرام ہوئے
پس بعض کی تخصیص کیون کرتے ہو اور اگر مؤنث ہونے کی جہت سے ہے تو جملہ مؤنث حرام ہوئین اور اگر اشتمال رحم سے تحریم آجاتی ہے تو نر و مادہ
دونون حرام ہین کیونکہ دونون قطعًا رحم سے متولد ہین پھر یہ تخصیص بعض کی کہان سے ہوئی یہ استفہام انکاری ہے آیت مین دلیل ہے کہ قواعد شرعی
اصول پر ہین اور متفرق باتین نہین ہین چنانچہ کل مسکر حرام وغیرہ بعلت سکر مصرح ہین اور اہل اسلام مین علماء اصول الفقہ رحمہم اللہ تعالی نے انہین
کوشش کی اللہ تعالی سب پر رحم کامل فرماوے پس جسنے انکو ممنوع سمجھا وہ بیوقوف ہے اور نیز آیت مین دلیل ہے کہ ہر تحلیل وتحریم وغیرہ مین علم
شرعی معتبر ہے وہ ادلہ فقہ یعنی کتاب اللہ تعالی وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت و آخر مین قیاس مجتہد ہے اور قیاس کے معنی یہ ہین کہ ظاہر کرنا
دلیل کا اس صورت ومسئلہ مین یہ حکم اللہ تعالی کا نکلتا ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ قیاس کرکے مجتہد خود کوئی حکم بنا دے حتی کہ اگر مجتہد کو کسی مسئلہ مین
کوئی حکم الہی ظاہر نہو تو وہ خاموش رہے اور نیز واضح رہے کہ بہت سے امور ایسے ہین کہ انمین عقل کو مجال نہین جیسے نمازون کی رکعات اور مثلاً عید کے
دن روزہ حرام ہے اور جیسے دارمی وغیرہ کی روایت مین ثابت ہوا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی صلعم مین ایک حلقہ کرکے بیٹھے اور اسی طرح ذکر کرنے کا طریقہ
نکالا کہ سب کے سب سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھو پھر سب کے سب الحمد للہ الحمد للہ پڑھو اسی طرح پس عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے
اسکو بدعت قرار دیا اور ان لوگون نے کہا کہ یہ تو فقط یاد الہی ہے مگر آپ نے ملامت کی اور فرمایا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین گذرا کہ حضرت
صلعم کے برتن ثابت موجود ہین مگر تمنے بدعتین نکالین راوی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ اکثر انمین سے خارجیون کے ساتھ مارے گئے
بالجملہ جو امور توقیفی ہین انپر کوئی اصل نہین باندھی جاتی ہے اور یہ سب مفصل علماء اصول فقہ رحمہم اللہ نے بیان کردیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی
ایسے شخص کے حق مین جو رائے سے کوئی مسئلہ بیان کرے دلیل شرعی سے سزا دینا ظاہر فرماتے تھے اور یہی کتب مین مذکور ہے بالجملہ
آیت مین مشرکون پر ملامت کی کہ کون علم شرعی تمہارے پاس ہے جس سے تم یہ تحریم وتحلیل کا حکم ظاہر کرتے ہو حالانکہ سوا دلیل شرعی
کے کوئی علم وفن ہو وہ قطعی دربارہ غیب کے نہین ہے پھر اسی طرح دوسری قسم یعنی باقی چار ازواج کے بارہ مین فرمایا وَمِنَ الْاِبِلِ
اثْنَيْنِ اونٹ سے نر و مادہ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے سے نر و مادہ پیدا کئین قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یعنے انمین بھی از جانب ذکورت حرمت ہے تو سب نر اور از جانب انوثت ہے تو سب مادہ اور اشتمال رحم ہے تو دونون حرام
ہین حتی کہ چھوٹے سے بڑے تک اور ماسوائے انکے جو تمکو نہین انمین بھی یہ بات تم نے کس اصول شرع پر قرار دی ہے مشرکون پاس اسکا
جواب کہان تھا وہ تو شیطان کی شرع مانتے تھے اور اسی کے وسوسے سے اللہ تعالے پر افترا کرتے پھر افترا و باطل سب بے بنیاد ہین
وہ کہان تک چل سکتے ہین ۔ لامحالہ لاجواب ہوئے پھر انکو اور بھی تبکیت کی اور شرمندہ کیا بقولہ اَمْ كُنْتُمْ اے بل كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ
وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا یعلم وحی تو نہین ہے بلکہ یہ کہو تم وہان حاضر موجود تھے جب اللہ تعالے نے تمکو اس تحریم کی وصیت فرمائی پس تمنے
اسپر اعتماد کیا اور کہنے لگے کہ اللہ امرنا بہا اللہ تعالے نے ہمکو اسکا حکم کیا ہے حاصل آنکہ یہ سب تو کچھ نہین پس ضرور تم اس دعوے مین
جھوٹے ہو افترا باندھتے ہو اور ڈرو اللہ تعالے سے کہ خواہ مخواہ مروگے اور مرتے ہی عذاب مین پڑو گے واضح ہو کہ بعض کو یہ وہم
ہوا کہ شرع مین بعض امور توقیفی ہین کہ جہانتک بتلائے گئے ہین انھین تک واقفیت ہے اسپر قیاس نہین ہوسکتا لہذا مشرکین اپنے افترا کی

تحریم و تحلیل کو بھی توقیفی کہہ سکتے تھے پس رد کیونکر ہوا تو جواب اس وہم کا یہ ہے کہ مشرکین نے اسکو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا تھا اسکو رد کر دیا کہ تم
علم شرع سے بتلاؤ کہ چار ازواج ضان و معز میں اور چار ازواج ابل و بقر میں تمنے کس شرع ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے یہ تحریم و تحلیل
و بحیرہ و سائبہ جانا کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت میں نہ تھا تو کسی قیاسی قاعدہ سے نکالا ہوگا کیونکہ توقیفی تو ثابت نہیں پس علت بھی ذکورت و انوثت
و اشتمال رحم کی باطل علاوہ بریں انعام میں سے فقط ابل کے ساتھ یہ خصوصیت کس جہت سے ہے پس جب توقیفی نہیں اور نہ کوئی اصل شرعی ہے تو
شاید تمنے خود حاضر ہو کر سنا ہوگا یہ بالضرور باطل پس خواہ مخواہ تم جھوٹے ہوا اور امام فخر رازی نے کبیر میں معنی آیت میں دو وجہ دیگر لکھیں ایک یہ
کہ یہ کلام انکے قول کا باطل ہونا ثابت کرنے پر استدلال نہیں بلکہ استفہام انکاری ہے یعنے تم کسی نبی کی نبوت کا اقرار و اعتراف نہیں کرتے تو کیونکر
کہتے ہو کہ یہ حلال ہوا اور وہ حرام ہے اور دوم آنکہ اللہ تعالےٰ نے انعام کے آٹھ ازواج بیان فرمائے تو تمنے بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام کی تخصیص
فقط جنس اونٹ سے کیونکر رکھی اور باقی تین اقسام میں کیوں چھوڑی ہے **قال المترجم** رازیؒ نے ان دونوں وجہوں کو اپنی طرف منسوب کیا۔
ولیکن مترجم کے نزدیک دونوں وجہیں بہت ضعیف ہیں اور شاید یہ گریز فقط اسی وہم سے ہے جو **مترجم** نے بیان کر دیا اور امید ہے کہ انشاء اللہ
تعالےٰ جس طرح مترجم نے دفع وہم میں بتوفیق الٰہی تقریر کر دی ہے اب کسی کو وہم کی گنجائش نہو گی والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ ثابت ہوا
کہ مشرکون نے شیطانی احکام کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا لہذا فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ اے لا احد اظلم مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ
کَذِبًا کوئی نہیں بڑھکر ظالم ایسے شخص سے جسنے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا دروغ ان تحریم و تحلیل مذکورہ میں لِیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ
تا کہ گمراہ کرے لوگوں کو بدون علم کے یعنی جہالت سے **قال الخطیب فی السراج المنیر** یعنی بدون علم شرعی کے لوگوں کے
گمراہ کرنے کے واسطے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا تو اس سے زیادہ کوئی ظالم نہیں ہے جیسے عمرو بن لحی تھا جسنے سب سے پہلے بحیرہ کرنا اور
سائبہ چھوڑنا نکالا اور دین ابراہیم علیہ السلام کو بگاڑا اور اسی وعید میں ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو عمرو بن لحی کے طرز پر ہو یا نئی نکالے کوئی ایسی
بات جسکا حکم اللہ تعالیٰ نے یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور اسکو اللہ تعالےٰ کا حکم بتا دے یعنی شرعی بات بتلا دے پس
وہ بھی ظالم ہے اور اس وعید میں داخل ہے کیونکہ لفظ عام ہے تو تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے تو جس جس کسی نے داخل کی دین اسلام میں ایسی کوئی بات
جو اس دین میں نہیں تو وہ اس وعید میں داخل ہے انتہی ترجمہ قول الخطیبؒ اور اسی طرف **شیخ حافظ ابن کثیرؒ** نے اشارہ کیا ہے۔ بالجملہ
بالاجماع سلامتی کی راہ یہ ہے کہ آدمی ظاہری اعمال میں انکو بہت کافی سمجھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم و سلف صالحین کے وقت میں تھیں اور
ایسے اپنے نفس کی اصلاح کرکے راہ شریعت سے مقصود طریقت تک پہونچنے کی اللہ تعالےٰ سے دعا کرے اور شیطان کے وسوسہ
و اوہام سے بچ جاوے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو چھین نہیں لیگا بلکہ علماء اٹھا دینگے یہانتک کہ جب لوگ جاہلوں کو
پیشوا بنا دینگے تو خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرینگے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اللہ تعالےٰ ہدایت نہیں دیتا قوم ظالم کو
منجملہ ظلم کے یہ ہے کہ عالم کی بات نہ مانے کیونکہ نفس پر گراں ہوگی اور شیطان کے مخالف ہوگی اور مان لے جاہل کی بات جو عالم و درویش کی صورت
میں ہوتے ہیں اور نتیجہ اسکا یہ کہ گمراہ ہو جاوے نعوذ باللہ منہ **ف فی العرائس** قولہ تعالےٰ ومن الانعام حمولۃ و فرشا اشباح و ارواح
و قلوب و عقول و اسرار کے واسطے رزق علیحدہ ہے پس اشباح کا رزق وہ ہے جو عالم فعل میں موافق علم کے انکے واسطے پاکیزہ و حلال ہو اور
رزق ارواح مشاہدہ تجلی صفات ہے اور رزق وہ انوار غیوب ہیں جو اسکو منکشف ہوں رزق عقول وہ انوار آیات جو اسکو لائح ہوں۔ رزق
اسرار وہ دیدار ذات سے جو علوم خاص اسکو نصیب ہوں۔ استاذؒ نے فرمایا کہ رزق وہ ہے جس سے انتفاع حاصل ہو اسکی دو قسمیں ہیں

رزق ظواہر اور رزق سرائر پس اول تو وجود نعمت غیر متناہی ہے اور دوم شہود کرم ہے بلکہ عدم مین گمنام ہوجانا یعنی خودی سے فانی ہوجانا اور قلب کیواسطے
رزق ہے اور وہ عرفان کی دلیل سے تحقیق حاصل کرنا اور روح کے واسطے رزق ہے اور وہ محبت اسطرح کہ سچائی سے تمام موجودات عالم سے احتراز
کرے اور سر باطن کے واسطے رزق ہے اور وہ ایسا شہود ہے کہ اسی کے قریب معاینہ و دیدار ہے یعنے جو قیامت مین حاصل ہوگا دیدار اسرار اسکا نمونہ ہے
واللہ اعلم بالصواب پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کے طریقہ کا بہالت و گمراہی ہونا بیان کردیا تو بیان صحیح اسکے پیچھے فرمادیا کہ تحلیل و تحریم
بدون وحی کے سمائی نہین ہوسکتی ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

تو کہہ مین نہین پاتا جس حکم مین کہ مجھکو پہونچا کوئی چیز حرام کھانے والے کو جو اسکو کھاوے مگر آنکہ وہ مردہ ہو یا لہو بھینکڈینے کا یا گوشت سور کا کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جسپر پکارا اللہ کے سواے کسی کا نام پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا نہ زیادتی تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان

قُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا اے شیئا محرما یعنے کوئی چیز مین حرام نہین پاتا اس کلام مین جو مجھپر وحی کیا گیا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ
کسی کھانے والے پر جو اسکو کھاوے خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ برخلاف اپنی راے و ہواے نفسانی سے گڑھنے والے جاہل مشرکون کے
کہ وہ بعضی چیزین مردون پر حلال و عورتون پر حرام کرتے تھے اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً بعض نے یکون بیا تحتیہ اور میتۃ کو رفع پڑھا اور اکثر قراء نے
نصب پڑھا۔ اور بعض یعنے ابن کثیر و حمزہؒ نے تکون بتاء فوقانیہ پڑھا ہے یعنی اسکے استثناء ہین پس مستثنیٰ منہ یا تو لفظ عام مقدر ہے جیسا کہ
مفسرؒ نے اشارہ کیا یعنے کوئی چیز محترم نہین پاتا یا مراد آنکہ ان اشیاء بحیرہ و سائبہ وغیرہ سے جنکو مشرکین حرام کرتے تھے کوئی چیز حرام نہین پاتا مگر آنکہ
ہووے وہ چیز مردار اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون روان بخلاف اسکے جو روان نہو مانند جگر اور تلی کے یا گوشت سے مخلوط کہ وہ حلال ہے
اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا سور کا گوشت ہو فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کیونکہ وہ ناپاک یعنی حرام ہے۔ لحم کی خصوصیت بوجہ قولہ طاعم یطعمہ کے ہے کیونکہ گوشت
ہی کھایا جاتا لیکن سور کا گوشت حرام ہے تو دیگر اشیاء بدرجہ اولی حرام ہین اور فانہ کی ضمیر بعض نے خنزیر کی طرف راجع کی یعنے فان الخنزیر
رجس کیونکہ سور نجس ہے پس اسکی بالکلیہ حرمت ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نجس العین ہے اَوْ فِسْقًا یا فسق ہو جسکی یہ صفت ہے کہ اُهِلَّ
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ غیر خدا کے واسطے اسکا اہلال کیا گیا ہو یعنے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو **قال النیشاپوری** ذبیحہ حلال ہونے
مین دو شرطین ہین ایک تو اسپر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاوے اور دوم اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کے واسطے ذبح کیا جاوے پس مشرکین
بعض کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتے اور بعض پر بت کا نام لیتے اور تقرب کسی مین نہ تھا فسقًا عطف ہے لحم خنزیر پر اور درمیان مین جملہ معترضہ
ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ اہل کا مفعول لہ ہو یعنی اہل لغیر اللہ بہ فسقًا۔ اور بعض نے کہا کہ محل مستثنیٰ پر عطف ہوسکتا ہے یعنے الا ان یکون
او الا فسقا فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مضطر ہوا یعنی اضطرار ہوا بسبب شدت بھوک کے ان مذکورات مین سے کسی چیز کے کھانے کیطرف
پس اُسنے کھائی غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ اسکی تفسیر گذر چکی ہے فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مفسرؒ نے کہا کہ جو محرمات مذکور ہوے اُنکے
ساتھ سنت سے لاحق کیے گئے ہین ہر درندہ جانور اور ہر پرند شکاری کہ انکا گوشت بھی حرام ہے اصح یہ ہے کہ ابن عمر و ابن عباسؓ و عائشہ رضی اللہ
عنہم سے و مذہب مالکؒ سے روایت کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس آیت مین مذکور ہے وہی حرام ہے۔ مولف فتح البیان نے کہا کہ یہ قول ساقط اور مذہب نہایت
ضعیف ہے کیونکہ یہ مستلزم ہے کہ سواے انکے جو بعد کو قرآن اترا اس سے اہمال ہوا اور جو نبی صلعم سے ثابت ہوا کہ آپنے بعد نزول اس آیت کے

حرام فرمایا اسکا اہمال ہو **قال المترجم** یہ جواب شافی نہیں ہے کیونکہ استدلال ابن عباسؓ وغیرہ کا انحصار اس آیت سے ہے کیونکہ جب یہ مستثنی منہ
عام مقدر ہوا تو محرمات کا انحصار انھیں چیزوں میں ہو گیا جو آیت میں مذکور ہیں اور جواب یوں بہتر ہے کہ فیما اوحی الی - کی قید ہے یعنی کہ میں اُس وقت
تک جو وحی ہوئی تھی اسمیں سوائے اسقدر محرمات کے اور نہیں تھیں اور اس سے یہ الزام نہیں کہ بعد کو اور محرمات نہونگی پس آنحضرت صلعم نے
جو حدیث سے حرام فرمائیں اور جو مابعد میں کلام مجید سے حرام ہوئیں وہ سب حرام ہیں **قال المترجم** بہتر ہے کہ تفصیل اسکی **تفسیر ابن کثیرؒ** وغیرہ
سے ترجمہ کروں قولہ تعالی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الخ بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد شیئا مما حرمتم حراما فیما اوحی الی سوی ہذہ
مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اتقان میں بعض مشائخ متاخرین شافعیہ سے یہ قول نقل کیا کہ اسمیں مختار قول مالکؒ ہوتا اگر شافعیؒ نے یہ اخلال کیا ہوتا
کہ پہلے مشرکوں کے اپنے نفس سے گڑھے ہوئے محرمات بیان کرنے کے بعد انکو رد کردیا کہ میں ان چیزوں میں سے جنکو تم حرام جانتے کوئی الٰہی وحی
سے حرام نہیں پاتا سوائے اُن چیزوں کے **قال المترجم** اسمیں شک نہیں کہ یہ قول نہایت سنجیدہ و پسندیدہ ہے کیونکہ سیاق صرف مشرکوں کے
محرمات کا رد ہے نہ بیان طریقہ تحلیل و تحریم بتمام و کمال کما لا یخفی فتامل اور بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد فی الحیوانات شیئا حراما
سوی ہذہ اس بنا پر جو تحریمات بعد اسکے سورہ مائدہ وغیرہ میں نازل ہوئی ہیں اور احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں وہ اس آیت کے
مفہوم کی اُٹھانے والی ہونگی اور بعضے اسکو نسخ کہتے ہیں اور متاخرین میں سے بہتیرے اسکو نسخ نہیں کہتے کیونکہ یہ از باب رفع اباحت اصلی ہے
واللہ اعلم و **قال المترجم** اور میں نے ایک جواب اور بھی اوپر ذکر کردیا اور بعد تامل کے مرجع واحد ہے ابو مجلزؒ و قتادہ نے گوشت میں مختلط
خون مباح ہونے کا فتوی دیا عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے جابر بن زید سے پوچھا کہ لوگ زعم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے پالتو گدھوں کے
گوشت سے زمانہ خیبر میں منع فرمایا تو کہا کہ یہ بات تمہارے پاس حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ بصرہ میں کہتے تھے ولیکن اس سمندر یعنی
ابن عباس نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت پڑھی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ - رواہ البخاری وغیرہ - اور ایک روایت میں ابن عباس
سے بعد آیت پڑھنے کے یوں ہے کہ پس جو اللہ تعالے نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جو حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے
رواہ الحاکم و ابو داؤد وغیرہ اسمیں دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یہ مرفوع و موقوف و آثار روایات سے ثابت ہے اور بخاری
وغیرہ میں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مری بکری کی کھال لیکر دباغت کر لینے کی آنحضرت صلعم سے اجازت بلکہ حکم دینا مذکور ہے
اور یہی آیت پڑھکر فرمایا کہ اسکا گوشت کھانا حرام فرمایا گیا ہے اور ابن عمرؓ نے قنفذ کھانے کے مسئلہ کے جواب میں یہ آیت پڑھدی پھر ایک نے
بروایت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلعم سے بیان کیا کہ آپ نے قنفذ کے حق میں فرمایا کہ وہ خبائث میں سے ایک خبیث ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر
حضرت صلعم نے ایسا فرمایا تو یوں ہی ہے جیسا حضرت صلعم نے فرمایا۔ رواہ ابو داؤد و سعید بن منصور۔ پا بجملہ سورہ مائدہ میں منخنقہ و موقوذہ و متردیہ
و نطیحہ وغیرہ کی حرمت بعد کو نازل ہوئی اور کتوں وغیرہ کی حرمت بھی صحیح ثابت ہے پا بجملہ اگر آیت میں محرم سے عموم حیوانات ماکولہ کا ہے تو اسکے بعد
جو تحریم اس بارہ میں نازل ہوئی وہ اسکے ساتھ ملائی جائیگی اور اگر حیوانات وغیر حیوانات کے مطعومات کا عموم مراد ہے تو جملہ مطعوم کی حرمت لاحق ہو جائیگی
پھر واضح ہو کہ میتہ سے مراد وہ جسکو عرف میں مردار کہتے ہیں یعنے خود مر جاوے ورنہ فسقا کا عطف ہے اور وہ بھی شرعا مردار ہے لیکن کہا جاوے
کہ آیت مکیہ سے تحریم مابعد میں جمہور کو الحاق کی کیا حاجت ہوئی بسبب آنکہ مکہ میں یہی وحی تھی تو جواب یہ کہ سورہ بقرہ مدنیہ آیت میں بھی
بقولہ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیہ یہی چار چیزیں بلفظ حصر انما مذکور ہیں پس مدنیہ آیت مطابق مکیہ ہوئی پس جمہور کے نزدیک حصر نہیں
بلکہ جو بنص کتاب و سنت حرام ہے مانند بلی و کوے و چیل و ہدہد و خفاش وغیرہ کے اور جو محرمات کے ذیل میں داخل ہیں بنا بر بیان اصول کے سب حرام ہیں

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ

اور یہود پر ہمنے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری مین سے حرام کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

یا آنت مین یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہمنے انکو سزا دی تھی انکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے مین پھر اگر تمکو جھٹلا دین تو کہہ تمھارے رب کی مہر مین

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○

بڑی بڑی سمائی ہے اور پھرتا نہین ہے اُسکا عذاب گنہگار لوگون سے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا یعنی یہود پر خاصۃً اور تقدیم ظرف اسواسطے کہ انھین کے ساتھ اسکا اختصاص ثابت ہو حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وہو مالم تفرق بین اصابعہ کالابل والنعام ذی ظفر یعنے ناخن والا ہر وہ چوپا یہ و پرند ہے جسکے اصابع مین تفرق نہو جیسے اونٹ و نعامہ وغیرہ - وقیل ذی ظفر ہر پرند و چوپا یہ جسکے ایک اصبع ہوا ور اسمین حافر وخف ومخلب بھی داخل ہے پس اونٹ وگائے و بکری و نعامہ وبط وغیرہ سب داخل ہین اور نیز ہر چوپا یہ جسکے حافر ہو اور پرند جسکے مخلب ہو شامل ہے لیکن حافر وخف کو ظفر کہنا مجاز ہوگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ذی الظفر وہ جو منفرج الاصابع نہو خواہ بہائم مین سے ہو یا پرندون مین سے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس بہیمہ کے قوائم مین انفراج نہو اور جسکے قوائم مین انفراج ہو اُسکو یہود کھاتے ہین - شاید یہود کا ذکر باعتبار مخصوص حرمت کے ایک اصل وقاعدہ ہے بخلاف مشرکین مکہ کے کہ اُنھون نے اپنے زعم پر بدون کسی اصل کے نکالا تھا وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا الثروب وشحم الکلی - ثرب جمع ثرب اور کلی جمع کلیہ بمعنی گردہ پس کہا ہین مین کہا کہ ثرب وہ شحم رقیق جو کرش یعنے اوجھ و آنتون پر لپٹی ہوتی ہے - اور یہی قاموس مین مذکور ہے اور یہ تفسیر بنظر لغت ہے اور مراد یہان فقط وہ چربی ہے جو اوجھ پر ہو جیسا کہ علامہ قرطبیؒ نے تفسیر کی ہے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا سوا اسکے جو معلق ہو اسمین سے ان دونون کے ساتھ یعنی سوائے اس چربی کے جو گائے و بکری کی پشت سے لگی ہو وہ روا ہے اور سدی و ابو صالح نے کہا کہ دُنبہ کی چکتی بھی منجملہ اُسکے ہے جسکو پشت اُٹھائے ہوے ہے اور ابن جریج نے کہا کہ چکتی کی چربی ہے کہ مخلط ہے عصعص سے وہ حلال ہے اور جملہ قوائم و پہلو و آنکھ و سر و مانند اسکے اور جو ہڈی سے مختلط ہو وہ حلال ہے کما قال تعالےٰ اَوِ الْحَوَايَآ اور جملہ الحوایا فی الامعار جمع حاویار اور حاویۃ یا اسکو امعار اٹھائے ہوئی ہون اور حوایا جمع حاویار کی یا جمع حاویہ کی ہے بمعنی آنت اور اولیٰ انکہ کہا جاوے حوایا بمعنی مباعر جمع مبعر ہے یعنے جسمین مینگنیان جمع ہوتی ہین یعنے جانورون کی آنتین پس جو چربی انپر ہو وہ یہود پر حرام نہ تھی اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو چربی کہ ہڈی سے مخلط ہوا ور وہ چکتی کی چربی ہے کہ وہ انکے واسطے حلال ہوئی تھی - ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ اے ذلک التحریم جزیناہم بسبب ظلمہم باسبق فی سورۃ النساء یہ تحریم تھی کہ ہمنے اس سے جزا دی تھی یہود کو بسبب انکے ظلم کے جو سورہ نساء مین مذکور ہو چکا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی جو چیزین ہمنے فرمائی ہین اور جو وعدہ و وعید ہم دیتے ہین الغیب ہم سچے ہین وقال الحافظ فی قولہ ذلک جزیناہم الخ یعنی یہ تنگی و تحریم جو ہمنے انپر لازم کر دی یہ انکے افعال ظلم کی سزا تھی کہ اُنھون نے بغاوت ومخالفت کی کما قال تعالیٰ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیہ - اور قولہ وانا لصادقون - یعنے ہمنے جو انکو جزا و سزا دی اسمین ہم عادل ہین اور ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یعنے اے محمدؐ جو ہمنے تجھکو خبر دی کہ یہود کی مخالفت و نافرمانی سے ہم نے انپر یہ چیزین حرام کر دین یہی صحیح ہے اور وہ لوگ جو بہتان کرتے ہین کہ حضرت یعقوبؑ نے حرام کر لی تھین یہ غلط ہے اور قولہ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ الآیۃ کی تفسیر مین مفصل گذر چکا ہے پھر واضح ہو کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ کو خبر پہونچی کہ

سمرہ رضی نے شراب فروخت کی ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سمرہ کو قتل کرے کیا اُسکو نہین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت کرے
اللہ تعالیٰ یہود پر کہ چربی انپر حرام کی گئی تھی اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کیا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ واضح ہو کہ سمرہ رضی سے اجتہاد مین خطا
ہوئی کہ شراب کی بیع جائز سمجھے حالانکہ سلف وخلف نے اُسکے حرام ہونے پر اتفاق کیا ہے مگر آنکہ بعض سے اسطرح اجتہاد مین خطا ہوئی جسکو
انھون نے ترک کیا۔ جابر بن عبد اللہ رضی سے سال فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کا حکم مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے شراب مردار و سور
و بتون کی بیع حرام فرمائی تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی سے آگاہ فرمائیے کہ اس سے کھالین چکنائی جاتی اور کشتیون پر طلا کیا جاتا
ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہین تو فرمایا کہ نہین وہ حرام ہے پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے انپر چربیان
حرام ہوئی تھین اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کر کے اُسکا ثمن کھایا۔ رواہ الجماعۃ من طرق عنہ۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً اللہ تعالیٰ یہود کو
قتل کرے انپر چربیان حرام ہوئین اسکو بیچکر اسکے دام کھائے رواہ البخاری ومسلم وفی روایۃ عن ابن عباس مرفوعاً اسکے دام کھائے
اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کوئی چیز حرام کر دی تو اسکے دام کھانا بھی حرام کر دیا ہے **قال المترجم** اصل لفظ مین اختصار ہے بقولہ ان اللہ
لم یحرم علی قوم اکل شیء الا حرم علیھم ثمنہ۔ رواہ ابن مردویہ وابو داؤد والامام احمد۔ اس سے ایک کلیہ اصل ثابت ہوئی کہ جس قوم پر
جو چیز حرام ہے تو اُسکے دام بھی حرام ہین **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین چیتے و بلی وغیرہ کی بیع جائز ہے حالانکہ یہ چیزین کھانا حرام ہے
تو جواب یہ ہے کہ اگر ان چیزون کا گوشت فروخت کرین تو حرام ہے ورنہ زندہ بغرض پالنے کے فروخت ہوتی ہین اور بعض نے کہا کہ بلی کے
دام بھی حرام ہین اور یہی احوط ہے واللہ اعلم فَإِنْ كَذَّبُوكَ فیما جئت بہ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ حیث لم یعاجلکم بالعقوبۃ
بہ وفیہ تلطف بدعاءھم الی الایمان پھر اگر یہ لوگ تجھکو جھٹلا دین اس چیز مین یعنے اس چیز شرع مین جو تو انکے پاس لایا تو کہدے کہ
کہ تمہارا پروردگار وسیع رحمت والا ہے کیونکہ تمکو اس جھٹلانے پر جلد ماخوذ کر کے عذاب نہین دیا بلکہ مہلت و تاخیر دی ہے کہ غور و سمجھ کے بعد
ایمان لاؤ اسمین مہربانی ہے انکو ایمان کی طرف بلاتے ہین پھر تہدید فرمائی وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ اذا جاءھم اسلئے عذابہ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ
یعنے نہین رد ہوتا عذاب الٰہی گنہگار قوم سے جس وقت آجاتا ہے یعنی قوم گنہگار اگر راہ پر نہ آئے تو جب عذاب آگیا تو پھر نہین مہلت ہوتی ہے
فی العرائس قولہ فان کذبوک فقل الخ اسمین آنحضرت صلعم کے دل کو تسلی فرمائی اور طمع دلائی کہ جسکے حق مین عنایت ازلی کے ساتھ ایمان
مقدر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے باب لطف و عفو و کرم کی طرف رجوع لاویگا اور بخشا دیگا اگرچہ فی الحال امتحان کی صورت مین خوار پڑا ہو
اور قولہ ذو رحمۃ واسعۃ سے تمام مخلوقات پر اسکی رحمت پھیلائی ہوئی ہے کہ باوجود نافرمانی سرکشون کے حلم فرماتا ہے اور بس تمام نعمتین جو مخلوق
فرمائی ہے انکے اجسام کی معیشت عطا فرماتا ہے اور جو بندے اسکی درگاہ کی طرف رجوع لاتے ہین انکے قلوب کو لطف خیالات سے تربیت کرتا ہے
اور انوار جمال سے منور فرماتا ہے اور نیز اسمین جمہور کے ساتھ تلطف ہے کہ باوجود اس حال خراب کے جسمین پڑے ہین اسکی درگاہ کی طرف رجوع
لاوین اور ساحل لطف و کرم پہونچکر نجات پاوین اور نیز آنحضرت صلعم کی مواسات ہے کہ اگر ان لوگون نے جھٹلایا تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ رحمت والا
ہے جسکو تمہارے پڑوس سے چھڑا کر اپنی جوار مین لاویگا **سہل** رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین آنحضرت صلعم کو اشارہ کیا گیا کہ جنھون نے تجھسے اعراض کیا اسکو
تو میری طرف رغبت دے تو جو میری طرف راغب ہوگا وہی تجھسے رغبت کریگا اور کوئی رغبت نہ کریگا انکو رحمت مین طمع دے اور اپنے
قلب کو اُنسے منقطع مت فرما۔ استاد رح نے کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ اولیا کو مخصوص رحمت سے سرفراز کیا اور اعدا کو مخصوص طرد و لعنت
ایسی صورت انسانیہ مین دونون کی گنجائش ہے اور وہ ہیچ ہے اور قسمت ازلی سے دونون کو تمیز و انفصال کر دیا حاصل آنکہ واسعۃ رحمتہ

شمول ہوا اور خاصہ رحمت سے اولیاء اللہ فقط مخصوص ہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

اب کہینگے شرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز اسیطرح جھٹلایا کیے ان سے اگلے

حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ

جب تک چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تم پاس کہ ہمارے آگے نکالو کیا بری اٹکل پر چلتے ہو اور سب تجویزیں کرتے ہو تو کہہ

فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ

پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو تو کہہ لاؤ اپنے گواہ جو بتا دیں کہ اللہ نے حرام کی ہے یہ چیز

فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

پھر اگر وہ کہیں بھی تو تو نہ کہہ انکے ساتھ اور نہ چل انکی خوشی پر جنہوں نے جھٹلائے ہمارے حکم اور جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا

وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝

اور وہ اپنے رب کی برابری کرتے ہیں

ع ۱۸

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ ایک شبہ ہے جسپر مشرکین اپنے شرک کفر میں چپٹے ہیں اور وہ یوں کہ مشرکوں وغیرہ کے کفر و فسق سے اوتعالی مطلع ہے وہ چاہے تو متغیر کردے اور ایمان دیدے اور کفر سے روک دے تو جب متغیر نہ فرمایا تو مشرکین نے دعوی کیا کہ وہ ہمارے افعال پر راضی ہے قال المصنف یہ زمانہ آیندہ کی خبر ہے اور اسی کے موافق واقع ہونا دلیل اعجاز ہے اور یہ واقع ہوا چنانچہ مشرکون نے کہا کما فی قولہ تعالے وقالوا لوشاء الرحمن ما عبدناہم الآیۃ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا ای اشرکنا نحن وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ پس ہمارا شرک کرنا اور تحریم مذکور سب اسکی مشیت سے ہے پس وہ اسپر راضی ہے فی السراج ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ لوشاء اللہ ما اشرکنا کو اپنے شرک پر قائم رہنے کی حجت لاوین باینطور کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالے قادر ہے کہ جس حال پر ہم ہیں اسکے اور ہمارے درمیان میں حیلولت کردے حتی کہ ہم اسکو نہ کرین پس اگر وہ راضی نہوتا تو ضرور متغیر کر دیتا پس اللہ تعالی نے ان لوگونکو جھٹلایا بقولہ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ رسلہم حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا عذابنا یعنے جیسے ان لوگون نے تجھکو جھٹلایا ایسے ہی جھٹلایا انسے پہلے لوگون نے اپنے رسولون کو یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھا وفی السراج فرقہ معتزلہ وغیرہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بندہ اپنے افعال مین قادر مختار ہے یہ لوگ اسی آیت سے استدلال لاتے ہیں کہ اگر کفر و شرک وغیرہ فقط اوتعالی کی مشیت پر ہوتا تو ان لوگون نے بھی کہا تھا کہ لوشاء اللہ ما اشرکنا پس اوتعالی انکو نہ جھٹلاتا اور رد نہ فرماتا حالانکہ رد فرمایا بقولہ كذلك كذب الذين من قبلهم پس معلوم ہوا کہ شرک و ایمان مشیت پر نہیں بلکہ بندہ کے اختیار مین ہے اہل سنت رحمہم اللہ نے اسکا جواب دیدیا کہ جھٹلانا و رد کرنا مشرکون کو انکے قول لوشاء اللہ ما اشرکنا مین نہین ہے یہ قول تو سچ ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ جو اس سے نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالے ہمارے اس فعل پر راضی ہے اور یہی کہا کہ ہمکو اسی نے حکم دیا ہے پس اسکو رد کردیا چنانچہ فرمایا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ اور دلیل اس بات کی کہ لوشاء اللہ ما اشرکنا کہنے پر رد نہین بلکہ انکے نتیجہ نکالنے مین ہے یہی کہ اوتعالی نے فرمایا کذلک کذب الذین بتشدید از تکذیب فرمایا اور اگر انکے قول مذکور کے دروغ ہونے کی خبر ہوتی تو کذب بتخفیف از مصدر کذب ہوتا یعنے یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہین حسین بن الفضل نے کہا کہ اگر مشرکین اس قول کو بطور تعظیم و اجلال الہی کہتے تو اوتعالی اسمین انکا عیب نہ کرتا کیونکہ خود اوتعالے فرماتا ہے۔ ولوشاء اللہ ما اشرکوا اور فرماتا ہے وما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ اور مومنین اسکو کہتے ہین اور عیب نہین لیکن مومنین کی وہ مراد نہین جو مشرکین کی مراد ہے

کیونکہ مشرکین نے جدال وبغیر معرفت سے ایسا کہا اسی پر رد کر دیا اور فرمایا ہے۔ مالہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حکم الٰہی اور ہے اور مشیت وارادۂ الٰہی اور ہے پس بندہ پر واجب ہے کہ اسکے حکم کی پابندی کرے اور اسکی مشیت سے نہ پوچھے کیونکہ وہ اسکے علم سے خارج اور اسکی حکمت اسکے فہم سے باہر ہے اور مشیت سے تعلق رکھنا کچھ عذر نہوگا اور کیونکر کسی کو اسکی مشیت معلوم ہوتی لہذا فرمایا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کہدے بھلا تمہارے پاس کچھ علم ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتون سے راضی ہے اگر کہتے ہو کہ ہے فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا تو اسکو ہمارے سامنے نکالو حاصل آنکہ تمہارے پاس کچھ بھی علم نہین اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہو تم اس بارہ مین مگر فقط گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہین ہو تم کسی حال مین مگر اس حال مین کہ تخمینہ واٹکل لگاتے ہو یعنی جھوٹ بولتے ہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کے امور کو اٹکل سے پہونچیگی خواہ مخواہ جھوٹ ہوگی **قال ابن کثیر** مشرکین کی یہ جاہلانہ گفتگو محض باطل تھی اگر صحیح ہوتی تو کیون اللہ تعالیٰ انکو ن کو غذاب کرتا اور نیست کر کے رسولون و مومنون کو قوت و نصرت دیتا اور البتہ رد کر دیا کہ تم جو نکالتے ہو کہ ہمارے فعل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے تو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا معلوم کرنے کا کوئی علم ہے بلکہ کچھ بھی نہین تم فقط وہم وگمان کی پابندی کرتے ہو ورنہ اگر کوئی علم ہو تو لاؤ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ای قل اذا لم تکن لکم حجۃ فللہ الحجۃ البالغۃ یعنی جبکہ تمہارے واسطے کوئی حجت کبھی ثابت نہین تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حجت بالغہ ہے یعنی حجت تامہ وکاملہ ہے فَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس اگر وہ چاہتا تمہاری ہدایت پر ہونے کو تو البتہ تم سب کو ہدایت دیتا یعنے لیکن نہین چاہا پس جو کچھ ہے اسکی قدرت ومشیت واختیار کے تحت مین مسخر ہے کسی کو اس سے تجاوز وعدول کی مجال نہین اور وہ تعالیٰ باوجود اسکے مومنین سے راضی ہے اور کافرون سے بغض فرماتا ہے وقد قال تعالیٰ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی اور فرمایا ولو شاء ربک لآمن من فی الارض جمیعا۔ اور فرمایا۔ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ضحاک بن مزاحمؒ نے فرمایا کہ کسی نافرمانی کرنیوالے کی کوئی حجت نہین اللہ تعالیٰ پر ولیکن اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے بندون پر پوری حجت ہے۔ ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ برائی مانند شرک وغیرہ کے تقدیر الٰہی سے نہین ہے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہمارے اور قدریہ کے درمیان یہی آیت حاکم ہے علی بن زیدؒ نے فرمایا کہ اس آیت پر قدریہ فرقہ کی حجت ٹوٹ گئی واضح ہو کہ جس طرح اس آیت سے مشرکین کا رد ہوا ویسے ہی قدریہ وجبریہ دونون کا رد ہو گیا اور مومن نہین جبتک تقدیر پر ایمان نہ لاوے قدریہ شیطانی وسوسہ دلاتے ہین کہ ہم تمام برائیون کی نسبت اپنی طرف کرتے ہین تو ہم اچھے ہین حالانکہ نہین سمجھتے کہ نسبت کرنے کے یہ معنی لیتے ہین کہ برائیان ہم اپنے اختیار سے پیدا کرتے ہین پس یہ خبیث اپنے آپ کو بھی فی الجملہ خالق قرار دیتے ہین اور یہ نہایت بڑا شرک ہے اور مخلوق ہو کر اپنے آپ کو خود مختار قرار دیا اور یہ صرف وہم وقیاس ہے کہ جیسے چیزین بنانے والا وہم کرتا ہے کہ مین نے بنائی ہین حالانکہ وہ چیز خود مختار نہین ہوتی اور یہ اپنے متبوع شیطان کے موافق قیاس کرتے ہین بلکہ اس سے بھی تجاوز کیے ہوئے ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کاش یہ لوگ اسمین بحث نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکمون پر عمل کرتے اور منہیات سے باز رہتے تو شاید جب دل مین کچھ نور وصفائی ہوتی تو سمجھ جاتے ورنہ عجیب بات ہے کہ نہایت روشن راہ مین الٹے گمراہ ہین اور یہ تقدیر العزیز الحکیم ہے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم اسی اوہام وقیاسات نے سوائے اہل ایمان کے سب کو گمراہ کر دیا خصوص اس زمانہ مین اپنی راے پر ناز کرنے والے عقل سے بے بہرہ بہت کثرت سے ظاہر ہین ہر ایک نے وہی طریقہ اختیار کر لیا جو سب سے اول شیطان کا تھا اور بعد مین مشرکون وکافرون نے یعنے شیطان کے مریدون نے اختیار کیا اور بدون اسکے کہ تمام علم قرآن مجید پر کچھ حاصل کرین اور غور وفکر کرین

صرف اپنی رائے پر اعتماد کر لیتے ہین اور اسکو بہت مضبوط سمجھتے ہین حالانکہ وہ مکڑی کے جالے سے زیادہ ضعیف و سست ہی پھر ایک جاہل نے
رائے نکالی اور کثرت سے جاہل لوگ اسکی رائے پر آفرین کرتے ہین اور اندھے گمراہ چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب مین عمرو بن لحی نے
بحیرہ و سائبہ وغیرہ تحریم و تحلیل نکالی اور پیچھے اور زیادتی کرنے والے بت وغیرہ لانے والے اور نئی نئی رسمین نکالنے والے ہوتے گئے اور
بکثرت اندھے جاہل اسکی پیروی کرنے لگے حتی کہ وہی جہالت تمام پھیل گئی یہانتک کہ روشن دلائل و عقلی علوم و حجج ساطعہ کوئی ان اندھون مین
اثر نہین کرتی تھی اور یہ تقدیر الٰہی ہی اور تعالیٰ جل جلالہ اگر چاہتا تو ہدایت پاتے ولیکن اوتعالیٰ نے نہین چاہا اور تعالیٰ قادر مختار ہی اسی کی حکمت بالغہ
ہی جو چاہے کرے جو کیا عین عدل و صواب ہی اور جو امر ہی عین حکمت ہی پھر مشرکون کو ملامت فرمائی قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ
اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا واضح ہو کہ ہلم اسم فعل ہی جسمین مذکر و مونث اور واحد و تثنیہ و جمع یکسان ہی اور یہ اہل حجاز کے نزدیک ہی اور قرآن مجید
انھین کی زبان مین غالب ہی اور اہل نجد اسمین ہلما و ہلموا و ہلمی بھی لاتے ہین جیسے دیگر افعال مین ہی ولیکن قرآن بزبان حجاز ہی ومنہ قولہ تعالےٰ
والقائلین لاخوانہم ہلم الینا اور معنی اسکے اس مقام پر یہ کہ لا تو ہم واحضرو ہم اور سعدیؒ نے کہا اے ادنی شہداکم۔ اور اول اظہر ہی اور وہی
مفسرؒ نے اختیار کیا المعنی تو کہدے کہ حاضر لاؤ اپنے شہدا کو جو شہادت دیتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو حرام کیا یعنے تمنے جنکی تقلید کی ہی انکو حاضر
لاؤ اور انکے پاس کیا دلیل ہی۔ سوائے اسکے کہ تعصب و جہالت کے سرغنہ ہین اوہام شیطانی و دروغ بے ایمانی پر شہادت دینے لگین تو آنحضرت
صلعم کو خطاب کیا اور اہل ایمان کو منع کیا کہ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ای یعدلون بربہم۔ یعنی برابر کرتے ہین اپنے پروردگار کے ساتھ غیر کو پس یعدلون از عدل
ہی بقرینہ تعدیہ بحرف با اور عدول سے نہین ورنہ عن ربہم ہوتا۔ پھر عدل و برابر کرنا اس بات مین کہ تحلیل و تحریم مین غیر کا قول مانتے اور عبادت مخصوص
بجناب باری تعالیٰ ہی اسمین غیر کی شرکت لگاتے ہین یہان سے تنبیہ ہونا چاہیے کہ اہل ایمان پر فرض ہی کہ کسی کی تحلیل و تحریم کو نہ مانین بلکہ جو
اللہ تعالےٰ و اسکے رسول پاک صلعم نے بوحی الٰہی حکم دیا اسی کو مانین اور علما مجتہدین رحمہم اللہ کی جو تقلید کیجاتی ہی تو اسوجہ سے نہین کہ انکا قول
مانا جاوے بلکہ یہ عالم باعمل تھے اللہ تعالیٰ انکو اچھا مرتبہ دیوے انھون نے اللہ تعالےٰ و اسکے رسول پاک صلعم کے احکام کو شرح بیان کر دیا
ہی لہذا اگر کسی عالم کو ایک مجتہد کی دلیل نہ معلوم ہوا اور دوسرے کی معلوم ہو تو اسپر عمل کر سکتا ہی اور خود مجتہد ہو تو اسپر غیر کی تقلید حرام ہی اور یہ
مشرکون کے مانند تقلید نہین ہی کیونکہ وہ تو بلا دلیل کے غیر کا قول قبول کرتے تھے اور یہی اصلی تقلید ہی جیسے مذکور ہو چکا کہ تحلیل و تحریم مین فقط شیطانی
باتون کو مانتے تھے اور اہل اسلام تو علما و مجتہدین سے انکو عالم و متقی سمجھکر اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کا حکم بدلیل شرعی پوچھ لیتے ہین بلکہ عوام اہل اسلام
تو جس عالم سے فتوی لیتے ہین اسی کو جانتے ہین اور وہی عالم اگر جھوٹ یا گمراہی کی بات یا جس مین فساد اب یا آئندہ پیدا ہوگا بتلاوے تو وہ
قیامت مین سخت عذاب پاویگا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہی واللہ اعلم اللہم اصلح العلما برحمتک وانت ارحم الراحمین ف
فی العرائس قولہ قل فللّٰہ الحجۃ البالغہ مترجم کہتا ہی کہ شیخ رحمۃ اللہ نے اس کلام کے اشارہ مین لطیف بات یہ بیان کی کہ ظاہر کلام تو مشرکون
کار د ہی کہ انکے پاس کوئی حجت نہین پھر جو لوگ مومن اہل ہوے انکے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام حجت ہوتا ہی اور خود انکو اللہ تعالیٰ مراتب قبول
مین صاحب حکمت و فراست فرماتا ہی لیکن انکے اسرار کو خود علم کی قدرت ذرا بھی نہین ہی اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ بعضے
حنفی تھے بعضے شافعی اور بعضے خود مجتہد تھے یعنی انکو معرفت سے علم شرعی حصول نہین ہو سکتا چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنے کلام مین اشارہ
کیا جسکا ترجمہ لکھتا ہون اس کلام پاک سے ظاہر ہوا کہ زبان اسرار چاہیے کیسے ہی فصیح ناطق ہون ایسی حکمتین بیان کرین جو الہام غیبیہ و مناجات

تم پر حرام کیا۔ ما موصولہ عام ہو اقوال و افعال کو پھر حرف اَن مفسرہ سے اسکی تفسیر بیان فرمائی اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا مت شرک کرو اپنے رب کے
ساتھ یعنی کسی قول و فعل و اعتقاد مین اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت بناؤ۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ اسمین بیان اُن چیزون کا ہو جو اللہ تعالے
نے مُحَرَّم فرمائین اور محرم مین شرک ہو نہ ترک شرک پس قولہ لا تشرکوا کے کیا معنی ہونگے جواب دیا جاوے کہ اَن مفسرہ کا موضع رفع ہوا کہ ہو ان
لا تشرکوا۔ اور بعض نے کہا کہ موضع نصب ہو پس اسکی توجیہ مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ حرم ربکم علیکم ان تشرکوا۔ اور لا زائدہ صلہ ہے
جیسے قولہ تعالی ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ ای ما منعک ان تسجد۔ اور بعض نے کہا کہ ما حرم ربکم پر کلام تمام ہوگیا اور علیکم ان لا تشرکوا سے شروع
ہوا یعنی تمپر واجب ہو کہ شرک مت کرو۔ زجاج رح نے کہا کہ جائز ہو کہ یہ معنی پر محمول ہوا ای اتل علیکم تحریم الشرک اور جائز ہو کہ بدین معنی ہو کہ اوصیکم ان
لا تشرکوا ابن کثیر رح نے کہا کہ گویا کلام مین حذف ہو ای اتل ما حرم ربکم علیکم و اوصاکم ان لا تشرکوا اور بیضاوی وغیرہ نے ما استفہامیہ بھی تجویز کیا
کہ ای شئی حرم ربکم یعنی متوجہ ہو کہ مین پڑھ سناؤن تمکو کہ کیا چیز تمھارے پروردگار نے تمپر حرام فرمائی ہو پھر تفسیر کردی کہ ان لا تشرکوا۔ ایک یہ کہ تم بالکل
شرک مت کرو۔ اور اتل مین اشعار ہو کہ یہ خبر تحقیقی از جانب پروردگار یہی خالص و امر الٰہی ہو کچھ اٹکل و گمان سے نہین ہو صحیح مسلم مین عبد اللہ بن
مسعود رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو مرا در حالیکہ شرک نہین کرتا تھا اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہو حضرت
عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس باب مین احادیث کثیرہ مروی ہین اور حدیث ابو ذر رض مین ہو کہ جبرئیل نے آکر بشارت دی کہ آپ کی امت
سے جو مرا در حالیکہ نہین شرک کرتا تھا (یعنے نہ اعتقاد مین اور نہ عمل مین نہ ذات مین نہ صفات مین) تو وہ جنت مین داخل ہوگا۔ ابو ذر رض کہتے ہین کہ
مین نے پوچھا کہ اگرچہ اسنے زنا کیا اور چوری کی ہو تو فرمایا کہ ہان اگرچہ زنا کیا اور چوری کی ہو۔ اسکو تین مرتبہ پوچھا اور تینون مرتبہ یہی جواب دیا اور آخر بار
مین کہا کہ اگرچہ خاک آلودہ ہو ناک ابو ذر رض کی۔ کما فی حدیث الصحیحین یعنی ضرور وہ جنت مین داخل ہوگا اور چونکہ ابو ذر رض نے اسکی زنا و چوری سے
جنت مین داخل ہونے کا استبعاد کیا تھا تو بول چال محاورہ کے طور پر کہدیا کہ ابو ذر بڑا استبعاد کیا کرے کیونکہ بخشنے والا تو اللہ تعالی ہو اور معنی
حدیث کے یہ ہین کہ جنت حرام ہو کافرون و مشرکون پر کہ کبھی اسمین داخل نہونگے پھر جسنے شرک چھوڑا تو حرمت جاتی رہی اب اگر وہ زنا و چوری وغیرہ
بھی نہین کرتا تھا بلکہ متقی و پرہیزگار رہتا تو مرتے ہی جنت مین داخل ہوگا اور اگر زنا کار وغیرہ تھا اور بلا توبہ مرگیا تو بعد عذاب جہنم کے داخل جنت
ہوگا کذا قال العلماء اور روی ابن مردویہ من حدیث عبادة ابن الصامت رض و ابی الدرداء مت شرک کرو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ اگرچہ تم پارہ پارہ
(وقد رواه ابن ابی حاتم ۱۲)
کیے جاؤ یا سولی دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ وفی الصحیح من حدیث ابی ہریرة رض ای ابو ہریرہ مت شرک کیجیو اللہ تعالے کے ساتھ اگرچہ تو قتل کیا جاوے
یا جلا جاوے وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور بھلائی کرو والدین کے ساتھ پوری بھلائی۔ والدین تو اولاد والذات ہین اور اجداد و جدات اسمین
تبعًا داخل ہین فی السراج اسمین لا تسیئوا الی الوالدین یعنی مت برائی کرو والدین کے ساتھ کہ وہ حرام ہو یہان بجاے اسکے واحسنوا بالوالدین احسانا۔
فرمایا اسمین نہایت مبالغہ ہو اور نیز دلالت ہو کہ والدین کے حق مین برائی نہ کرنا ہی کافی نہین بلکہ نیکی کرنی چاہیئے بخلاف اور برادران اسلام کے
کہ انکے ساتھ برائی کرنا حرام ہو قال المترجم جو سراج مین ذکر کیا وہ صحیح ہو کیونکہ یہان بیان ان چیزون کا ہو جو پروردگار نے بندون پر حرام کردی
ہین اور احسان کرنا والدین کے ساتھ فرض ہو اور انکے ساتھ برائی کرنا اگرچہ لفظ اُف وغیرہ سے ترش روئی ہو وے حرام ہو۔ و ہذا من المعروفات
التی استوثق بہا علی الامم وقد قال تعالی ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا الآیہ وقد اکد الامر فی غیر آیة۔ اور صحیحین
مین ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کون عمل افضل ہو فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا
کہ والدین سے بھلائی کرنا الحدیث وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ای من اجل فقر تخافونه نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ یعنے مت قتل کرو

اپنی اولاد کو بسبب خوف محتاجی یعنے شرکت کے ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور انکو۔ فی الصحیحین عن ابن مسعودؓ یا رسول اللہ کون گناہ بڑا ہے فرمایا کہ سب سے
بڑا جرم ہو کہ تو اللہ تعالےٰ کا شریک بناوے حالانکہ اسنے تجھکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل کرے بخوف اسکے
کہ تیرے ساتھ رزق مین شریک ہوگا الحدیث۔ املاق کی تفسیر فقر و محتاجی سے حضرت ابن عباس و قتادہ و سدی وغیرہ سے مروی ہے
اور شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مراد اس سے فقر جو بالفعل حاصل ہو یعنے مت قتل کرو اولاد کو بسبب فقر کے جو بالفعل تمپر طاری ہوا اور سورہ
اسرا مین عام لیا کہ طاری ہو یا اسکا خوف ہو وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ جمع فاحشہ یعنے کبائر مانند زنا وغیرہ کے پھر تعمیم فرمائی مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ علانیہ و پوشیدہ سب طرح کے گناہون کے پاس مت پھٹکو۔ عن ابن مسعودؓ مرفوعاً کوئی زیادہ غیرت والا اللہ تعالےٰ سے نہیں ہے اسی سبب
سے حرام کیا فواحش ماظہر و مابطن کو۔ الصحیح۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ سعدؓ کی غیرت سے تعجب کرتے ہو قسم اللہ تعالیٰ کی کہ مین
سعد سے زیادہ غیرت والا ہون اور اللہ تعالےٰ مجھسے زیادہ غیرت والا ہے اسی سے اسنے فواحش ماظہر و مابطن کو حرام کردیا۔ رواہ
البخاری و مسلم **وقال ابن عباس** زمانہ جاہلیت والے خفیہ زنا کرنے مین مضائقہ نہین سمجھتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے پوشیدہ و علانیہ
سب حرام کردیا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود و حد الردۃ و رجم المحصن۔ مانند قصاص کے اور مرتد ہونے کی حد کے
اور محصنہ عورت یا محصن مرد کے سنگسار کرنے کے۔ اور یہ تاکید ہے ورنہ فواحش ظاہرہ و باطنہ مین یہ بھی داخل تھا اور جس نفس کو اللہ تعالیٰ
نے محترم کردیا ہے یعنے پیدا کرکے ممنوع کردیا کہ کسی بندہ کو روا نہین کہ بدون حکم الٰہی کے کسی نفس کو قتل کرے اور صحیح مسلم مین ابن مسعودؓ و عائشہؓ
سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ مرد مسلمان کا خون حلال نہین مگر تین باتون مین سے
کسی بات کے ساتھ یا تو ثیب ہو پھر زنا کرے یا کسی نفس کو ناحق قتل کیا ہو یا دین کو چھوڑکر جماعت سے مرتد ہوا ہو۔ و عن عثمانؓ انہ یوم الدار
قال ثم قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ مین نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی زنا نہ کیا اور نہ چاہا کہ دین بدلون اور نہ مین نے کسی نفس کو قتل کیا پھر تم لوگ مجھے
کیون قتل کرتے ہو۔ رواہ احمد۔ و عن ابی ہریرہؓ مرفوعاً جسنے کسی معاہدی ذمی کو قتل کیا تو اسنے اللہ تعالیٰ کا ذمہ توڑا پس وہ جنت کی خوشبو نپاویگا
حالانکہ اسکی خوشبو ستر برس کی راہ سے ملتی ہے رواہ الترمذی و صححہ ذٰلِكُمْ ای ذالک المذکور یہ جو مذکور ہوا وَصَّاكُمْ بِهِ وصیت کی تمکو اسکے ساتھ یعنے
اسکے حفظ و نگہداشت کے ساتھ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ شاید کہ تم سوچ کر پند و وعظ سے سمجھنا حاصل کرو ۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جسطرح بہتر ہو جب تک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور پوری کرو ناپ اور تول انصاف سے ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے

إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

جو اسکو مقدور ہو اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ ہو اپنا ناتے والا اور اللہ کا قول پورا کرو یہ تمکو کہدیا ہے شاید تم دھیان رکھو

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اور کہا یہ راہ ہے میری سیدھی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہیں پھر تمکو پھاڑ دینگی اسکی راہ سے یہ کہدیا ہے تمکو شاید تم بچتے رہو

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي ای الا بالخصلۃ التی هِيَ أَحْسَنُ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر اس خصلت کے ساتھ جو بہت
بہتر ہو۔ وہی مانند صلاحہ۔ اور یہ خصلت احسن وہ ہو جسمین یتیم کے حق مین بہتری ہو اور اسکے مال مین بڑھتی ہو حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ یہانتک کہ
اسکو احتلام ہو یعنی حکم یتیم کے مال کا اس اصلاح کے ساتھ اسوقت تک کہ وہ بالغ ہو جاوے بعد بلوغ کے وہ یتیم کے حکم مین نہین رہتا

مراد آنکہ جب بلوغت کو پہونچ جاوے تو اسکو اسکا مال سپرد کرد و اور یہ معنی نہیں کہ اسوقت اُس سے قرض کر لیں حتی انتہا ہو اُسکے مال میں صلاح واجب ہونے کی کہ وہ تا مرتبہ اشد ہو اور اشد میں بعض نے کہا کہ اسم جمع ہو اسکا واحد نہیں اور سیبویہ نے کہا کہ شدہ اسکا واحد ہو اور جوہری نے اسکی تحسین کی اور بعض نے کہا کہ اشد وہ قوت شباب کا استحکام ہو۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور مالک او شعبی سے جو مروی ہوا وہ دلالت کرتا ہو کہ بلوغ اور سن تکلیف کا مرتبہ ہو اور قولہ تعالےٰ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح الآیۃ میں تفصیل گزر چکی اور مختار یہ ہو کہ مال سپرد کرنے کے واسطے بعد بلوغ کے اسکا رشد بھی شرط ہو کہ ہوشیار کمانے ہو اور آوارہ بہانے نہو وَاَوْفُوا الْكَيْلَ پیمانہ سے ناپنا وَالْمِيْزَانَ ترازو سے تولنا بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ بدون اسکے کہ گھاٹ کرو لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے نفس کی طاقت بھر ہم ہر نفس کو تکلیف شرعی دیتے ہیں پس اگر کسی آدمی نے با وجود نیت درست رکھنے کے ناپ و تول میں خطا کی یعنی چوک گیا اور اللہ تعالےٰ اُسکی نیت درست ہونے کو جانتا ہو تو اسپر مواخذہ نہو گا جیسا کہ ابن مردویہ کی روایت مرسل میں سعید بن المسیب سے یہ معنی مذکور ہیں اور اسناد اسکی حسن ہو وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم بات کہو چاہے کوئی حکم ہو کسی مقدمہ میں یا کوئی اور قسم کی بات ہو فَاعْدِلُوْا تو عدل کرو یعنے سچائی کے ساتھ انصاف کی بات کہو جو موافق شرع ہو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ جسکے نفع یا ضرر کے واسطے تمنے بات کہی وہ تمہارا قرابت والا ہو حاصل آنکہ ہر بات کو انصاف و عدل سے کہو اور ہمیں حکم حق کی رعایت کہو اور قرابت و دوستی وغیرہ کسیکی رعایت مت کرو پس اگر غیر کو تمہارے حکم حق سے نفع ہوتا ہو اور قرابت والے پر ضرر عائد ہوتا ہو تو قرابت والے کی جانب داری مت کرو اور سچا حکم دو وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور عہد الٰہی کو وفا کرو اور اصل یہ تھا کہ اوفوا بعہد اللہ لیکن بعہد اللہ کو تخصیص و اہتمام کے واسطے مقدم کیا اور مراد اس سے نماز و روزہ وغیرہ ہیں اور وفا کرنا تمام عہدوں کا واجب ہو ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بتشدید دال و کاف ہو یعنے پند و نصیحت حاصل کرو اور حفص و حمزہ و کسائی کی قراءۃ میں تخفیف ذال و سکون ہو وَاَنَّ بالفتح کی قراءۃ میں بتقدیر لام ہو اور بالکسر جیسا کہ حمزہ کی قراءۃ میں ہو جملہ مستانفہ ہو هٰذَا یعنے یہ سب جس سے تمکو وصیت کی ہو صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا میری راہ ہو در حالیکہ وہ مستقیم ہو فَاتَّبِعُوْهُ اسی کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ تفرق میں ایک تا کا حذف ہو متفرق کر دیں تمکو ہمارے دین اور سبیل جمع سبیل کی مختلف راہیں جو راہ حق سے مخالف اور ٹیڑھی ہیں حاصل آنکہ مت پیروی کرو مختلف ٹیڑھی راہوں کی کہ تمکو راہ راست و دین حق سے مائل کر دیں اور بہکا دیں۔ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت اور مانند قولہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا الآیۃ میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو جماعت و اتفاق کا حکم دیا اور انکو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کیا کہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے دین میں جھگڑے اور بحثیں نکالیں۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر سلف صالحین سے مروی ہو کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیرؒ **قال المترجم** اس زمانہ میں افسوس ہو کہ مسلمانوں میں باہم دہابی و بدعتی وغیرہ کا سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور باہم دین کے معاملہ میں جھگڑنے لگے اور ظاہر اسمیں فساد علما کا ہو کہ دنیا کی خواہش و جاہ و مال و ریاست کی طلب میں دین میں فساد کیا اور خواہش نفسانی و جہال کی دلجوئی اور عوام کی خوشی کے واسطے ایسے ایسے مفسدہ دین میں پیدا کیے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے آنکھ بند کر لی کاش اگر علما ربانی باطن متحقق ہوتے لیکن جو امر تقدیر میں جاری ہوا وہ پورا ہو گا اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنے تقویٰ رکھو اس چیز سے جس سے منع فرمایا یعنے مختلف راہوں اور گمراہی کے طریقوں سے بچو۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ راہیں عام ہیں جو یہودیت و نصرانیت و دیگر ملتوں کو اور اسلام کے مبتدع فرقوں کو اور ہر قسم گمراہی و ضلالت کو جنکی بنیاد ہوائے نفسانی وابی الخواہش کی باتوں پر ہو شامل ہیں اور نیز (ورع میں چ

نشاذ ہین اور جو لوگ علم جدل علم کلام مین ڈوبے ہوئے ہین وہ بھی انکے مصداق ہین اور یہ سبب بد اعتقادی ولغزش کا نشانہ ہین قتادہ رحمہ اللہ
نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ سبیل الٰہی تو ایک راہ مستقیم ہے وہ جماعت الہدیٰ ہے اور خاتمہ بخیر اسکا جنت مین پہونچ جانا اور ہوشیار رہو
کہ ابلیس نے متفرق راہین نکالین وہ جماعت ضلالت ہین اور انکی انتہا کو دوزخ مین ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے
اپنے مبارک ہاتھ سے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی عزوجل ہے جو راست ومستقیم ہے پھر اس خط کے داہنے بائین بہت سی لکیرین کھینچین
پھر فرمایا کہ یہ بہت سی ٹیڑھی راہین ایسی ہین کہ انمین سے کوئی راہ خالی نہین جسپر ایک شیطان نہو اور وہ اس راہ کج کی طرف بلاتا ہے پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم وصححہ وعبد بن حمید والبزار وابن المنذر وابن ابی حاتم
وابو الشیخ وابن مردویہ وعن ابن مسعودؓ فرمایا کہ جسکو خوش آوے کہ وہ ایسے وصیت نامہ کو دیکھے جسپر آنحضرت صلعم کی مہر ہے تو وہ ان آیات کو پڑھے
رواہ الترمذی وحسنہ اور ایک روایت مین ہے کہ جو ارادہ کرے کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کو دیکھے جس پر آپکی مہر ہو تو وہ ان آیات کو پڑھے
قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات - ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ - وعن ابن عباس رضہ فرمایا کہ سورۂ انعام مین آیات محکمات
ہین وہ ام الکتاب ہین پھر پڑھا قولہ تعالےٰ قل تعالوا اتل الآیات - رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد - اور صحیحین مین
عبادہ بن الصامت کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے بیعت کرو کہ مت شرک کرو اللہ تعالےٰ سے
کچھ بھی تا آخر حدیث جس مین امور ارشاد بیان ہین اور نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ تم مین کون شخص مجھ سے بیعت کرتا ہے ان تین آیتون پر پھر پڑھا قولہ تعالےٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات
پھر فرمایا کہ سو جس نے انکو پورا کیا اُس کا اجر اللہ تعالےٰ پر ہے اور جس نے اُن مین کچھ قصور کیا اور اللہ تعالےٰ نے اُس کو دنیا مین
گرفت کیا تو اس کے واسطے کفارہ ہوجائیگا اور جس کو اللہ تعالےٰ نے آخرت تک چھوڑ رکھا تو اُسکا امر بجانب الٰہی عزوجل ہے چاہے
اس سے مواخذہ کرے اور چاہے اسکو عفو کرے رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والترمذی
وحسنہ والحاکم وصححہ مین حدیث سفیان بن حسین والذی فی الصحیحین من حدیث عبادہ ہو ایضا من روایۃ سفیان بن حسین فلا ینسب فی
احدہما اسلئے الوہم کذا فی تفسیر الحافظ فافہم اور ابن ابی شیبہ وابن الضریس وابن المنذر نے کعب احبار سے روایت کی کہ اول
جو توریت مین نازل ہوئین دس آیتین ہین اور یہ وہی دس ہین جو آخر سورۂ انعام مین نازل ہوئین قل تعالوا اتل الآیات الثلث
اور ابو الشیخ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عدی بن الخیار سے روایت کی کہ کعب احبار نے ایک شخص کو پڑھتے سنا کہ وہ پڑھتا
تھا قولہ تعالےٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الآیات تو کعب نے کہا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین کعب کی جان ہے کہ یہی توریت
مین پہلی آیت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الےٰ آخر الآیات مترجم کہتا ہے کہ کعب احبار نے زبان توریت کا ترجمہ اس طرح
ذکر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا الخ کیونکہ ظاہر ہے کہ توریت بزبان عربی نہین ہے لیکن یہ ترجمہ بلفظہا عبارات نہین ہے کیونکہ ادا سے معانی زبان
عربی وبصورت ترجمہ بلفظہا عبارات کے ایسا حاوی وافیہ وافضل واحسن نہین ممکن جیسا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے کلام پاک مین بیان فرمایا ہے اور
مؤلف فتح البیان نے انکو ترجمہ کرکے لکھا چنانچہ کہا کہ مراد اس سے توریت کی دسون آیتین ہین اول آنکہ مین ہی رب ہون تیرا معبود جس نے
تجھکو زمین مصر بیت عبودیت سے نکالا تیرا کوئی معبود نہین میرے سواے - اور تمام ان وصایا کے یہ ہے کہ تکریم کر اپنے باپ و مان کی تا کہ
تیری عمر ٹھہرے اس سرزمین مین جو تجھکو تیرا پروردگار دیویگا مت قتل کر مت زنا کر مت چوری کر مت گواہی دے اپنے ساتھی کیلیے

جھوٹی گواہی اور مت شہوت سے دیکھ اپنے ناتے دار کی لڑکی اور مت خواہش کر اپنے ناتے دار کی جورو کی اور نہ اُسکے غلام کی اور نہ اُسکی باندی کی اور نہ اُسکے بیل کی اور نہ اُسکے گدھے کی اور نہ ایسی کسی چیز کی جو تیرے ناتے دار کی ہو یہودیوں کو ان وصیتوں کی طرف بڑی عنایت ہو اور اسکو زبور والوں نے اپنے زبور کے آخر میں اور انجیل والوں نے اپنی انجیل کے اوّل میں لکھا ہو۔ ابو السعودؒ نے اپنی تفسیر میں کہا کہ یہ دسوں احکام امتوں و زبانوں کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوئے **قال المترجم** تصدیق اسکی آیات مابعد میں موجود ہو و لیکن قبل اسکے اشارات عرائس البیان ذکر کردوں **ف فی العرائس** قولہ تعالیٰ ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ فواحش تو عرائس دنیا ہیں اور ان عرائس میں ظاہری تو دنیا کی زینت و تازگی ہو اور باطنی دنیا کی دوستی اور ریاست وجاہ و مال کی خواہش ہو۔ حارث محاسبیؒ نے فرمایا کہ فواحش وہ چیزیں ہیں جنسے بغیر اللہ تعالیٰ مراد ہو بعض نے کہا کہ فواحش افعال جو ظاہر ہیں وہ زنا وغیرہ ہیں اور جو باطن ہیں وہ جھوٹے دعوے ہیں قولہ تعالیٰ واذا قلتم فاعدلوا جب تم مقام ولایت کی خواہش کرو تو سچائی کرو بایطور کہ اپنے نفوس کو بلا و محنت و مشقت میں ڈالو کیونکہ ولایت مقرون بہ بلیہ ہو۔ نیز جب مجھسے تمکو زبانی خبر پہونچے تو دل سے میرے پاس حاضر ہوا و جب تم نے مجھکو ظاہر سے ذکر کیا تو باطن میں میرے مشاہدہ سے شاہد ہوا اور جب تم میرے بندوں کے عیب مشاہدہ کرو جبکہ معائب انکو بتلائے گئے ہیں تو امر بالمعروف میں تمکو کوئی خوف و خیال لاحق نہو اور ایسی باتوں سے منع کرنے میں تمکو کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا خوف نہو بلکہ اسمیں عدل و انصاف سے برتاؤ کرو اور جو بردوں میں نے اپنی شریع میں مقرر فرمائے ہیں انسے تجاوز مت کرو۔ ابو سلیمانؒ نے اس آیت کی اشارہ میں کہا یعنی جب تم بات کرو تو میرے ذکر کو بیان کرو۔ محمد بن حامدؒ نے فرمایا کہ کلام میں عدل یہ ہو کہ ایسی بات کہے جس سے فی الحال یا انجام کار میں اسپر ضرر اور وبال عائد نہو۔ قولہ وبعہد اللہ اوفوا۔ عہد الٰہی وفا کرنا اسطرح ہو کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف محبت و شوق کے ساتھ متوجہ کرے ہرگز نہ پھیرے یہانتک کہ اس تک داخل ہوا اور سوائے حضرت باری تعالےٰ کے کسی چیز پر توجہ نہ کرے جس سے محجوب ہو جاوے اور اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی چیز کو اختیار نہ کرے۔ جوزجانیؒ نے فرمایا کہ عہد بہت ہیں اور سب سے بڑھکر وفا کرنے کے لائق یہ عہد ہے کہ جن باتوں کے کرنیکا شرع میں حکم ہو خواہ فرض و واجب یا سنت و مستحب سب کو بیان کرے اور نصیحت کرے اور جن باتوں سے شرع میں ممانعت ہو خواہ حرام ہیں یا مکروہ تحریمی یا مکروہ وغیرہ سب سے منع کرے بالجملہ امر بالمعروف و نہی از منکر کے بجا لانیکا عہد وفا کرنا سب سے ضروری و بڑھکر ہو پس اول اپنے نفس کو معروف کا حکم کرے اگر وہ قبول کرلے تو خیر بہتر ورنہ اسکو بھوک و بیداری و بیجوابی و کم سخنی یا دائمی سے راضی کرا اور صالحین کی صحبت میں بٹھا تاکہ وہ معروف شرع کی طرف رغبت کرے پھر اسکے بعد اپنے سوا سے غیر وں کو ان بھلی باتوں کا حکم دے اور پہلے اپنے نفس کو بری باتوں سے منع کریں اگر وہ مان جاوے تو بہتر ورنہ اسکو اسطرح تادیب و سزا دے کہ اسے زمین پر سفر اختیار کرا اور مفسد چیزوں سے اسکو الگ کرا اور تنہائی میں بٹھا اور کم باتیں کرا اور صبر کو لازم کرے تاکہ نفس باز رہے پھر جب تیرا نفس خود باز رہے تو لوگوں کو منکر باتوں سے ممانعت کر **قال المترجم** اس امر کی ملامت ہو کہ آدمی اوروں کو نصیحت کرے اور خود فضیحت ہو لہذا شیخ نے ایسا طریقہ بتلایا کہ آدمی خود بھی عامل ہو اور دوسروں کو بھی نصیحت کرے اور ذات جمیل حاصل کرے لیکن یہ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہو مع شرائط و تفصیل کے جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا پس اگر خود کوئی شخص اسپر عامل نہو تو اُسکے ذمہ سے یہ واجب ساقط نہو گا اور یہ مسئلہ مفصل گزر چکا ہو فتدبر **قال الشیخ** پھر جب اوتعالےٰ نے راہ شریعت و حقیقت اور احکام عبودیت و صفات سے معرفت بیان کردیں تو اسکے بعد عقد حقیقت و شرائط الٰہی تاکید فرمائی بقولہ ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ

اللہ تعالیٰ کی صراط مستقیم یہی شریعت توحید وراہ سنت تحقیق ہو جسمیں اسکی مغفرت کے طلب کے واسطے عبودیت ادا کرے اور اُسکے کلام پاک کی اقتدا کرے جیسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اور الہام کی متابعت کرے اور حیلہ اغیار سے خاطر پاک ہونے کے وقت اسکے مشاہدہ کا خواستگار ہو جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ راہ ہر قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف ہا پیلو رکہ ماسوائے الٰہی سے اعراض ہوا ور شبل سے یہاں اشارہ ہو کہ خطرات مذموم اور ہواجس نفسانیہ اور وساوس شیطانیہ کسی پیرا یہ میں ہوں سب گمراہی ہیں کیونکہ وہ سب تاریک ہیں اور مریدین کی راہ مارنے والے اور جہنم کی راہ یا اس راہ پر پہونچانیوالے ہیں راہ حق تعالیٰ فقط راہ ہدی ہی اور ہدی یہ ہو کہ کدورات مخلوقات سے جو دل پاک ہیں انکی نظروں میں جلال آیات کے نہایت روشن آفتاب نظر آویں جنکا مرجع عین صفات سے ذات پاک تعالیٰ وتقدس ہو قال المترجم سمجھکو یاد ہوگا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے مشرکین عرب کے انواع جہالات وضلالات کو جو انھوں نے نفس وشیطان کی پیروی و دنیا و اسکی چیزوں کی محبت اور مودت سے غفلت میں اور اپنے نفس کے کمال سے جاہل بلکہ اللہ سے بہرے بہائم وں کے مانند بلکہ انسے بدتر ہو کے بہیمانہ پیدا منسی ہو کر ان انواع جہالات وگمراہیوں کو اختیار کیا تھا بیان فرما کر اور اپنی عجائب صنعت وعظیم قدرت اور عظمت وجلال اور ظاہر آیات ولطیف اشارات سے نصیحت وہدایت وارشاد کرنے کے بعد راہ راست کو واضح وروشن کر کے مجری کلیہ احکام کہ اصول دین وایمان وارشاد تحقیقت وعرفان ہیں واضح بیان فرمایا اور تفسیر میں گذرا کہ یہ اصول شرائع زمانہا سابق اور امم مختلفہ میں نہیں بدلے اور مذکور ہوا کہ یہیں توریت شریف بطور حاصل واہتمام خاص انکی وصیت تھی اور اہل انجیل نے بھی انکو لکھا ہو والاشارۃ الی القصۃ بعد ذلک فیما قال تعالیٰ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

پھر دی ہمنے موسیٰ کو کتاب پورا فضل نیکی والے پر اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور مہر شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا

يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ

یقین کریں اور ایک یہ کتاب ہو کہ ہمنے اتاری برکت کی سو اسپر چلو اور بچتے رہو شاید تم پر رحم ہو اسواسطے کہ کبھی کہو کتاب جو اتری تھی

عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ

سو دو ہی فرقوں پر ہمسے پہلے اور ہمکو انکے پڑھنے پڑھانے کی خبر نہ تھی یا کہو اگر ہمپر اترتی کتاب

لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ

تو ہم راہ چلتے انسے بہتر سو آچکی تمکو تمہارے رب سے شاہدی اور ہدایت اور مہربانی اب اس سے بےانصاف کون جو جھٹلاوے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝

اور انسے کترا وے ہم سزا دینگے کترانے والونکو ہماری آیتوں سے بُری طرح کی مار بدلا اُس کترانے کا

ثُمَّ اٰتَيْنَا پھر ہمنے تمکو آگاہ کرتے ہیں کہ عطا فرمائی تھی ہمنے مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت۔ واضح ہو کہ ثُمَّ تراخی کے واسطے آتا ہو تو وہ کبھی خبر دینے کی ترتیب بیان کے لئے ہوتا ہو جیسا کہ زبان عرب میں معروف وشائع ہو اور ایسا ہی آیت کریمہ میں ہو اور زمانہ کی تراخی کے لئے نہیں کیونکہ ظاہر ہو کہ موسیٰ کو بہت مدت پہلے توریت عطا ہوئی تھی اور غالباً اسمیں اشارہ ہو کہ یہ تفضل فضل الٰہی تھا کیونکہ نبوت محض فضل ورحمت الٰہی ہو جسکو ازل میں برگزیدہ کیا اسکو ملتا ہو اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہو وہی خوب جانتا ہو کہ

اگر کسی کو بہول فرمایا اسمین کچھ بڑی عبادت وغیرہ کو دخل نہین ہو۔ الف لام کتاب پر عہد کا اور مراد توریت ہو تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ
اسی تماما للنعمۃ علی الذی احسن بالقیام یعنی تمام نعمت کا ہر ایسے بندہ پر جو اچھا برتاؤ کرے اس کتاب پاک پر قائم ہوکر نصب تماما کو اگر اسوجہ سے
کہ مفعول لہ ہو تو معنی یہ کہ اس فائدہ کے واسطے کہ تمام و پوری ہو نعمت ہر اُس شخص پر جسنے اس کتاب کے موافق اچھی طرح برتاؤ کیا۔ اور
اگر اسوجہ سے کہ مصدر ہو تو معنی آنکہ تم ذلک تماما۔ پوری ہوئی نعمت جو وصایا کے مذکورہ بالا میں ہو ہر اُس شخص پر الخ۔ یا اتمام بمعنی اتمام ہو
اے اتممنا اتماما۔ اور اگر اسوجہ سے کہ حال ہو تو معنی آنکہ عطا کی ہمنے موسیٰ کو کتاب درحالیکہ وہ پوری کرنیوالی ہی نعمت کو ہر ایسے شخص پر جو اسپر خوبی
سے عمل کرے وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً درحالیکہ تفصیل ہو ہر چیز کے واسطے اور ہدایت و رحمت ہو یا تفصیل
کی اور ہی تفصیل اور ہدایت کی پوری ہدایت کرنا اور رحمت کی پوری رحمت کرنا جو قوم موسیٰ کے لیے مقدر تھی یا واسطے تفصیل و واسطے
ہدایت و رحمت اس قوم بنی اسرائیل کے لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ شاید بنی اسرائیل ایمان ویقین لاوین اپنے رب کی ملاقات
قولہ بلقاء ربہم متعلق یومنون ہو اور مقدم کردیا گیا بغرض تمام اہتمام کے اور جو شخص ایمان لایا اس بات پر کہ بعث وحشر ہوکر وہ قیامت کے
میدان میں لایا جائیگا اور اپنے اعمال پر ثواب وعذاب پائیگا تو وہ سب وصایا ئے مذکورہ پر عمل کرنے مین اہتمام کریگا بلکہ قیامت سے پہلے
اسکو موت کے لیے بہت اہتمام ہوگا کیونکہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی۔ کما فی الحدیث الصحیح کیونکہ اسی وقت سے آثار مترتب ہو جاتے
ہین اور کوئی آدمی نہین جو موت پر یقین نہ رکھتا ہو پہر اللہ تعالےٰ آنکھون سے غفلت دور فرما دے اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ
کو ہر قوم کا قطعی علم ہو کہ جو اسکا انجام ہوگا اور کیونکر نہین کہ سب اسی کی ذرہ ذرہ مخلوق ہو اسکو انکی ماہیت وحقیقت تمام و کمال بالکل ہی
معلوم ہو پس اسکو خوب معلوم تھا بلکہ مقدر فرمایا تھا کہ توریت سے بنی اسرائیل کا کیا انجام ہوگا پہر جو لعل فرمایا تو اسمین امید کے معنی ہین تو وہ
ان لوگون کے واسطے ہو کیونکہ ہر شخص پر احکام الٰہی بجالانا واجب ہو اور اسکی مشیت وتقدیر سے متعلق ہونا نچاہیے کیونکہ کسی کو اُسکی
مشیت وتقدیر معلوم نہین ہوسکتی ہان اگر کافر مرجاوے تو معلوم ہوجائیگا کہ یہی مقدر تھا لہذا ہر ایک کو مقام امید مین رکھا قال الحسن
وہما ہہنا المحسن وغیر المحسن دونون تھے پس توریت تمام نعمت تھی محسن یعنی مومنون پر واضح ہو کہ تفصیل کل شی سے مراد انکی ہدایت
و شرایع کے متعلق ہر شی کی تفصیل تھی۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیت مین بنی اسرائیل پر تمام نعمت ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت تو
انپر تمام ہوئی بہرحال اور دون پر ناقص ہوگی جواب یہ ہو کہ تمام نعمت اس شخص پر جسنے اس کتاب پر ٹھیک عمل کیا پس جسقدر اس کتاب کی
نعمت کا پورا ہونا مقدر تھا اسی قدر حاصل ہوگا اور خلاصہ یہ ہو کہ تمام ہونا ہر چیز کے لائق مختلف ہوتا ہو مثلاً جو سامان کہ وزیر کے مکان کے
واسطے لائق ہو وہ اسکے حق مین تمام ہو حالانکہ وہ امیر کے اور سلطان کے لیے تمام نہین پس مطلق تمام نعمت انپر نہ تھی بلکہ جو انکے لائق ہو بقدر
ذکر کتاب توریت کے فافہم وسیاق الکلام فیہ۔ اور بہتر تفسیر اس مقام پر علامہ حافظ ابن کثیرؒ کا خلاصہ یہ ہو کہ قولہ ثم آتینا موسی الکتاب ابن جریرؒ
نے کہا بسبیل قولہ قل تعالوا الخ کے معنی یہ کہ ثم قل یا محمد انا آتینا موسی الکتاب الخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین نظر ہو اور بات یہ کہ ثم یہان
عطف خبر بعد خبر کے واسطے ہو نہ ترتیب کے لیے کما قال الشاعر ۝ قل لمن ساد ثم ساد ابوہ ۝ ثم ساد قبل ذلک جدہ ۝ یہان جبکہ پہلے قرآن
سے خبر فرمائی بقولہ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ پہر عطف کیا بمدح توریت۔ اور اکثر اوقات اللہ تعالےٰ نے دونون مین اقتران فرمایا ہو کقولہ
ومن قبلہ کتاب موسی اماما ورحمۃ۔ وہذا کتاب مصدق لسانا عربیا۔ اور جیسے بعد قولہ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی الآیۃ کے فرمایا
وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ۔ اور جیسے بعد نقل مقولہ مشرکین کے بقولہ وقالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی فرمایا اولم یکفروا بما اوتی موسی من قبل

قالوا سحران تظاہرا۔ اور یہاں فرمایا تماما علی الذی احسن۔ ای تماما جامعا کاملا لما یحتاج الیہ فی شریعتہ لقولہ وتفصیلا لکل شئی جیسے فرمایا
وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئی الآیہ اور قولہ علی الذی احسن یعنی جزاءً علی احسانہ کیونکہ طاعات وعبادات میں اسنے حکم کی فرمانبرداری کی۔
کما فی قولہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اور جیسے فرمایا واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن۔ اور ربیع بن انس نے فرمایا ای احسن
فیما اعطاہ اللہ یعنی جو اسکو اللہ تعالیٰ نے دیا اسپر عمل کرنے میں وہ مرتبہ رکھتا جو احسان کا مرتبہ ہے قتادہ نے کہا کہ جسنے مرتبہ احسان کے
موافق فرمانبرداری کی آخرت میں اُسکے واسطے اجر پورا کیا۔ ابن جریر نے علی الذی احسن بمعنی علی احسانہ اختیار کیا شاید الذی کو مصدریہ
قرار دیا کما فی قولہ وخضتم کالذی خاضوا اے خضتم کخوضہم۔ ابن رواحہ نے کہا ع فثبت اللہ ما آتاک من حسن ٭ فی المرسلین ونصرا
کالذی نصروا۔ یعنی نصر کنصرہم۔ اور دیگر علماء نے کہا کہ الذی یہاں بمعنی الذین ہے اور ابن جریرؒ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے حکایت
کیا گیا کہ انکی قراءت میں تماما علی الذین احسنوا تھا اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ قولہ علی الذی احسن یعنی علی المحسنین والمؤمنین
ایسا ہی ابوعبیدہؓ سے مروی ہے بغویؒ نے کہا کہ محسنون وہ انبیاء ومؤمنین ہیں یعنی اسکی تفصیلات اُن لوگوں پر ظاہر کر دی قال الحافظ
اور میں کہتا ہوں کہ علی ہذا یہ بمانند قولہ تعالیٰ یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی الآیہ ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے سردار رسول اللہ محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء وخلیل سے افضل ہو جاویں بسبب اسکے کہ دیگر دلائل اسکے برخلاف
کرتے ہیں وہذا اور یہ قرآن ہے کتاب انزلناہ کتاب ہے جسکو ہمنے اتارا ہے مبارک ہے یعنی کثیر البرکۃ ہے فاتبعوہ
پس اسکی پیروی کرو اے اہل مکہ بایں طور کہ جو احکام ونصائح اسمیں ہیں انپر عمل کرو کیونکہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بہت
برکت کی کتاب ہے تو اسپر عمل واجب ہے یعنی اسکی پیروی کرو واتقوا اور کفر وانکار سے پرہیز رکھو لعلکم ترحمون شاید تم پر
رحم کیا جاوے یعنی ایسا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے رحمت کے امیدوار رہو اور یہ نہ ہو کہ ناامید ہو رحمت الٰہی سے مگر وہی جو کافر ہے
ان تقولوا فراء وکسائی نے کہا ای واتقوا ان تقولوا یا اہل مکہ۔ اور یہ کہ اس بات کے کہنے سے پرہیز کرو۔ اور بصریوں نے کہا انزلناہ
کراہیۃ ان تقولوا یعنی اسکو نازل کر دیا بسبب کراہت اس امر کے کہ تم لوگ کہو اور کوفیوں نے اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ انزلناہ
لئلا تقولوا یعنی اس کتاب کو نازل کر دیا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا یہی ہوا تھا
کہ اتاری گئی کتاب ہم سے اگلے دو گروہوں پر وان کنا عن دراستہم لغافلین اور ہم اُن لوگوں کی قراءت سے غافل رہے کیونکہ ہم
اسکو نہیں جانتے تھے بوجہ اسکے کہ وہ ہماری زبان میں نہ تھی طائفتین سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں کہ انپر توریت وانجیل نازل کی گئی
اور رہی زبور تو وہ احکام توریت کی پابندی کے ساتھ فقط نصائح ومواعظ تھے واللہ اعلم پس اہل زبور بھی اہل توریت ہیں پس جملہ
دو ہی گروہ یہود ونصاریٰ ہوئے اور یہی ابن عباسؓ ومجاہد وسدی وقتادہ وغیرہم سے مروی ہے کہ یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ ان کنا
ای وانا کنا یعنی ان مشددہ سے مخففہ ہے اور اسم محذوف ہے یعنی اگر قیامت میں تم یہ عذر پیش کرو کہ یہود ونصاریٰ کی زبان ہماری زبان نہ تھی وہ
غافل تھے قال الحافظ یعنی ہم نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگ ہماری زبان میں نہ تھے اور باوجود اسکے ہم اس خبر سے غافل تھے وہ
وقال المترجم اصل درود یہ کہ اس وقت تمہارا کچھ عذر نہیں بلکہ اُنسے دریافت کرایا ہوتا اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکے دفع کی طرف اشارہ کیا اور
مترجم کے نزدیک توضیح یہ ہے کہ قیامت میں یہ عذر نہ کریں کہ کتاب آسمانی تو ہم سے اگلے دو گروہ پر نازل ہوئی اور ہم اس سے محروم رہے اور
وہ ہدایت انہیں دو گروہ کے ساتھ مخصوص تھی کچھ عموم بعثت نہ تھی کہ ہر شخص پر اسکا علم ومعرفت حاصل کرنا فرض ہو اور اپنی ابتداء کیواسطے حاصل کرنے میں یہ دقت

تھی کہ وہ زبان دان دونوں گروہ کی قراءۃ ہماری سمجھ میں آتی نہ تھی باوجودیکہ ہمکو اس ارسال و انزال کتب سے غفلت محض تھی اور نیز
اپنی مشغولی میں غفلت تھی باوجودیکہ ایسے گروہ پر نازل ہوئی جنکو تحریف وتبدیل میں غلو تھا اور ارشاد وہدایت سے بے پروائی تھی یعنے انکا
ہمکو درس دینا اور سمجھانا بالکل نہیں پایا گیا ہم اس سے بالکل غافل رہے کہ انھوں نے ہمکو کبھی سمجھایا ہوتا پس ہم معذور ہیں اَوْ تَقُوْلُوْا
یا یوں کہو کہ لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ اگر ہمارے اوپر کتاب اتاری جاتی تو ان لوگوں کی بہ نسبت زیادہ
ہدایت پر ہوتے خواہ اسوجہ سے کہ ہمارے ذہن اچھے تھے ہم کتاب سے خوب سمجھ حاصل کرتے یا ہم اسپر خوب عمل کرتے اور لوگوں کو
درس دیتے اور سمجھاتے اور عموماً لوگوں کو ہدایت کی راہ بتلاتے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ یعنے بیان مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
یعنے آگیا تمھارے پاس بیان تمھارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت ورحمت حتی کہ جو شخص اسکی پیروی کرے وہ راہ پاوے
اور اسپر اللہ تعالےٰ کمال رحم فرماوے پس جب ایسا واقع ہوا تو اب خوف کرو کہ تمھارے پاس کوئی عذر نہیں کہ تم راہ راست چھوڑکر
گمراہ پھرو اور اس بیان یعنے قرآن میں خوض نکرو اور اس سے ہدایت ورحمت حاصل نکرو اور یہ بڑا ظلم اپنے اوپر کرتے ہو کہ کمال
ہدایت تو درکنار تم اس سے منکر ہوتے اور منھ موڑتے ہو فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ پس کون زیادہ ظالم ہے یعنے کوئی زیادہ
ظالم نہیں ہے اس شخص سے کہ جسنے جھٹلایا آیات الٰہی کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور منھ موڑا ان آیات سے پس جو ایسے ظلم کا کرتا ہو اگرچہ وہ
چندروزہ زندگی بھر بچا رہیگا وہ بھی اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہو ورنہ وہ قابل سخت سزا کے ہے حتی کہ اگر اسی کفر وانکار پر مرا تو غضب میں
پڑا سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ عنقریب ہم بدلہ دینگے ان ظالموں کو
جو منھ موڑتے تھے ہماری آیات سے برا عذاب یعنے سخت عذاب بسبب ان لوگوں کے اعراض ومنھ موڑنے کے اعوذ باللہ
من عذاب اللہ وبلائہ۔ قولہ کذب بایات اللہ وصدف عنہا سدی نے ابن عباس ومجاہد وقتادہ سے روایت کی کہ معنی یہ
ہیں کہ لوگوں کو اس سے موڑا اور روکا اور خود اعراض کیا اور ابن کثیرؒ نے اسکو قوی کہا ہے ف فی العرائس قولہ ثم اٰتینا موسی الکتاب
الآیۃ یعنے موسی علیہ السلام کو وہ چیزیں دیں جنسے وہ مخصوص ہوا چنانچہ مناجات میں اسکو کلام قدیم سنایا جس سے معارف قدم وکشف
ذات وصفات کی راہیں ظاہر فرمائیں اور ایک وقت خاص میں اسپر تجلی فرمائی پھر توریت عطا فرمائی جو عموم عوام کے لیئے وخواص کے لیئے
شریعت تھی اور عبودیت کی کشادہ راہوں کا بیان تھی کیونکہ عوام لوگ اس بات سے بہت دور تھے کہ گوشۂ خاص سے کلام خطاب
خاص کو مشاہدۂ جلال میں سنیں قال المترجم بیان ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو توریت سے مفصل واشمل نازل فرمایا اور تمام نعمت فرمائی
اور یہ تمام کرنا کامل بہ نسبت سب کے ہو اسی واسطے قرآن مجید کی دعوت عام اور آنحضرت صلعم کی رسالت بھی عام ہے اور اس سے
اعراض کرنے والی کوئی قوم ہو اسکو عذاب شدید سے وعید فرمائی اور نیز بیان واقعی کے ساتھ اہل غفلت وانکار کو تہدید فرمائی بقولہ
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
کاہیکی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ آئیں انپر فرشتے یا آوے تیرا رب یا آوے کوئی نشان تیرے رب کا جس دن آویگا ایک نشان
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○
تیرے رب کا کام نہ آویگا ایمان لانا کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں
هَلْ يَنْظُرُوْنَ نظر بمعنی انتظار ہے حاصل آنکہ پیغمبر حجت تمام ہوئی اور کتاب بھی نازل فرمائی گئی اور رسول پاک صلعم بھیجے گئے اور نہایت

حسن اسلوب سے ارشاد و ہدایت ہو چکی لیکن وہ اپنی جہالت و ضلالت سے نہیں پھرتے ہیں تو یہ باقی رہا کہ کیا انتظار کرتے ہیں اس بات کا کہ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ آویں ان کے پاس ملائکہ یعنی انکی روح قبض کرنے کو ملائکہ آجاویں اور وقت فرصت ہاتھ سے جاتا رہے کیونکہ اسوقت ایمان لانا
کچھ نافع نہوگا ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ عذاب لیکر ملائکہ انپر آویں أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یا آوے تیرا رب
اے محمد صلعم جیسا کہ کفار مانگتے ہیں بقولہم لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا یعنی کافرون نے کہا کیون
نہیں اتارے گئے ہمپر ملائکہ یا دیکھیں ہم اپنے رب کو البتہ بڑے تکبر والے بنگئے اپنے نزدیک اور سرکشی میں حد سے بڑھ چلے بڑا بڑھ چلنا
اور بعض نے کہا کہ مضاف محذوف ہے او یاتی امر ربک ای عذاب ربک یعنی یا آوے عذاب تیرے پروردگار کا بہر حال
دلایا کہ حضرت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا آنا ہولناک بات ہے اور مراد اس سے عذاب ہے حذف مضاف زبان عرب میں شائع ہے اور یہاں
اسکے حذف سے ہول زیادہ ہوگیا پس یہ بلاغت مقام ہے جیسے قولہ واشربوا فی قلوبہم العجل - یعنی پلائے گئے انکے دلون میں بچھڑا یعنی
انکے دلون میں محبت بچھڑے کی جذب ہوگئی جیسے پانی جذب ہوجاتا ہے پس حذف مضاف مبالغہ ہے کہ ایسی محبت بھر گئی تھی کہ گویا وہ گوسالہ
خود انکے دلون میں بیٹھ گیا تھا اور یہ بلاغت پاکیزہ ہے بعض نے کہا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فیصلہ خلائق کے لیے
آنا مراد ہے کما فی قولہ وجاء ربک والملک صفا صفا - اور یہی تفسیر حضرت ابن مسعود و قتادہ و مقاتل سے مروی ہے اور بعض نے فرمایا کہ
کیفیت آنے کی فہم و خیال و تصور بشری بلکہ تمام مخلوق کے وہم سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عز و جل ہر ایک کے وہم و خیال سے
بالاتر ہے پس اسقدر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ قادر ہے کہ آوے جیسا کہ فرمایا اور اسکی کیفیت و صورت وغیرہ ہماری عقل سے
باہر ہے ہم بندہ ہیں جو اسنے فرمایا اسپر ہمارا ایمان ہے اور مترجم نے فہم عوام سے قریب ہونے کی ہمت سے قولہ ہل ینظرون الخ میں تفسیر اختیار کی
کہ کیا انتظار کرتے ہیں جھٹلانے و منھ موڑنے والے اس بات کا کہ آویں انپر ملائکہ اسواسطے کہ انکی روحیں قبض کرکے عذاب دیویں او یاتی
یا آوے تیرا پروردگار یعنی حکم پروردگار یعنی پروردگار کا عذاب آوے أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ یا آویں بعض نشانیاں تیرے
پروردگار کی یعنی تیرے پروردگار نے جو نشانیاں قیامت کی مقرر فرمائی ہیں انہیں سے بعض نشانیاں آجاویں پھر فرمایا کہ
يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ جسدن کہ آجاویں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی تب لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ
مِنْ قَبْلُ نہیں نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہیں ایمان لایا تھا پہلے اس نشانی سے أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا یا ایسے
نفس کو جسنے نہیں کمائی تھی اپنے ایمان لانے میں کوئی بھلائی - واضح ہو کہ بعض آیات سے مراد یہ کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا
اور یہ قبل قیامت ہوگا اور جو عوام میں مشہور ہے کہ بارہ برس پہلے ہوگا یہ غلط ہے ان دجال وغیرہ کے بعد ہوگا اور ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں قایم ہوگی قیامت یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب مغرب سے پھر جب لوگ اسکو دیکھینگے
تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہوجاوینگے لیکن یہ وہ وقت ہے کہ نہیں نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہیں ایمان لایا تھا پہلے
اس نشانی سے - رواہ البخاری ومسلم وغیرہم اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے یہی آیت پڑھی پس اس سے
ظاہر ہے کہ جو اس وقت سے پہلے ایمان لایا ہوگا اسکا ایمان نفع دیگا یعنی مقبول ہوگا اور یہی تفسیر اس آیت کی مفسر نے موافق جمہور
مفسرین کے اختیار کی ہے کمالین میں لکھا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ بعض آیات سے مراد کوئی آیت ہو خواہ دخان یا دجال یا دابہ و تفسیر
اول صحیح قول اول ہے وقال المترجم آیت میں یہ تعمیم کہ کوئی سی آیت ہو بے شک علماء کو یہ گنجائش ہے بعض آیات میں اور اگر [illegible]

آفتاب از مغرب کے سوائے بھی بعض آیات کو عام لیا ہوتا تو اسکی وجہ بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ابن جریرؒ نے باسناد جید حضرت ابوہریرہ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تین باتیں ہیں کہ جب وہ ظاہر ہونگی تو کسی نفس کو اسکا ایمان نافع نہوگا جو نہیں ایمان لایا تھا پہلے سے
یا کسب کیا تھا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی کو - وہ طلوع آفتاب ہے مغرب سے اور نکلنا دجال کا اور نکلنا دابۃ الارض کا ہے - وقد رواہ احمد ومسلم
والترمذی وابن مردویہ - وفی الکمالین عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضہ سے روایت کی کہ لوگوں پر ایک رات بقدر تین
راتوں کے آئیگی کوئی نہیں پہچانیگا سوائے اُن لوگوں کے جو تہجد پڑھنے اُٹھتے ہیں پس آدمی اُٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اُٹھکر اپنا وظیفہ
پڑھکر سو رہیگا پھر اُٹھیگا پس ایسا وقت ہونے پر لوگ آپس میں آواز دیکر مل کر مسجدوں میں جا دینگے یہانتک کہ جب صبح کی نماز پڑھکو بیٹھیں گے
کہ ناگاہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکل آویگا یہانتک کہ جب درمیان میں پہونچیگا تو واپس ہو جائیگا **قال الحافظ ابن کثیرؒ** وقد رواہ
ابن مردویہ وہو حدیث غریب - ابن مردویہ نے حذیفہ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ رات بقدر دو راتوں کے دراز ہو جائیگی - بعض
روایات میں ہے کہ آفتاب تین روز تک مغرب سے نکلیگا اور امام نوویؒ نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ ایک ہی روز ایسا ہوگا پھر اور دنوں کے
مانند نکلا کریگا کذا فی تفسیر الحافظ - ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے مغرب سے آفتاب نکلنے سے پہلے توبہ کی اُسکی توبہ قبول
ہوگی - رواہ ابن مردویہ لیس فی الکتب الستۃ واسنادہ جید - عن حذیفۃ ابن اسید الغفاریؓ ہم لوگ قیامت کا ذکر کرتے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم
نے غرفہ سے طلوع فرماکر کہا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ تم دس نشانیاں دیکھو آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور دخان اور
دابۃ الارض - یاجوج ماجوج کا نکلنا عیسیٰ بن مریم کا اُترنا اور دجال کا نکلنا اور تین خسوف ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ
العرب میں آگ نکلنا عدن کے غار سے جو لوگوں کو ہانک لیجاویگی جہاں رات گذارینگے وہاں رات کو ساتھ رہیگی اور جہاں وہ دوپہر کو ٹھہرینگے
اُنکے ساتھ ہوگی - رواہ احمد ومسلم واہل السنن الاربعۃ - ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قولہ یوم یاتی بعض آیات ربک آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ وہ مغرب سے آفتاب کا نکلنا ہے رواہ احمد ورواہ الترمذی موقوفاً - حدیث ابو امامہؓ میں مرفوعاً ہے کہ نشانیوں میں اول وہ طلوع
آفتاب از مغرب ہے - حدیث صفوانؓ میں مرفوعاً آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ کھولا جسکا چوڑان ستر برس کی راہ ہے وہ توبہ کے
واسطے ہے وہ بند نہوگا یہانتک کہ مغرب سے آفتاب نکلے - رواہ النسائی وصححہ الترمذی وابن ماجہ اور اول آیت طلوع آفتاب ہونا حدیث
عبد اللہ بن عمروؓ میں بھی بروایت احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ مروی ہے - وسابیہ عبد الرحمٰن بن عوف وعبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہم نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہجرت دو خصلت ہیں ایک تو گناہوں سے ہجرت یعنی گناہ چھوڑنا اور دوم یہ کہ
ہجرت کرے اللہ تعالیٰ سے واسکے رسول کیطرف اور ہجرت کرے اور یہ ہجرت منقطع نہوگی جب تک کہ توبہ قبول ہو اور توبہ برابر قبول ہوگی
یہانتک کہ آفتاب اپنے مغرب سے طلوع کرے پھر جب مغرب سے طلوع ہوا تو ہر دل پر مہر ہو جائیگی جو کچھ اسمیں ہے اور کفایت ہوگا لوگوں کو عمل **قال الحافظ**
رواہ احمد باسناد حسن ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ - عن ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آیات قیامت جو مذکور ہوئیں ہیں انمیں سے سوا
چار کے سب گذر گئیں اور چار جو باقی ہیں وہ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دجال ودابۃ الارض وخروج یاجوج ماجوج ہیں اور کہتے تھے
کہ جس آیت پر اعمال ختم ہو جائینگے وہ مغرب سے طلوع آفتاب ہے **قال المترجم** نزول عیسیٰ علیہ السلام ملاصق خروج دجال ہے اور آیات
قرب قیامت بہت ہیں انمیں سے بڑی آیات دس ہیں - پھر واضح ہو کہ قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا میں خیر سے مراد عمل صالح ہے اور بعض
مفسرین نے کہا کہ خیر وطاعت سے مراد یہ کہ اسکو اسکا توبہ کرنا نافع نہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے **قال فی الکمالین** زمخشریؒ نے

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا

جیسا کچھ کرتے تھے ۔ جو کوئی لایا نیکی اسکو ہے اسکے دس برابر اور جو لایا برائی سو سزا پاویگا تو اتنی ہی

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ یعنے دین کو اسطرح تفریق کر ڈالا کہ اسمین پھوٹ ڈالی اور اختلاف کر کے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا وَكَانُوْا شِيَعًا یعنے فرقا اور وہ جمع فرقہ ہے یعنے ٹکرے ٹکرے ہو گئے اور ایک قراۃ حمزہ وکسائی مین فَارَقُوْا دِيْنَهُمْ ہے یعنے جدا ہو گئے اس دین سے جسکا حکم دیے گئے تھے اور یہ لوگ یہود ہین جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے و فی تفسیر الحافظ کہا مجاہد وضحاک وقتادہ وسدی رحمہم اللہ نے کہ یہ آیت دربارہ یہود ونصاریٰ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اس امت کے گمراہ فرقون کے بارہ مین ہے اور ابوامامہؓ نے کہا کہ حرور یعنی خارجی فرقہ کے حق مین ہے اور حدیث مرفوع اسمین کہ یہ آیت اصحاب ہوا کے حق مین ہے ثابت نہین ہوئی لیکن اقوال سلف رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور توفیق یہ ہے کہ اولاً تو یہود ونصاریٰ کے حق مین ہے اور ثانیاً شمولاً تمام اہل ہوا وبدعت وضلالت کے حق مین ہے خواہ یہود ونصاریٰ ہون یا اس امت کے فرقے مبتدعین مانند معتزلہ وروافض وخوارج کے ہون بالجملہ جسنے توحید الٰہی وسنت رسول اللہ صلعم سے اور جماعت سلف صالحین کے طریقہ سے انحراف کیا وہ اسی حکم مین داخل ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ مسلمانون کا ایک کلمہ چاہیئے اور جماعت رہین اور تفریق وپھوٹ نہ ڈالین فی السراج والمعالم وغیرہما معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم مین کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقے ہو گئے اور یہ امت عنقریب تہتر فرقہ ہو جاویگی جسمین سے بہتر فرقہ دوزخ مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین جائیگا اور وہ فرقہ جماعت ہے۔ رواہ ابو داؤد والترمذی۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سوا ایک فرقہ کے اور میری امت کے تہتر فرقے ہو جاوینگے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سوا ایک فرقہ کے تو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون فرقہ ہے تو فرمایا کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے اصحاب ہین۔ رواہ الترمذی وقد اخرج الحاکم نحوہ۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمکو ایسی پاکیزہ نصیحت فرمائی کہ آنکھون سے آنسو رواں ہوے اور دل دہل گئے پس ہم مین سے کسی کہنے والے نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وداع کرنے والے کی سی نصیحت ہے پس آپ ہمکو کچھ وصیت فرما دین تو فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ تقویٰ رکھو اللہ تعالیٰ سے اور سمع وطاعت رکھو اگرچہ کوئی حبشی غلام ہو کیونکہ جو کوئی تم مین جئیگا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھیگا پس اسوقت تمپر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور دانتون سے اسکو مضبوط پکڑ لو اور خبردار بچے رہو اپنے اوپر سے کہ جو کچھ بدعت نکالو کیونکہ ہر نئی بات نکالی ہوئی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے وہذا الحدیث فی الصحاح۔ بالجملہ جن لوگون نے دین مین پھوٹ ڈالی اور فرقہ فرقہ ہو گئے اُنسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کو بری فرمایا بقولہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ حاصل آنکہ تجھکو انسے کچھ تعلق نہین ہے تو انسے بالکل بری ہے واللہ اعلم۔ قال المفسر اسے فلا تتعرض لہم پس تو انسے کچھ تعرض مت کر اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ یعنے اللہ تعالیٰ ہی خود انکے امر شدید کا متولی ہے اور یہ سخت تہدید ہے کیونکہ شفاعت وغیرہ سے بالکل محروم کر دیا تو لامحالہ سخت عذاب مین پڑین گے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی پھر آخرت مین انکو انکے افعال سے خبردار فرما دیگا یعنی انکو سزا سے سخت دیگا قال المفسر نسیخ

حکم جہاد سے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور قول لست منہم فی شیء سے فقط یہ مراد ہے کہ تجھپر صرف ابلاغ ہے اور انکے افعال سے تجھپر کچھ لازم نہوگا
پھر انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو چاہے اُنکے حق میں دنیا میں حکم کرے چنانچہ آخر جہاد کا حکم ہوا۔ پھر قیامت میں انکو خبردار کریگا کہ تم کیا کرتے
تھے چنانچہ جو جزیہ پر اڑے رہے وہ قیامت میں عذاب شدید کفر و شرک کا پاوینگے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ ای لا الٰہ الا اللہ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا
تو اسکے لیئے جزا اسکے برابر دس گونہ ہے ایک جماعت نے کہا حسنہ سے مراد کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یہی ابن مسعود و ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ
عنہم سے مروی ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ یہ کلمہ طیبہ افضل الحسنات ہے اور مراد عام ہے جیسا کہ عموم لفظ دلالت کرتا ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ تعالیٰ
پروردگار عزوجل رحیم ہے جسنے قصد کیا کسی نیکی کا پھر اسکو ادا نکیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اُسنے ادا کیا تو دس گونہ سے سات
سو سے بہت گونہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جسنے کسی بدی کا قصد کیا پھر اسکو نہ کیا تو اُسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر اسکو کر گزرا
تو اُسپر ایک بدی لکھی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسکو محو کر دیتا ہے۔ کما رواہ البخاری و مسلم والنسائی۔ حدیث ابوذر رضی میں بجملہ حدیث قدسی کے ہے اور جسنے زمین
بھر کی خطائیں کیں پھر جسنے ملا اس حال میں کہ وہ میرے ساتھ کچھ شرک نہیں کرتا تھا تو میں اسکے برابر اسکے واسطے مغفرت دیتا ہوں۔ کما رواہ مسلم
واحمد وابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے مانند حدیث اول کے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے قال الحافظ واضح ہو کہ کسی گناہ کو
چھوڑنے والا تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے اسکے خوف سے گناہ کو چھوڑا پس اُسکے باز رہنے پر اللہ تعالیٰ اُسکے واسطے
نیکی عطا فرماتا ہے اور یہ اس بندہ کی طرف سے عمل و نیت ہے چنانچہ بعض الفاظ صحیح میں یہی آیا ہے کیونکہ اسنے اس گناہ کو میری ہی وجہ سے چھوڑا ہے
دوم وہ کہ جسنے نسیان و ذہول سے چھوڑ دیا تو ایسے شخص پر نہ عذاب ہے نہ اسکو ثواب ہے کیونکہ اسنے نہ بھلائی کی نیت کی اور نہ کوئی برائی عمل میں لایا
اور سوم وہ کہ جسنے اس بدی کے بجا لانے اور اسکے اسباب سامان میں کوشش کی لیکن کسل کی وجہ سے یا عاجز ہو کر بیٹھ رہا تو ایسا شخص بمنزلہ اس بدی
کو عمل میں لانے والے کے ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لیکر بھڑے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں لوگوں
لوگوں نے عرض کیا کہ قاتل تو قاتل ہوا مقتول کا کیا حال ہے تو فرمایا اسواسطے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کر ڈالنے پر حریص تھا حاصل آنکہ اُسنے
کوشش میں دریغ نہیں کیا پس وہ بمنزلہ قاتل کے ہے قال الحافظ خریم بن فاتک الاسدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
آدمی چار صفت کے اور اعمال چھ طور پر ہیں پس آدمیوں کی حالت یہ کہ بعض کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں میں وسعت ہے اور بعض کے لیئے دنیا
میں وسعت ہے اور آخرت میں تنگی ہے اور بعض دنیا میں تنگ اور آخرت میں وسعت والا ہے اور بعض دنیا و آخرت دونوں میں شقی ہے اور
اعمال کی تفصیل یہ ہے دو موجب ہیں اور مثل بمثل اور دس گونہ اور سات سو گونہ پس دو موجب یوں ہیں کہ جو مسلمان مومن مرا درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کچھ شرک نکرتا تھا تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور جو کافر مرا اسکے لیئے دوزخ واجب ہوئی اور جسنے نیکی کا قصد کیا اور بجا نہ لایا
اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اسکے دل میں یہ شوق کی گئی تھی اور حریص تھا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور جسنے برائی کا قصد کیا اسپر نہیں لکھی جائیگی
اور جسنے برائی کر لی اسپر ایک ہی لکھی جائیگی اور بڑھائی نہیں ہوگی اور جسنے ایک نیکی کر لی اسکے واسطے دس گونہ لکھی جائیگی اور جسنے راہ خدا میں کچھ
خرچ کیا تو سات سو گونہ اجر لکھا جائیگا۔ رواہ احمد و غیرہ ورواہ الترمذی والنسائی بالبعض۔ اور اسیواسطے آیا ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک
کفارہ ہے اپنے درمیان کا اور تین روز زائد تک کا کیونکہ دس گونہ ثواب ہے پس سات روز جمعہ تک اور تین روز زیادہ سے پورے دس ہو گئے
اور ایسے ہی ایک روزہ دس دن کے برابر اور تین روزے پورے مہینہ کے برابر ہو گئے اسی واسطے حدیث ابوذر رضی میں آیا کہ جسنے ہر مہینہ
میں تین روزے رکھے اُسنے گویا تمام عمر روزہ رکھے۔ رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی تمام دہر تمام سال یا ہمیشہ کیونکہ کوئی مہینہ

خالی نہین تو تمام سال خالی نہین وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰی اِلَّا مِثْلَهَا چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے اسکی تفسیر ظاہر ہوگئی **وقال الحافظ**
قوله ومن جاء بالحسنة حضرت ابن مسعودؓ نے کہا یعنی کلمہ لا اله الا الله لایا اور قوله ومن جاء بالسیئة یعنی کوئی شرک لایا اور ایسا ہی ایک جماعت
سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے حاصل آنکہ جسنے کوئی بدی کی اسکو اسکے مثل جزا دیجائیگی اور اسپر زیادتی نہوگی پس مشرک کو خلود دوزخ کی
جزا دیجائیگی اور یہ موجب ہے لیسنے ضرور اسکو یہی جزا و سزا ملیگی بسبب قطعی وعید کے اور سوا اسکے دیگر معصیات ہین جنکی جزا و سزا مقدار کہ
وہ معلوم اور جسکی مقدار بیان نہین ہوئی اسمین اسکی مثل سزا ملیگی لیکن سوائے شرک کے دیگر سیئات مین اگر اللہ تعالی نے عفو نہ فرمایا اور
اسکی حسنات بہ نسبت اسکے سیئات کے زیادہ نہوئی تو یہ سزا جو مذکور ہوئی یعنی برابر اپنی برائی کے بدون زیادتی کے سزا پاویگا اور اگر تو کہے کہ
تو خواہ شرک ہو یا کوئی گناہ ہو اور تعالی ارحم الراحمین عفو فرماتا ہے وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ای لاینقصون من جزاءهم شیئا جو انکی جزا ہے خواہ نیکی کا یا بدی کا
بدلا اسمین انپر ظلم نہوگا **ف فی العرائس** قوله ان الذین فرقوا دینهم اسکے اشارہ مین وہ لوگ داخل ہین جو اپنی ارادت مین فتور کرنے لگے اور
طریقہ حق سے دوسری طرف مائل ہوگئے حالانکہ انپر واجب یہ تھا کہ اس راہ مین اپنے نفس کو قربان کرین اور مجاہدہ و ریاضت سے اسکو
زیر کرین پس جب انھون نے راہ حق سے تفرقہ کی اور اسکو چھوڑا تو میدان ضلالت و بطالت مین جا پڑے پس باطل دعوی کر کے ہلاک
ہوئے بعض تو زرق و مکر مین پڑے اور بعض طرار ہوئے اور بعضون نے اولیاء اللہ کے سے کپڑے پہن لیئے اور بعضون نے اولیاء کے
مانند باتین بنانی شروع کین فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ لوگ راہ الٰہی مین ایک وتیرہ پر نہین رہے **قوله** من جاء بالحسنة فله عشر امثالها
جو شخص اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے اسکا اجر اسکے گمان کے موافق ہے یعنی عبادت مین سے اعلی مقام جنت کی نعمتون سے اسکو اجر ملیگا اور جسنے
اپنی نظر اپنے اعمال سے اٹھائی اور حضرت باری تعالی کی درگاہ پر نظر کر کے اپنے اعمال سے خجل ہوا تو اسکا اجر بغیر حساب ہے اور وہ لطف
عرفان اور مزائد ایقان ہے اور حسنہ یعنی نیکی کی اصلی یہ ہے کہ ظہور ربوبیت کے وقت اخلاص سے عبادت کرے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے اس حال سے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہے یہ مرتبہ احسان ان عارفون کے واسطے ہے جنکا اجر مشاہدہ
الٰہی عزوجل بلا نہایت ہے بعض نے کہا کہ جسنے حسنہ کو اپنے نفس سے لحاظ کیا تو اسکو دس گونہ ثواب ہے اور جسنے حسنہ کو اللہ تعالی کی توفیق
سے خیال کیا تو وہ ایسا بندہ ہے کہ اسپر ملائکہ صلوۃ بھیجتے ہین اور اللہ تعالی ہر بندہ کو اپنی رحمت سے جو جسکے واسطے مقدر ہے اسکو عطا فرماتا ہے
اور جسکا اجر چاہتا ہے بہت گونہ بے حساب دیتا ہے **قال المترجم** ایک حدیث شریف نقل کردون کہ جس سے یہ اشارات ماخوذ ہوسکتے ہین
اگرچہ معلوم ہو کہ راہ خدا مین جہاد والے کے نفقہ کا اجر بے حساب آیا ہے عن عمرو بن شعیبؓ عن ابیه عن جده عن النبی صلعم جمعہ مین تین قسم کے لوگ
حاضر ہوتے ہین ایک وہ کہ جمعہ مین آیا اور بیہودہ فعل کرتا ہے تو جمعہ سے یہی اسکا حصہ ہے دوم وہ کہ حاضر ہوا اور دعا کرتا ہے پس اسنے دعا کی اگر اللہ
تعالی نے چاہے اسکو دیوے اور چاہے نہ دیوے سوم وہ شخص جو جمعہ مین انصات و سکوت کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی (علاوہ ثواب کے)
گردن سے قدم بڑھاتا ہوا تجاوز نہین کر گیا اور کسی کو ایذا نہین دی تو جمعہ اسکے لیئے کفارہ ہے اسکے بعد اگلے جمعہ تک اور زیادہ تین روز
کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها الآیہ

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ
تو کہہ مجھکو تو سوجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والون مین تو کہہ میری نماز
وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝
اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے جو صاحب سارے جہان کا کوئی نہین اسکا شریک اور یہی مجھکو حکم ہوا اور مین سب سے پہلے حکم بردار ہون

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہدایت متعدی بمفعول دوم بواسطہ بھی ہوتا ہے جیسے یہاں الی صراط مستقیم ہے جبکہ مراد ایک چیز کی طرف
راہ بتاتی ہو اور کبھی متعدی بلا واسطہ ہوتا ہے جیسے اہدنا الصراط المستقیم جبکہ ذرا حصل کرنا مقصود ہے کیونکہ ہدایت بدون اسکی عنایت کے نہیں ہے پس یہاں
صراط مستقیم محل نصب میں ہے بنا بر آنکہ مفعول دوم ہوا اور بدل اسکا منصوب فرمایا دِیْنًا قِیَمًا یعنے مستقیما مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
کہ اسکی تفسیر گذر چکی **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور یہ بانند قولہ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین۔ اور آنحضرت صلعم
جبکہ ملت ابراہیم حنیفیہ کے اتباع کا حکم کیے گئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابراہیم علیہ السلام بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل ہوں کیونکہ آنحضرت صلعم
اس بات کو تکمیل تمام ادا کیا کہ سابقین میں سے کوئی اس رتبہ کو نہیں پہونچا اسی واسطے خاتم الانبیاء اور سید اولاد آدم علی الاطلاق اور صاحب
مقام محمود ہوئے کہ تمام خلائق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی آنحضرت صلعم کی طرف رغبت کرینگے انتہی اور اسمیں مشرکوں پر تعریض ہے جو شرک کرتے
اور دین ابراہیم کا دعوی کرتے تھے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ یہاں سے اخیر صلوۃ کا یا لفظ ہے اور مراد نماز ہے وَنُسُكِیْ عبادت من حج وغیرہ۔ یعنی نسک
جمع نسیکہ اور مراد اس سے عبادت ہے حج ہو یا کوئی اور ہو وعلی ہذا تعمیم بعد تخصیص ہوگی کیونکہ صلوۃ بھی عبادت ہے۔ **وقال الحافظ** رحمہ اللہ تعالی
حکم دیا کہ مشرکوں کو خبر دے جو لوگ کہ سوائے اللہ تعالی کے غیروں کے بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے اور غیر کے نام پر ذبح کرتے ہیں انکو آگاہ کردے
کہ میری نماز بھی اللہ تعالی ہی کے واسطے فقط مخصوص ہے اور میرا نسک بھی اسی کے نام پر ہے اور یہ بانند قولہ انا [illegible] فصل لربک وانحر ہے۔
قال مجاہد نسک یعنی حج وعمرہ میں قربانی کرنا یہی سعید بن جبیر وسدی وضحاک کا قول ہے وعن ابن عباسؓ آنحضرت صلعم نے عید النحر کے روز دو مینڈھے
ذبح کیے اور وقت ذبح کے یوں دعا پڑھی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی الی آخرہ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ یعنے میری حیات وموت لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یعنے حقیقت میں اسکا کوئی شریک نہیں تو ان امور میں بھی
کوئی اسکا شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ یعنے اسی توحید بجا لانے کا اُمِرْتُ مجھے حکم کیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے اس امت میں سے
میں ہی اول مسلم ہوں کذا قال قتادہ رحمہ اللہ **فی العرائس** قولہ تعالی قل اننی ہدانی ربی الخ۔ صراط مستقیم اس مقام پر نہایت نادر لطیفہ
معارف کو اشعت میں ہے اسی طریقہ سے اپنے نبی صلعم کو اپنی طرف ہدایت فرمائی کیونکہ آنحضرت صلعم اس طریق کے ساتھ تمام خلائق میں سے
مخصوص ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ قل اننی ہدانی ربی کہے کیونکہ خاص اپنے نفس کی ہدایت بیان فرمائی اور یہ [illegible] اسرار منازل [illegible]
طیران آپ کی روح کا منازل ملکوت وجبروت میں ہے جہاں مقام دنو الدنو کو بوصف رویت کبری مشاہدہ کیا اور مناجات علی [illegible]
جیسا کہ قولہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای سے اشارہ ہے و قولہ ما کذب الفؤاد
ما رای۔ یعنے بسبب عظمت ہدایت کے راہ قدم سے تجاوز نہیں کیا کیونکہ بسبب رعایت ازلی وعنایت ابدی کے محفوظ و معصوم [illegible]
تھے پس صفات کی راہوں میں سے [illegible] قوم راہ پر اور مشاعر ذات میں سے نہایت مستقیم راہ پر پہونچ گئے چنانچہ اشارہ فرمایا بقولہ دینا
قیما یعنی بہت مستقیم کہ بشریت کی کجی وغفلت تلوین وغیرہ سے منزہ و پاک ہے کیونکہ یہ کشادہ راہ محبت وخلت کی ہے جسمیں جذبات ازلی کا [illegible]
ابد سے آپ کو کھینچ لیا تھا۔ وقد قال تعالی ملۃ ابراہیم حنیفا یعنی طریق محبت ملت ابراہیم کا انکی خلت و دوستی میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام
خلائق کے درمیان سے نہایت نادر لطیفہ محبت وخلت سے مخصوص تھے انکو حنیفیہ کے ساتھ موصوف کیا کیونکہ وہ اس راہ میں ماسوائے
حبیب کے سب چیزوں سے منہ موڑنے والے تھے جو انکی راہ چلا وہ انکے حبیب تک پہونچ گیا کیونکہ وہ شرک وعلت سے پاک
صاف ہیں۔ وقد قال تعالی وما کان من المشرکین راہ محبت وخلت ایک ہی راہ ہے دربارہ اقتدا کرنے کے کیونکہ معدن الن

دونون کا وہی عین قدم ہی جو ہر علت سے منزہ پاک ہی شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ صراط مستقیم یہ ہی کہ اقتدا کرے اور اتباع کرے اور ہوائے نفس چھوڑ دے
اور کوئی بدعت نہ نکالے بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا وما ینطق عن الھوی بعض نے قولہ دیناً قیماً کے اشارہ مین کہا کہ دین قیم وہ ہی جو کجی اور
ہوائے نفس سے پاک ہو اور اپنی مراد کی لذت سے بھی بری ہو اور جب انحضرت صلعم کا وصف بیان کر دیا کہ او تعالی عز وجل کے جمال و
جلال کی ہدایت پائے اور جمیع خلائق سے اپنے خالق کی عبادت کی طرف منہ موڑے ہین تو حکم دیا کہ اپنے حال بلند و مقام ارجمند سے
لوگون کو آگاہ فرما دین کہ تمام مخلوقات سے منہ موڑے ہوئے ہین پس فرمایا۔ قل ان صلاتی ونسکی الآیۃ نماز اسکی وصل ہی اور سجود اُس کا
قرب ہی اور شہود اسکا مشاہدہ ہی اور رکوع وجد اور قیام حیرت ہی اسی واسطے فرمایا۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہی
کیونکہ اسی مین کمال ظہور مشاہدۂ الٰہی ہی اور واردات جلال وجمال کا ہجوم ہی یہانتک کہ مروی ہی کہ نماز پڑھتے تھے اور سینہ مین آپکے جوش
تھا مانند جوش دیگ کے۔ اور یہی نماز اللہ تعالے کے واسطے ہی کیونکہ اسمین غیر کی طرف نظر نہین ہوئی اور نیز یہی نماز اللہ تعالی کے واسطے یا یعنی
ہوئی کہ اس نماز کا ادا کرنیوالا تمام خلائق سے افضل ہی اور نیز اسوجہ سے کہ اور ون کی نماز و جمیع عبادت تو بالغرض ہی سوائے اس نماز کے
کیونکہ اسمین قدم مین حدوث کا فنا ہی اور نیز اسمین روح اول کو دروازہ ازل پر محبت وعشق کی تلوار سے قربان کیا گیا اور یہی معنی ہین
قولہ ونسکی۔ پھر جب اپنے وجود کو ازل کے لیئے قربان کر دیا تو حیات قدیم سے زندہ ہوا پھر سطوات عزت کے ظہور مین فنا ہو گیا اسکے لیے
اسکی حیات و موت تھی پس ایسی زندگی وموت و قربان و نماز البتہ ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے ہو کیونکہ یہ سب علت حدوث و نسیان
بشری سے پاک ہی واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا بیان دوسری آیت کریمہ یعنی قولہ للہ ما فی السموات وما فی الارض سے ظاہر ہی
پس جسنے عبادت کو اپنے نفس سے لحاظ کیا وہ شکستہ حال ہی اور جسنے اس سے بیزاری کر لی اور بالکل الگ ہوا تو وہ عنایت قدیم مین
معصوم ہی اور کبھی کو روا ہی کہ اپنے نفس سے اُلٹی بات خیال کرے بعض نے فرمایا کہ جسنے یقین کیا کہ وہ بفضل الٰہی موجود ہی تو یقین کریگا
کہ وہ اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی پس جب اپنے نفس کو جان گیا تو اسمین غیر الٰہی عز وجل کا کوئی حصہ نہین رہا پس وہ حکم الٰہی پر گردن جھکا دیتا
ہوگا اور تقدیر الٰہی پر کچھ بھی اعتراض نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اسی وصف کے ساتھ تھے جو ہم نے بیان کیا کیونکہ اللہ تعالی
کی فردانیت کے واسطے منفرد تھے اسی سے اپنے نفس کو اللہ تعالے کے واسطے منفرد کیا کہ سوائے حق عز وجل کے کوئی انکی نظر مین
نہ تھا چنانچہ او تعالے نے فرمایا لا شریک لہ جب قلب سے آفتاب جلال کا ظہور ہوا تو درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین رہتا جسپر
نظر رہے قولہ وبذلک امرت۔ وہی پاک پروردگار تعالی عزیز جلیل ہی اسی کی شان ہی کہ اسکے قدم کو حدوث سے منفرد سراہا جاوے
اور اسکے سوائے کوئی بھی اس لایق نہین کہ کسی امر مین نظر رکھنے کے واسطے ملحوظ ہو سکے تو عبادت وغیرہ کا کیا ذکر ہی پھر جبکہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی اور اس قابلیت پر او تعالے عز وجل نے پیدا کیا تھا تو یہی بات ہی کہ ابتدائے فطرت مین آپ کے جوہر
کو مخصوص فرمایا جسنے ظہور تجلی الٰہی و کشف ہیبت عزت کے وقت ہی سب سے اول و اعلی طور پر انقیاد کیا اسی واسطے قولہ بذلک
امرت کے بعد ہی فرمایا وانا اول المسلمین۔ اسمین اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کی روح و آپ کا جوہر مقدم تھا پھر جملہ موجودات کا ظہور ہوا
اور آنحضرت صلعم سب سے پہلے درگاہ عزت و کبریا عز وجل مین مخاطب بولایت و محبت و رسالت و خلت وغیرہ ہو چکے پس اول الاول
مین حضرت ازل و ابد قدیم عز وجل کا انقیاد کیا اور جن لوگون نے اسمقام پر اوہام کو دخل دیا انھون نے وہمی و تصوری باتون پر مدار رکھا
اور یہ سخت گمراہی ہی اللہ تعالے و رسول اس سے پاک ہین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور جو بات ہی اسکا اشارہ خود

حضرت صلعم نے فرمایا بقولہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین منشرجم کہتا ہی کہ یہ معنی صحیح ہین اور صحیح حدیث سے ثابت ہین بعض نے فرمایا کہ قولہ و انا اول المسلمین یعنے او تعالےٰ عزوجل کے تصاریف قدرت پر جس طرح وجس تقدیر کے ساتھ جاری ہوں مین ایمان لایا اور گردن جھکائی اور اپنی طاقت و قوت سے بیزار ہوں اور یہ تسلیم جو درحقیقت علت ہی مراد اس سے اظہار قدرت ہی کہ جس تصاریف تقدیریہ مین مطیع و منقاد ہوں یہ منجملہ اسکی رحمت خاص ہی فافہم واللہ اعلم

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْھَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ

تو کہہ اب مین سوائے اللہ کے تلاش کرون کوئی رب اور وہی ہی رب ہر چیز کا۔ اور جو کماوے سو اسکے ذمے پر اور بوجھ نہ اٹھاویگا ایک شخص دوسرے کا

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ

پھر تمھارے رب پاس ہی رجوع تمھاری سو وہ جتا دیگا جس بات مین تم جھگڑتے تھے اور اسی نے تمکو کیا ہی نائب زمین مین اور بلند کیے تم مین

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ؕ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ع

درجے ایک کے ایک پر کہ آزمائے تمکو اپنے دیے حکم مین تیرا رب شتاب کرتا ہی عذاب اور وہ بخشنے والا مہربان ہی۔

ع ۲۰

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا مفعول کو مقدم کرکے اسی پر ہمزہ استفہام انکاری داخل کیا کیونکہ انکار اسی پر ہی اور رب یعنی آلہ جسکی عبادت لائق و واجب ہی اور معنی آنکہ غیر اللہ کو رب نہین تلاش کرتا۔ اور اشارہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کے معبود و رب ظاہر ہی اسکو چھوڑکر غیر کو رب بنانے والا و شرک بننے کو مین نہین چاہتا وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ اور حال یہ ہی کہ وہی پاک پروردگار رب یعنی مالک و خالق ہر ہر چیز کا وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا اِلَّا عَلَیْھَا اور نہین کمائی کوئی نفس کسی گناہ کو مگر اپنے ہی اوپر یعنی اسکا وبال اسی پر ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ای ولا تزر نفس وازرۃ ای اٰثمۃ وزر نفس اُخرٰی۔ اور نہین اٹھاویگی نفس وازرہ یعنی گناہ کرنے والی کسی دوسرے نفس کے گناہ کو۔ واضح ہو کہ وزر اصل مین یعنی گرانی و بوجھ ہی کسی تکلیف سے ہو یا کسی وجہ سے ہو اور اسی معنی کر فرمایا ووضعنا عنک وزرک یعنی جو گرانی تجھپر تھی وہ ہمنے تجھسے اٹھادی اور تیرے اوپر سے گرادی۔ اور اس سے گناہ کے معنی نہین کیونکہ آنحضرت صلعم گناہ سے پاک تھے اور یہ شیع مردود و فرقون کے قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے جو انبیاء کو گنہگار بتلاتے ہین پھر یہان وزر سے مراد گناہ ہی اور یہی معنی یہان بھی مستعمل ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی یعنی کوئی نفس کسی دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا اسمین رد ہی مشرکون جاہلون کا جو ایسا کرتے تھے کہ ایک شخص کے مواخذہ مین اسکے عزیز قریب کو ماخوذ کرتے تھے حتی کہ قبیلہ مین سے ایک شخص کو ماخوذ کرتے تھے اور نیز اسمین نصاریٰ کا رد ہی جو یہ زعم کرتے ہین کہ تمام نصرانی جو گناہ کیا ہین کیا کرین حضرت عیسیٰ نے ان سب کے گناہ اٹھا لیے ہین اور یہ عجیب جہالت ہی۔ اور نیز اس سے رد ہوا عوام جاہل مسلمانون کا بعض لوگون نے یہ طریقہ نکالا ہی کہ مردہ بہت سے گناہ کرکے مرگیا بعد مرنے کے اسکے وارثون نے کچھ لوگون مفلسون کو کچھ مال اس شرط سے دیا کہ مردے کے تمام گناہ تمھارے اوپر ہین اور یہ مال اسکے عوض تمھارا ہی یا بلا شرط مال دیا اور ان لوگون نے اسکے گناہ اپنے اوپر قبول کرلیے پس یہ محض باطل ہی اور گناہ مردے پر رہینگے مگر آنکہ لوگ اسکے واسطے مغفرت کی دعا کرین اور اللہ تعالےٰ مغفرت فرمادے پھر درصورتیکہ شرط کرکے یا بیع کے طور پر مال دیا ہی تو مال واپس کیا جاوے اور درصورتیکہ بلا شرط ہبہ کیا ہی تو مال انکو حلال ہی اور مردے پر گناہ اسکے برقرار رہینگے پھر اس بارہ مین کہ نفس اپنے گناہ کے سوائے دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا بہت آیات ہین مانند قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ اور یہ جو وارد ہوا کہ عذاب

میں سب ماخوذ ہو جاوینگے اور زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم ہلاک ہونگے حالانکہ ہم میں نیکوکار ہونگے تو فرمایا
کہ ہاں جبکہ زناکاری بہت ہو جائیگی۔ تو دوسری حدیث عائشہؓ میں مصرح ہے کہ نیکوکار اس گناہ میں ماخوذ نہونگے بلکہ اپنی اپنی نیت پر ہے اور
یہ عذاب انکے حق میں ثواب ہوگا۔ اور رہا قولہ تعالے ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم الآیۃ تو اس سے مراد یہ کہ گمراہی پر چلنے
والا اپنے گناہ لادیگا اور جن لوگونکو گمراہ کیا تو وہ اپنے گناہ لادینگے اور اسپر بھی انکے مثل گناہ لدیگا اس بات کا کہ اسی نے انکو گمراہ کیا
کما ثبت من قولہ لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونہم بغیر علم الآیۃ اور یہی مراد اس حدیث میں ہے کہ جسنے کوئی بدعت
نکالی تو اسپر اُسکا گناہ لیا اور قیامت تک جو لوگ اس سے گمراہ ہوتے جاوینگے سب گناہ اسپر لدیگا یعنے انکے گمراہ کرنے کا۔ اور
اسی طرح جو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوا کہ قیامت میں بہت سے توحید والے اہل اسلام بہت بھاری گناہ لادے ہوئے
آوینگے اللہ تعالے انکے گناہوں کو یہود و نصاری پر ڈالیگا۔ پس فقہ حدیث یہی ہے کہ انکی گمراہی سے یہ لوگ دیکھ دیکھکر گناہ میں مبتلا ہوے
لیکن دین توحید پر باقی رہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے کا گناہ خود نہیں اُٹھا سکتی ہاں اللہ تعالی عزوجل کو اختیار ہے کہ وہ ڈالدے
اور رہا یہ کہ قتل خطا میں جو دیت وغیرہ کو عاقلہ و مددگار برادری برداشت کرتی ہے تو درحقیقت اس سے معارض ہی نہیں آیا تو نہیں دیکھتا
کہ بردہ آزاد کرنا خود خاطی کے مال پر ہے **وقال الحافظ فی التفسیر**۔ قولہ تعالے ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ۔ اللہ تعالی نے اس سے
واقعہ روز قیامت کی خبر فرمائی کہ اسکے حکم و عدل سے نفوس کو انھیں کے اعمال پر جزا ملیگی اگر بھلے ہیں تو بھلائی اور اگر بُرے ہیں تو بُرائی
پہونچیگی اور کسی کے خطیہ دوسرے پر نہوگی کما قال تعالی وان تدع مثقلۃ الی حملہا لا یحمل منہ شئی ولو کان ذا قربی الآیۃ۔ وقد قال
تعالے کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ اسکے معنی یہ ہیں کہ ہر نفس اپنے اعمال بد کے مواخذہ میں گرو ہے سوائے اصحاب الیمین
کے جو نہایت نیکوکار مغفور بندے ہونگے پس انکے اعمال نیک کی برکت البتہ انکی ذریات کی طرف پہونچیگی چنانچہ قولہ الذین آمنوا
واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ میں مصرح کردیا یعنی جو نیکوکار بندے اصحاب الیمین ہیں انکی ذریات جو ایمان کے ساتھ
انکے تابع رہی انکو درجات بلند میں ہم انکے مقام پر اپنے فضل و کرم سے پہونچادینگے اگرچہ ان اعمال بزرگ میں یہ ذریات انکے برابر نہوں
قال المترجم اور البتہ ثابت ہوا از تحقیق گزرچکی کہ المرء مع من احب۔ مع آیت کریمہ کے جو لوگ نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں
وہ بھی جس سے محبت رکھتے ہیں اسکے ساتھ ہونگے حتی کہ جنکو کافروں سے محبت ہے وہ کافروں کے ساتھ ہونگے اور البتہ حضرت
انسؓ نے تمنا کی کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رکھتا ہوں اور تمنا کرتا ہوں کہ انکے ساتھ ہوں اگرچہ میں نے انکے
اعمال حسنات کے مثل عمل نہیں کیے ہیں **وقال المترجم** قولہ الحقنا بہم ذریتہم میں صریح دلیل ہے کہ حضرات اہل بیت حضرت سیدہ
رضی اللہ عنہا و حضرت حسن و حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے وہذا کلام وقع فی البین والمقصود انما ہو تفسیر قولہ
ولا تزر وازرۃ وزر اخری وقد ذکرنا کفایۃ **وقال فی السراج** یہ جواب ہے مشرکون کے قول کا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم۔ یعنے مسلمانوں
سے کہتے کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور تمہارے گناہوں کو اٹھا لینگے اور رد ظاہر ہے کہ جو جیسا کرے وہی خود برداشت کریگا
دوسرا اسکا گناہ نہیں اٹھا سکتا ہے ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ قیامت میں جو حق پر ہے اور جو باطل پر
ہے سب ظاہر ہو جائیگا اور سب مبطلوں کو تنبیہ ہوگی کہ وہ اپنے افعال کے عوض عذاب شدید اٹھاوینگے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ
الْأَرْضِ [illegible] خلائف فی الارض [illegible] اور [illegible] یہ کہ [illegible] بعض تمہارے بعض [illegible]

رو سے زمین پر باہمی کہ امم ماضیہ کے تم خلیفہ ہوسے کما قال السدیؒ یا معنی یہ کہ اس نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا خلیفہ کیا۔
وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ یعنے مال وجاہ و علم و شرف وغیرہ میں بعض کو بعض پر فوقیت دی چنانچہ بعض کو غریب و مفلس
ووضیع وبے پڑھا وغیرہ کیا اور یہ کچھ اسوجہ سے نہیں کہ او تعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں کوئی کمی ہو یا نعوذ باللہ بخل یا انکے حال سے نادانی ہو
کیونکہ اسکی درگاہ کبریائی ہر ایسی بات سے پاک ہے جو نقص و عیب کہی جاوے بلکہ یہ سب اسواسطے لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰكُمْ تاکہ تمکو امتحان کرے
اس چیز میں جو تمکو عطا فرمائی ہے پس مطیع و عاصی ظاہر ہو جاوے اور علم الٰہی خوب محیط ہے کہ کون عاصی ہے اور کون مطیع ہے اور کسکا کیا انجام ہے
پس یہ امتحان خود ہر ایک بندہ کے واسطے ہے اور پارہ دوم میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ یعنے جو نافرمانی کرے
اور اسکو عذاب دینا چاہے تو لمحہ بھر کسی وجہ و سبب سے تاخیر نہیں ہوسکتی یعنے کوئی چیز بھی مانع نہیں ہوسکتی ہے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اور البتہ او تعالیٰ غفور رحیم ہے ان بندوں کے واسطے جنھوں نے توحید اختیار کی اور شرک سے تقوی کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول پاک
محمد مصطفےٰ صلعم کی تصدیق کی ہے پس جو شخص کہ بدون تصدیق حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے توحید کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اسواسطے کہ وہ توحید کو جان ہی
نہیں سکتا اور اعتقاد توحید کے بدون آنحضرت صلعم سے سیکھنے کے کبھی نہیں معلوم ہوسکتے پس جو صفات حضرت باری تعالیٰ عزوجل کے
واسطے شایان ہیں اور جو نہیں شایان ہیں مومن کو چاہیے کہ انہیں آنحضرت صلعم سے اور آپ کی حدیث شریف سے اور سلف صالحین کی فہم
نورانی سے سیکھے اور اپنی رہی رائے و قیاس کو جسکو وہ عقل کہتا ہے دور رکھے ورنہ گمراہ ہوگا و اعوذ باللہ من الغباوة واہمال الضلالة
واسئله الهداية وهو ربي حسبي ونعم الوكيل **قال الحافظ**۔ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا ہری بھری
میٹھی میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسمیں خلیفہ کرنے والا ہے دیکھے تو تم اسمیں کیسے عمل کرتے ہو پس تم بچے رہو دنیا سے اور بچے رہو عورتوں
سے کہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل کا عورتوں سے شروع ہوا۔ رواہ مسلم۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ اگر مومن جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقوبت ہے تو کوئی بھی اسکے جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے
کے نزدیک رحمت ہے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہو اللہ تعالیٰ نے سو رحمت پیدا فرمائیں اور انمیں سے ایک کو مخلوق کے درمیان
رکھدیا اسی سے آپس میں رحم و شفقت کرتے ہیں اور ننانوے رحمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں۔ رواہ احمد اور ایک روایت میں
ہے کہ قیامت میں رحمت دنیا کے ساتھ انکو جمع فرماویگا۔ رواہ الترمذی و مسلم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی ایک جزو رحمت سے ہے کہ باہم
مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہانتک کہ جانور اپنا کھر اپنے بچہ پر سے اٹھا لیتا ہے اس خوف سے کہ اسکو صدمہ نہ پہونچے۔ رواہ مسلم
مترجم کہتا ہے کہ قیامت کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے پس بشارت ہے ان لوگوں کو جو ایمان پر پاک صاف مریں اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کچھ کبھی شرک نہ کرتے تھے اللهم اجعلني منهم بفضلك العظيم وانت ارحم الراحمين ف **فی العرائس** قوله قل اغير الله ابغي ربا چونکہ
آنحضرت صلعم او تعالیٰ کی درگاہ پاک میں تمام خلائق سے پہلے سے بندہ محبوب تھا اور او تعالیٰ جل جلالہ عزت و کبریائی و ربوبیت کی
حضور میں گردن جھکائے مطیع و منقاد تھا اور کمال متناہی معرفت سے عارف تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اپنی پاک ذات
کو جو حدوث کی علتوں سے مقدس و مبرا ہوگئی ہے پہچنوا دے تاکہ ہر سچا بندہ اسکو پہچان لے اور ہر محب و ولی اسکے دل و جان
سے اطاعت کرے اور اسکے حکم پر جان فدا کرے پس فرمایا قل اغیر اللہ ابغی ربا یعنی میں تو مشاہدہ قدم الٰہی عزوجل میں ہوں
بھلا میں کسی اور کو اسکے مشاہدہ پر اختیار کرونگا ہرگز نہیں ہرگز نہیں اعوذ باللہ منہ سبحانہ تعالیٰ شانہ تمام جہان میں کسی غیر کی کوئی ہستی ہے

کچھ بھی نہین کچھ بھی نہین سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم جرجانی نے معنی آیت مین کہا یعنی بھلا سوائے اوتعالےٰ کے کوئی حافظ
وحفیظ دکیل اور تلاش کرون - وہو رب کل شئ - اور اُسی نے مجھکو ہموم سے کفایت فرمائی اور ارشد ہدایت مجھکو الہام فرمائی
کما قال قل اغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون - بالجملہ عارف سے کیونکر ہو سکتا ہو کہ دامن رحمت مین ہو کر غیر کی عبادت کرے
قولہ ولا تکسب کل نفس الا علیہا - اسمین اشارہ ہو جریان تقدیر کی طرف ای لاتعمل نفس الا ما الزمت علیہا فی الازل یعنی کوئی نفس ہو وہ
نہین کریگا مگر وہی کام جو ازل مین اسپر لازم کر دیا گیا ہو پھر جب اسنے یہ کام کیا تو اسی نفس پر راجع ہوا اور خالق تعالےٰ اس سے
منزہ و پاک ہو بعض نے کہا کہ نہین کماتی کوئی نفس کچھ بھلائی و برائی کو مگر وہ کمائی اسی پر ہو چنانچہ اگر برائی کو کمایا تو وہ ماخوذ ہو اور اگر
بھلائی کو کمایا تو اس سے سچی نیت مطلوب ہو یعنے قصد صحیح ہو اور ریا و عجب نفس کی خواہش و زینت و افتخار و اسپر اعتماد اور احسان
سے خالی ہو پھر جب اسکو حاصل کیا تو اسی کے اوپر لازم یا ویگا اور وہ کچھ اللہ تعالےٰ کے واسطے نہین کہ اسکی طرف عائد ہو **قولہ** ہو
الذی جعلکم خلائف الارض اوتعالیٰ نے خزائن معرفت و محبت و کمالات پر خلیفہ فرمایا اور جو اسقدر زمانہ دراز گزرنے و نبوت رسالت
سابقہ و اول الاول مین انکشاف ہوے وہ تمکو سب اگلون کی خلافت مین منکشف ہوے اور اسپر اور مقامات مزید بسبب شرف تمہارے
نبی صلعم کے عطا ہوئے جو اگلون کو نہ تھی **قال المترجم** شیخ اکبر ابن العربی رح نے ایک دراز کلام سے بیان کیا ہو کہ انکشاف بعض مقامات
خاص کا امتیاز آنحضرت صلعم کو جو حاصل ہوا وہ سابق مین منکشف نہین ہو سکتا تھا اور اسی سے انبیاء اولو العزم تمنا کرتے تھے کہ امت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہون اور ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - شیخ نے کہا کہ اس امت کو بھی سبقت ہو اور
آخرین ہونے کا بھی بھید ظاہر ہوا اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوا کہ ہم لوگ پیچھے پیدا ہوے اور ہم کو آخرت مین سب پر سبقت ہو -
اور اس آیت مین خلافت بعض بعض بھی بیان ہو چنانچہ سابق مین تفصیل گزر چکی کہ اولیاء و عرفاء و نجباء و اوتاد و ابدال وغیرہ مین مختلف
مراتب ہین اور جب ایک کا انتقال ہو جاتا ہو تو دوسرے گروہ مین سے ایک اُسکا خلیفہ ہوتا ہو یعنے بجائے اسکے قائم ہوتا ہو اور انکے
درجات متفاوت ہونے کی تصریح کر دی بقولہ ورفع بعضکم فوق بعض درجات بعض انکے بعض کی اقتدا کرتے ہین اور وہ امانت
دار ان وحجت و برہان ہین عالمین کے واسطے اور عالمین کو انسے مستقل تعلق نہین بلکہ بایمعنی کہ احکام الٰہی سے انکو شرف ہو اور یہ
احکام اہل عالم کے حق مین ہوتے ہین اور نیز انکے درجہ باعتبار کمالات کے مختلف ہین پس بعض کا درجہ تو معاملات ہین اور بعض کا حالات
بعض کا مقامات بعض کا مکاشفات بعض کا مشاہدات اور بعض کا فراسات اور بعض کا کرامات بعض کا مواجید و واردات اور
بعض کا حکمیات اور بعض کا دعیات بعض کا معرفت بعض کا توحید - اور بعض کا تلوین اور بعض کا تمکین بعض کا یقین بعض کا فنا اور
بعض کا بقا بعض کا حیرت اور بعض کا وله اور غیبت بعض کا سکر - اور بعض کا صحو بعض کا انصاف اور بعض اتحاد - اور بعض کا ربوبیت
اور بعض کا عبودیت اور ایسے ہی علم عام اور علم خاص اور علم اللدنی اور معرفت العلم و معرفت السر و معرفۃ علم المجہول وغیرہ ہین اور اس سے
اوپر علم کا کوئی مرتبہ نہین ہوتا ہو ہان رسم مندرس و طریق منطمس ہو یعنے ہر حادث فنا ہو کیونکہ وہان کنہ قدم کا ظہور ہو اور قدم کے ساتھ سوائے
قدم کے کسی چیز کو بقا نہین ہو پس بندون کو جو اُن مختلف مقامات مین مبتلا کیا تو اسواسطے کہ انکو امتحان فرماوے تاکہ علت حدوث کو
قدم مین فنا کرین - اور جو شخص ان مقامات مین سے نعت ربوبیت کے ساتھ نکل بھاگا اور مدعی ہوا تو وہ مارا پیٹا جاوے سولی دیا جاوے
قتل کیا جاوے جلا دیا جاوے جیسا کہ حسین بن منصور کے ساتھ کیا گیا اور اللہ تعالےٰ اسکی مغفرت فرمائے - اور جو شخص کہ ان مقامات

مین بعیت عبودیت رہا اور بندگی پر مستقیم رہا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمیشہ یہی آپ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جناب باریتعالیٰ
مین التجا فرمائی کہ مین بندہ ہون اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے تو وہ سکر کے حال مین معصوم رہا اور راہ طریق مین جو
خطرات آ گئے ہین وہ بخشے جاوینگے بسبب قول حضرت باری تعالیٰ کے کہ فرمایا ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم۔ اور بعض مشائخ نے
کہا کہ ولی کا خلیفہ ولی ہے اور صدیق کا صدیق ہے اور بعض کے درجہ کو بعض پر بلند کیا اور بعض کے درجہ کو بعض کے واسطے سے بلند کیا
تاکہ روئے زمین حجت اللہ عزوجل سے اور امان سے خالی نہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کے درجات کو بعض دیگر پر اسواسطے
بلند فرمایا کہ جو نیچے مرتبہ پر ہے وہ اوپر والے کی اقتدا کرے اور جو مرید ہے یعنے خود ارادت کے ساتھ حضور حق مین رسائی چاہتا ہے وہ اپنے
بندہ کی پیروی کرے جو ازل مین حضرت باری تعالیٰ کے فضل سے مراد ہو چکا ہے چنانچہ امتیان محمدی حضرت محمد صلعم کی پیروی
واقتدا کرین تاکہ درجہ مقصود کو پہونچین۔ فافہم واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ اٰيَاتٍ

سورہ اعراف مکیہ اور وہ دوسو پانچ یا دوسو چھ آیات ہین

و فی السراج اس سورہ کے کلمات تین ہزار تین سو پچیس ہین اور حروف چودہ ہزار تین سو دس ہین پھر یہ سورہ مکیہ ہے سوائے آٹھ
آیتون کے یعنی قولہ واسألہم عن القریۃ التی تا قولہ واذ نتقنا الجبل فوقہم الآیۃ۔ یہی ابن عباس و ابن الزبیر سے مروی ہے اور یہی حسن
و مجاہد و عکرمہ و عطا و جابر بن زید کا قول ہے اور یہ سب سورہ محکمہ ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ تعالےٰ واعرض عن الجاہلین کا حکم
منسوخ ہوا اور باقی محکمہ ہے **قال المترجم** پہلے مذکور ہو چکا کہ اعراض و صفح وغیرہ کے مانند احکام داخل نسخ اصطلاحی نہین ہین
وقد فصلہ المفسر فی المقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہون مین خدا کے نام سے کہ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
یہ کتاب اتری ہے تجھکو سو اس سے تیرا جی نہ رکے کہ خبردار کردے تو اس سے اور نصیحت ہو ایمان والونکو چلو اسپر جو اترا
اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝
تمکو تمہارے رب سے اور نہ چلو اسکے سوائے اور رفیقون کے پیچھے تم کم دھیان کرتے ہو

المص اللہ اعلم بمرادہ بذلک اس کلام سے جو مراد ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور کسی کو نہین معلوم ہے **قال المترجم** مفسر رحمۃ اللہ نے
تمام تفسیر مین یہی اختیار کیا کہ اسکی مراد کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اتقان مین اسکی بابت ایک بحث طویل لکھی اور ظاہر
کلام مین اسی قول کو مرجح رکھا اور مترجم نے ابتداء سورہ بقرہ مین بحوالہ بعض متاخرین کے لکھدیا کہ تاویل و تفسیر مین فرق ہے پس تاویل
اسکی یعنی ما یؤول الیہ الامر کو کوئی نہین جانتا سوائے حق تعالےٰ کے اور اسی معنی کر جنت مین کھانا پینا وغیرہ بھی ابھی باعتبار تاویل کے
کوئی نہین جانتا اگرچہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ واقع ہوگا اور رہی تفسیر بدین معنی کہ راسخین فی العلم کچھ اشارات جانتے ہین تو یہ بعض سلف سے مروی ہے

چنانچہ ابن عباس سے المص کی تفسیر میں آیا کہ معنی اسکے انا اللہ افصل یعنی میں ہوں اللہ خوب فیصلہ کرنیوالا۔ رواہ ابن ابی حاتم وکذا قال سعید
بن جبیرؒ اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کے ناموں میں سے نام ہو جس سے قسم کھائی ہو اور سدیؒ سے مروی ہو کہ۔ ہو المصور۔ محمد بن کعب نے
کہا ہو اللہ الرحمن الصمد ضحاک نے کہا انا اللہ الصادق۔ اور دیگر اقوال ہیں جنکو مفسرؒ نے اتقان میں ذکر کیا اور حق یہ ہو کہ محصول سوڑ
اور اصل مراد کو راسخ علم سے سمجھکر اسکے موافق کچھ اشارات سمجھے اور یہ تفسیر صوفیہ سے زیادہ مشابہ ہو اور عموماً اولیٰ یہ ہو کہ یہ سر القرآن
ہو اور بعض متاخرین نے تحقیق کیا کہ عارف کو یہ سر معلوم ہو سکتا ہو مانند علم روح کے اور ممتنع نہیں مانند علم ذات وکنہ صفات کے
واللہ اعلم کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ خبر ہو اور مبتدا اسکا ای ہذا الکتاب مقدر ہو اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہو فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ
یعنے تیری طرف کتاب اتاری گئی پس ہرگز نہو تیرے سینہ میں حرج اس سے یعنی تنگی اس کتاب سے بایں طور کہ تو ابلاغ کریگا تو تجھکو
لوگ جھٹلا دینگے یا ایذا دینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہو اور بعض نے کہا کہ تنگی اسطرح نہو کہ لوگ کتاب الٰہی کو سنکر ایمان نہ لائیں اور
سخت عذاب میں اسوجہ سے گرفتار ہوں کہ بعد حق بات پہونچنے کے کفر کیا کیونکہ تجھپر پہونچانا واجب ہو اور کچھ غرض نہیں ہو۔ اور
مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہو کہ حرج یہاں بمعنی شک ہو کیونکہ شک کرنیوالے کا سینہ بھنچا ہوا ہوتا ہو اور معنی یہ ہونگے کہ تو اسمیں شک
مت کر کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ کے یہاں سے نازل ہوئی ہو لیکن اس صورت میں یہ بھی بمعنی تعریض امت ہوگی کیونکہ آنحضرت صلعم کے
حق میں تو شک متصور نہیں دو وجہ سے ایک تو آپ نبی معصوم تھے اور دوم آنکہ وحی نازل ہوتی تھی پس لامحالہ امت کو تنبیہ ہو کہ انمیں
سے کسی کو شک نہونا چاہیئے پس قول اول پر تقدیر یہ ہو حرج منہ فی ابلاغہ ضیق نہو اس کتاب سے اسکے پہونچانے میں اور قول دوم
پر تقدیر یہ ہو حرج منہ فی انزالہ شک نہو اسکے نازل ہونے میں۔ پھر انزال کا فائدہ بتلایا۔ یعنے نازل کی گئی لِتُنْذِرَ بِہٖ یعنی اسواسطے نازل کی گئی کہ تو اس
گنہگاروں و مشرکوں کو عذاب سے ڈراوے تحقیقی خبر کے ساتھ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور واسطے نصیحت حاصل کرنے مومنوں کے یا مومنوں کو نصیحت دیوے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ یعنی قل لہم ذلک مفسرؒ نے قل لہم مقدر کیا اور شاید اشارہ ہو کہ یہ حکم مومنوں کو ہو یعنی مومنوں کو کہدے کہ اتباع کرو ما انزل الیکم کی اور ظاہر یہ ہو کہ کلام مستانف ہو
کیونکہ مومنین کی تخصیص تو ذکری للمومنین سے ہو گئی کیونکہ نصیحت پند انہیں کو حاصل ہوگی اور یہاں عام حکم دیا جسمیں ہر مکلف شامل ہو مِّنْ رَّبِّکُمْ یعنی اتباع کرو
اُس چیز کا جو اُتاری گئی تمہارے رب کیطرف سے اور وہ قرآن ہو اور بیضاویؒ نے کہا کہ وہ قرآن وسنت دونوں کو شامل ہو اسواسطے
کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ماینطق عن الھوی ان ہو الا وحی یوحی یعنی رسول نہیں بولتا اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہو جو اسکی طرف ایحاء
کیجاتی ہو پس حدیث بھی وحی خفی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تفسیر کبیر میں ہو کہ ما انزل الیکم شامل ہو کتاب وسنت دونوں کو
اور یہی دیگر مفسرین نے کہا ہو اور انزل الیکم۔ فرمایا حالانکہ وہ رسول اللہ صلعم کی طرف نازل ہوا تو اسوجہ سے کہ وہ خطاب سب کو ہو اور
سب پر فرمانبرداری اسکے بواسطہ رسول علیہ السلام کے فرض ہو چنانچہ فرمایا ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ یعنی جو تمکو رسول
دیوے وہ لیلو اور جس سے منع کرے اُس سے باز رہو پس کتاب الٰہی کی فہم حاصل ہونے پر ہر ایک پر اتباع فرض ہو اور اس سے
یہ مراد نہیں کہ قرآن بغیر موجودگی رسول کے نہیں لیا جا سکتا بلکہ مراد یہ کہ قرآن کی اتباع فرض ہو جو رسول اللہ صلعم کے واسطے سے تمکو
پہونچا اور حضرت صلعم نے اسکی اتباع پر سخت تاکید فرمائی اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ای لاتتخذوا غیر اللہ
اولیاء تطیعوہم فی معصیۃ اللہ۔ یعنے مت بناؤ غیر خدا کو ولی ومتبوع جنکی پیروی کر کے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں ورنہ اگر اللہ تعالےٰ
کی فرمانبرداری میں ولی بناوے تو جائز ہو حتی کہ آنحضرت صلعم کی اتباع فرض ہو۔ زمخشریؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ شیاطین جن وانس ہیں سے

کسی کو ولی مت بناؤ جو تم کو خواہش نفسانی و بدعتوں پر آمادہ کریں **وقال الرازی فی الکبیر** اس آیت مین دلالت ہی کہ قرآن مین
جو عمومات ہین انکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی کیونکہ عموم قرآن تو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہی اور اللہ تعالی نے اسکی پیروی
واجب کردی ہی پس اسپر عمل کرنا واجب ہی تو ایسی حالت مین قیاس پر عمل کرنا منع ہوا ورنہ تناقض لازم آویگا **وقال المترجم**
اگر یہ مراد ہو کہ باب عقائد مین جو عام جسطرح ہو اسکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی تو صحیح ہی ورنہ قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر حکم
الہی ہی اور ایسی حالت مین کوئی تناقض نہین کیونکہ عموم مذکور بحیثیت تاؤل عمل واجب ہی اور رد ہ ابعد تخصیص از قیاس ہی فافہم۔ مالک بن
دینار نے لا تبتغوا پڑھا ای لا تبتغوا یعنی مت طلب کرو سوائے حق کے کسیکو ولی قَلِیلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ یعنی تذکرون قلیلا ۔ بہت کم نصیحت
حاصل کرتے ہو اور ایک قراۃ مین تذکرون بتخفیف ہی اور ما زائدہ ہی تاکید قلت کے واسطے آیا ہی حاصل انکا باوجود اس فہمائش وسیع
و کثیر کے تمکو بہت کم تذکر ہوتا ہی **قال الحافظ** اور یہ مانند قولہ و ما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین یعنی اگر تو حرص کرے تو بھی بہتر سے
لوگ مومن نہین **ف فی العرائس قولہ المص** شیخ نے یہان رسوخ علم سے بعض اشارات کو ذکر کیا اور کہا کہ گویا ان حروف
تہجی سے آنحضرت صلعم کو اشارہ ہی یعنے اللہ تعالے نے چاہا کہ اپنے رسول علیہ السلام سے اپنے انبیاء سابقین کے قصے و ماجرے
اور انکے ساتھ اسرار و شرائع و حقائق گذشتہ کو بیان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص شریعت و طریقت سے
مخصوص و ممتاز فرماوے اور گذشتہ و آیندہ حال سے آگاہ کرے تو حروف تہجی سے آگاہ فرمایا اور آپکے کچھ بیان سے مخص اشارہ و
اسرار خطاب سے آگاہ فرمایا اور اراد تعالی جانتا ہی کہ رسول اللہ صلعم اس اشارہ سے مراد الہی کو سمجھ جاینگا اور اراد تعالی جانتا ہی کہ باقی
امت اسکو نہین سمجھینگے پس ایک طویل سورت کو ان چھوٹے سے حروف مین تعبیر فرمایا اور خاصان امت مانند صحابہ و تابعین و اولیاء
متقدمین کے کبھی کبھی کہین بعض اشارہ کو سمجھ جاتے ہین پس منجملہ اسکے یہ کہ حروف مقطعات رموز قرآنیہ ہین جنکو بعض علماء ربانی سمجھتے ہین
پس اس مقام پر الف اشارہ ہی آدم سے چنانچہ آدم کے اول مین الف موجود ہی پس الف سے اشارہ آدم کے حال و قصہ و ابتداء خلقت و
ملائکہ پر پیش ہونا اور جنت مین جانا اور وہان سے باہر آنا وغیرہ حالات کی طرف ہی وہ اصل خلقت ہین اور دیگر جو لوگ شاخین ہین وہ ذکر
مین آدم کے تابع ہین اور الف کا اشارہ علم الاسماء کی طرف ہی بقولہ و علم آدم الاسماء اور اس اسماء مین علم ذات و جمیع صفات اور
نعوت و افعال کا ہی اور علم گذشتہ و آیندہ کا ہی پس آنحضرت صلعم کو اس الف سے تمام وہ علم سکھلا دیا جو آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء
کے علم سے حاصل ہوا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم تمام اولین و آخرین سے زیادہ لطیف تھے اور اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ بزرگ قدر
اور زیادہ مقرب تھے پس موافق قرب کے اشارہ بھی زیادہ لطیف فرمایا جو اوروں پر زیادہ خفی ہو گیا لام سے اس مقام پر قصہ تجلی موسی
علیہ السلام و کوہ طور کی خبر فرمائی اور ان احوال ماضیہ سے آپ کو آگاہ کیا میم سے شان موسی داؤل سے آخر تک انکے واقعہ کی خبر دی
اور حروف ص سے قصص نوح و ہود و صالح و شعیب و لوط اور تمام ماجرا انکا ابتدا سے آخر عمر تک جو کچھ گذرا ہی اس سب سے
آگاہ فرمایا اور اسی حرف صاد مین انکے صبر و تحمل اور مشقت و بلاء الہی اور صدق محبت و وفاداری و صدق باعمال و اقوال کا بیان ہی
اور تصدیق اس بات کی کہ حروف کے تحت مین پوری کتاب مندرج ہوتی ہی وہ حدیث ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہوا کہ اللہ تعالے نے آدم کو حروف تہجی عطا فرمائی اور ہر حرف ایک کتاب تھا اللہ تعالے کی طرف سے آدم کے واسطے
قال المترجم حروف تہجی کہ نقطہ مونث علوم و معرفت ہو کچھ بھی ایسے نہین و قدمر فی تفسیر البسملہ عن بعض التابعین ما یشیر الی ہذا

نص صریح ثم المراد ہہنا کانہ عرفان مع العلم لا التصویر باللفظ والافقہ بین فی مواضع من الکتاب العزیز وظاہر کلام الشیخ یدل علی ذلک فافہم واللہ اعلم
اور نیز حرف الف سے او تعالیٰ نے عین قدم سے خبر دی اور اپنی ذات پاک کی وحدانیت کو بتلایا جو افتراق و اجتماع سے منزہ و پاک ہی
اور جمیع مخلوقات کو اسی نے صادر فرمایا ہو کیونکہ تمام موجودات و وجود کا صدور اسی پاک پروردگار تعالیٰ سے ہی جیسا کہ مصدر جمیع الحروف ہی
اور نیز حرف الف سے سر الاسرار اور صرف الانوار کی خبر دی اور جو کچھ تمام حروف میں علم اولین و آخرین تھے سب اسمین ظاہر کیے اور یہ
نہایت دقیق اشارہ بجانب آنحضرت صلعم ہی پھر حرف لام سے اسکو واضح کیا بغرض ترفہ خاطر و زیادت ادراک کیے۔ پھر حرف میم سے
خطاب مصرح کر دیا پھر حرف صاد سے حروف کے خواص بیان فرمائے کیونکہ اسمین وصف جمیع حروف ہی پھر علوم مین تعمیم فرمائی اور
تمام سورہ سے تھوڑا مخلوق کو علم دیدیا کیونکہ علم اسرار مین انکو ادراک و معرفت نہین ہی اور جسقدر مضمر در مضمر ہوتا جاوے انکی فہم سے بالا ہو جائیگا
اور نیز الف لام سے اسرار ازلیت اور ازلیت کو بیان فرمایا تو نہین دیکھتا کہ کیونکر الف کو لام سے نسق کیا بغرض انفار اشارہ کے تاکہ
قدم مین حدیث عدم باقی نہ رہے اور ظاہر ہی کہ جو لام والف بمعنی عدم ہی وہ کیونکر اشارہ قدیم ہوگا پس ایک کو دوسرے سے نسق کر دیا
تاکہ نفی کی بات نہ رہ جاوے کیونکہ نفی ایک علت ہی جو حوادث پر واقع ہوتی ہی حالانکہ حوادث کا ذکر قدم میں نہین ہی پس الف سے احدیۃ الالوہیۃ
[illegible] اور لام سے ازلیت سرمدیہ کی خبر دی پھر میم سے محبت قدیمہ کی خبر فرمائی اور صاد سے صفات قائمہ بالذات کی خبر دی
الف سے ذات یعنی ذات کی خبر دی جو واحد ہی پھر لام و میم و صاد سے شمول صفات قدیمہ کی خبر فرمائی۔ الف از ذات اور میم از صفت
ازل اور صاد از صفت محبت ہی اور صاد مین جمیع صفات کی خبر ہی۔ محمد بن علی الہاشمی نے کہا کہ مین نے ابن عطاؒ سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے
حروف کو پیدا کیا تو انکے واسطے ایک سر باطن قرار دیا پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اسمین اس سر مخفی کو مندرج کیا اور ملائکہ مین
اس بھید کو منتشر نہین فرمایا تھا پس یہ حروف حضرت آدم کی زبان پر بفنون جریان و فنون لغات جاری ہوے جنکی اللہ تعالیٰ نے صورتین
پیدا کر دین **قال الحسین** الالف الف تو الف المالوف ہی اور اللام لام الالاء ہی۔ المیم میم ملک ہی والصاد صاد صدق ہی اور فرمایا
کہ قرآن مین ہر چیز کا علم ہی اور علم قرآن کا حروف مقطعات مین ہی اور علم حروف کا لام الف مین ہی اور علم لام کا الف مین ہی اور علم الف کا
نقطہ مین ہی اور علم نقطہ کا معرفت اصلیہ مین ہی اور معرفت اصلیہ کا علم ازل مین ہی اور علم ازل کا مشیت مین ہی اور علم مشیت کا غیب الہو
مین ہی اور غیب الہو وہی ہی کہ نہین مثل اسکے کوئی چیز لیس کمثلہ شئی مترجم کہتا ہی کہ بحمد اللہ تعالیٰ کہ مترجم کو یقین ہی کہ جملہ علوم اس کتاب مجید
مین ہین اور عدم العلم مستلزم عدم نہین اگر کسی کو معلوم ہوتا تو وہ اپنے ادبار نفس پر گرے کہ اسقدر کدورات مین کیون مبتلا ہی اور قد ثبت
فی غیر آیۃ ان الکتاب العزیز یحوی علم کل شئی بل ہو تبیان لکل شئی ومنہا قولہ تعالیٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین شیخ ابو محمد الجریری نے کہا کہ ہر لفظ و ہر ہر حرف کے واسطے ایک مشرب فہم خاص ہی جس سے
اسکی معرفت ہوتی اور دوسرے کی معرفت اس سے نہین ہوتی اور اس مشرب کے واسطے جداول خاص مین سنا ہی کہ فرمایا المص
پس الف کے واسطے انکے نزدیک ایک فہم ہی اور فہم کے واسطے انکے مضمر مین استماع ہی بجانب حسن مخرج و مذاق شیرین جو موجب
ہی بنظر متکلم اور اسی طرح لام کے واسطے حسن استماع و مخرج سوائے مخرج الف کے اور مذاق فہم موجود ہی اسی طرح میم کے واسطے
حسن استماع از مخرج غیر لام و طعم فہم موجود ہی اور صاد کے واسطے حسن استماع بجانب حسن مخرج و طعم فہم موجود سوائے میم کے ہی پس
یہ سب متکلم کے ملاحظہ سے ممزوج ہوا ہی **قال الحسین** الالف الف ازل ہی اور اللام لام ابد ہی اور میم ان دونوں کے درمیان ہی

اور صاد اتصال اُس شخص کا جو متصل ہوا اور انفصال اُس شخص کا جو منفصل ہوا اور حقیقت میں نہ اتصال ہے اور نہ انفصال ہے مگر یہ الفاظ بسبب
عبارات جاری ہوتے ہیں کہ کچھ فہم و بیان حاصل ہو حالانکہ درگاہ حق تعالیٰ جملہ الفاظ و عبارات سے مصئون محفوظ ہے **قولہ کتاب انزل الیک**
پہلے مذکور ہوا کہ حروف اسرار کتاب ہیں اور تصدیق اُسکی یہ کہ بعد المص کے فرمایا کتاب انزل الیک یعنی یہ حروف المص کی کتاب
اسرار ہیں جو تیری طرف نازل ہوئے ہیں **قال المترجم** ہرچند کہ ہر ایک المص سے کتاب ہے تو مقتضا اسکے ظاہر کتب انزلت ہوتا اگر
ایسا تھا لیکن پردۂ نزول میں صورت امتزاجی سے کتاب یک واحد ہوئی یا الکتاب جنس ہے فتامل **قولہ** فلا یکن فی صدرک حرج منہ
یعنی تیرے سینہ میں انکی عدم شناخت کی تنگی نہو اور انکے ادراک میں نافہمی سے دل گرفتگی نہو یعنی مت خوف کر اس بات کا کہ تو
اسمیں ہمارے اشارات کو نہیں سمجھیگا کیونکہ تو مخصوص بعلم لطائف و حقائق ہے اور تیرا سینہ بسبب کشائش نور تجلی جمال کے بہت
کشادہ ہے پس اسمیں مقام قبض و گرفتگی کو دخل نہیں ہے اور تصدیق اسکی قولہ انزل الیک ہے یعنی ان اسرار کو سوائے تیرے کوئی اور
برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ تیرے ہی واسطے مخصوص اور تجھی کو اسکے فہم کی استعداد عطا ہوئی ہے پس انکی ہیبت سے تیرے سینہ میں کچھ بھی
گرفتگی طاری نہو کیونکہ انکی سمجھ و تعبیر آسان ہوجائیگی **ابن عطا** رح نے قولہ کتاب انزل الیک میں کہا کہ یہ ایک عہد خاص ہے جس سے دیگر
انبیاء علیہم السلام کے درمیان آنحضرت صلعم کو مخصوص فرمایا یعنی تو خاتم الرسل ہے اور تیرا عہد تمام عہود کا خاتمہ ہے تاکہ اس سے تیرا سینہ
کشادہ ہوا اور تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ **جنید** رح نے کہا کہ قولہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ یعنی تیرا دل اسکے اٹھانے اور اسکے بوجھ
سے تنگ نہو کیونکہ صفات کا برداشت کرنا بہت بھاری ہوتا ہے مگر اُسی شخص پر جو قبول مشاہدہ سے تائید کیا گیا ہے **قال النوری** رح
انوار حقائق جب سرائر پر وارد ہوتے ہیں تو انکی برداشت کرنے سے بہت بوجھ کے تنگ ہوتا ہے جیسے آفتاب کی شعاعیں اسکی
نہایت کے ادراک سے مانع ہیں **قال القرشی** رح اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں قصۂ پیغمبر کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا تو معلوم تھا
کہ قلب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے واسطے حرکت و جنبش کریگا تو حکم دیا کہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے طور پر کلام
ہوا اور تجھسے ہر چیز و صورت سے باہر کلام ہوا اور اسکو مشاہدہ سے محرومی ہوئی اور تجھکو نصیب ہوا **قال الاستاد** کتاب جب آتی ہے تو وقت
اور غم دوری و فراق سے شفا ہے اور قولہ فلا یکن فی صدرک حرج میں اشارہ ہے کہ ہر قبض سے سینہ تیرا حفظ الٰہی میں محفوظ ہے اور صدرک
فرمایا اور قلبک نہیں فرمایا کیونکہ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجلی شہود میں تھا اور اسی واسطے فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک
بما یقولون۔ اور یہاں بھی قلبک نہیں فرمایا اور اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ رب اشرح لی صدری اور آنحضرت صلعم کے واسطے فرمایا
الم نشرح لک صدرک کیونکہ قلب تو شہود میں دائمی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تنام عینای ولا ینام قلبی یعنی میری آنکھیں سویا کرتی
ہیں اور دل میرا نہیں سوتا ہے اور کہا کہ اسمیں ایصال لذت ہے کہ تجھکو ایک لذت پہونچتی ہے اور صاحب لذت کو حرج و تنگی نہیں ہوا کرتی
قال المترجم پہلے اتباع کا عموماً حکم دیا پھر شروع فرمایا کہ اگلی امتوں کو بسبب نافرمانی و اعراض حق کے کیا مصیبت عذاب پہونچی ہے فقولہ

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ

اور کتنی بستیاں ہمنے کھپا دیں کہ پہونچا اُنپر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے پھر یہی تھی انکی پکار جب پہونچا انپر

بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ہمارا عذاب کہ کہنے لگے ہم تھے گنہگار سو ہمکو پوچھنا ہے اُنسے جن پاس رسول بھیجے تھے اور ہمکو پوچھنا ہے رسولوں سے

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ○
پھر ہم احوال سنائینگے انکو اپنے علم سے اور ہم کہین غائب نہ تھے۔

وَكَم مِّن قَرْيَةٍ کم خبریہ مفعول ہو ایسے فعل کا جو حذف ہوا بشرط تفسیر چنانچہ اہلکنا اسکی تفسیر کرتا ہو اور بعض نے کہا کہ مبتدا ہو اور اہلکنا اسکی خبر ہو اور اول ارجح ہو اور قرآن مجید مین ہمت تاکید کثرت کے ساتھ وارد ہوتا ہو اور قریہ وہ جگہ جہان لوگ مجتمع ہوتے ہون اور معنی یہ کہ اور بہت سے قریہ - اور مراد قری سے اہل قری ہین بسبب قول مابعد اَهْلَكْنٰهَا ہمنے انکو ہلاک یعنی وہان کے لوگونکو ہلاک کیا - وفی السراج اور بعض نے کہا کہ تقدیر مضاف یعنی اہل کی کچھ حاجت نہین ہو کیونکہ قریہ خود بھی تباہ و برباد ہو جاتا ہو جیسے قریہ والے تباہ ہوتے ہین اور اہلاک اپنے حقیقی معنی پر بھی ہو سکتا ہو اور مفسر نے ارجح یہ قرار دیا کہ اہلکنا کے معنی یہ کہ ہمنے انکے ہلاک کا ارادہ کیا بقرینہ قول مابعد فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ای فجاءہا عذابنا لیلا وہم نائمون او بالظہیرۃ والقیلولۃ استراحۃ نصف النہار وان لم یکن معہا نوم ای مرۃ جاءہا لیلا ومرۃ جاءہا نہارا یعنے آیا انپر ہمارا عذاب رات مین یا درحالیکہ وہ سوتے تھے دوپہر دن کو وقت سخت گرمی کے اور قائل بمعنی قیلولہ کنندہ از قال یقیل قیلولۃ اور قیلولہ دوپہر دن کے وقت استراحت لینے کو کہتے ہین اگرچہ نیند نہ آوے اور حاصل انکا انپر عذاب ہمارا کبھی رات مین آیا اور کبھی دن مین آیا یعنی کسی قوم پر رات مین جیسے قوم لوط پر اور کسی قوم پر دن مین جیسے قوم شعیب علیہ السلام پر آیا۔ اور انھین دونون وقتون کو اسواسطے خاص کر بیان فرمایا کہ یہ اوقات استراحت و غفلت ہین پس انمین عذاب طاری ہونا نہایت فظیع ہو کما قال تعالیٰ افامن اہل القریٰ ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القریٰ ان یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون پس کافرون کو تہدید و وعید ہو گویا کہا گیا کہ امن واجب کے اسباب تم کو مہیا کر دیے گئے انپر مغرور مت ہو کیونکہ عذاب الٰہی جب اترتا ہو تو دفعۃً نازل ہوجاتا ہو **قال البیضاوی** - قولہ او ہم قائلون معطوف ہو بیاتا پر گویا یون کہا گیا فجاءہم باسنا بائتین او قائلین پس ہم قائلون بحذف واو حال اسواسطے آیا کہ دو حرف عطف کا اجتماع لازم نہ آوے کہ ثقیل ہو کیونکہ واو حالیہ دراصل واو عطف ہو جو وصل کے واسطے مستعار لیا گیا ہو اور ضمیر پر اکتفا کرنا نہین کہ غیر فصیح ہو اور ان دونون تعبیرون مین انکی غفلت و عذاب سے بے خوفی مین مبالغہ ہو فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ ای قولہم یعنی دعوی یہان بمعنی قول ہو وقال البیضاوی - ای فما کان دعاؤہم واستغاثتہم - یا دعوی بمعنی ادعا ہو اور مصدر مجہول ہو یعنی جسکو اپنے دین مین ادعا کرتے تھے اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ یعنے بروقت عذاب آنے کے انکا دعا یا ادعا و استغاثہ کچھ نہ تھا اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ مگر یہی کہ کہنے لگے کہ ہم ظالم ہین یعنی رسول صلعم کی اور حکم تنزیل کی اتباع نہ کرنے مین اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا حاصل آنکہ ایسے وقت اقرار کیا کہ اسوقت کبھی مفید نہین اسواسطے کہ ایمان تو استدلال غیب پر ہو اور اسوقت ایمان کچھ نہین جبکہ معاینہ ہو گیا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم نہین ہلاک ہوئی یہانتک کہ خود انکا اقرار ثابت ہو گیا کہ ہمنے واقعی ظلم کیا ہو۔ ابن سنان نے کہا کہ مین عبد الملک بن میسرہ سے پوچھا کہ یہ کیونکر ہو فرمایا کہ اس آیت سے فما کان دعوٰہم اذ جاءہم باسنا الا ان قالوا انا کنا ظلمین - اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث - اور آیت مین واضح تر دلیل ہو پھر اوتعالےٰ عز وجل نے جملہ مکلفین کو شمول کر کے پھر منکرونکو عذاب دنیا وی سے تہدید کرنے اور اسکے ضمن مین مومنون کو استثنار کرنے کے بعد پھر منکرون وکافرون کو عذاب اخروی سے سخت وعید فرمائی بقولہ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ فا ترتیب کی یعنے بعد عذاب دنیا وی کے اگر واقع ہوا ہو جیسے مشیت ہو پھر ضرور آخرت مین یہ داقعہ ہوگا اور لام قسم ہو یعنے ضرور ہم پوچھینگے ان لوگون کو جنکی طرف ارسال کیا گیا کہ انھون نے رسولون کو کیا جواب دیا اور

اور اللہ تعالیٰ کو غیبت نہیں بلکہ سب کو وہ دیکھتا ہے حتی کہ جب یہ موجودات عدم میں تھے تب ہی سے اسکے علم قدیم میں ہیں علم ہے جسمین ذرہ برابر تفاوت نہیں ہو سکتا فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ قولہ فلنقصن علیہم بعلم یعنی انکے حال عدم و وجود کے علم قدیم سے سب اخبار ہوگا **قال المترجم** بالجملہ یہ پوچھنا و خبر دینا تحقیق عدل کے واسطے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ خوب دانا ہے نہان و آشکارا سے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ

اور تول اس دن ٹھیک ہے پھر جنکی تولیں بھاری پڑین سو وہی ہین جنکا بھلا ہوا اور جنکی تولیں ہلکی پڑین سو وہی ہین

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ○

جو ہارے اپنی جان اسپر کہ ہماری آیتون سے زبردستی کرتے تھے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ اے والوزن الحق کائن یومئذ یعنی قیامت کے روز وزن حق ہونیوالا ہے یعنی سوال مذکور کے روز وزن عدل ہوگا کہ کسی نفس پر ذرا ظلم نہوگا۔ کما قال تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین یعنی رکھینگے ہم میزانہا سے عدل کو روز قیامت میں پس کسی نفس پر کچھ ظلم نہیں کیا جائیگا اور اگر رائی کے دانہ برابر ہوگا تو ہم اس کو لا دین گے اور ہم حساب کرنیوالا ہونا کافی ہے اور ذکر میزان کا بہت سی آیات میں آیا منجملہ انکے قول اللہ تعالیٰ فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ اور قولہ فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ اور احادیث اس باب میں بہت کثرت سے ہیں جو صحاح و سنن و مسانید میں مروی ہین بالجملہ میزان حق ہین اسپر وزن ہوگا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس جنکے موازین گران ہونگے نیکیون سے فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ پس ایسے ہی لوگ مفلحین ہونگے یعنی فوز عظیم انہین کو حاصل ہوگا وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور جنکے موازین ہلکے ہونگے بسبب گناہون کے فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ پس یہی لوگ ہین جنھون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو بسبب اسکے کہ لے گئے اسکو دوزخ مین بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ بسبب ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرنے کے یعنے بسبب کفر و انکار آیات الٰہی کے فا موازین جمع ہے اور ہر شخص کے واسطے ایک میزان ہوگی پس جمع کے معنی کیا ہین تو جواب یہ ہے کہ زبان عرب مین اہتمام خبر مین کبھی واحد کی جگہ جمع لاتے۔ اور بعض نے کہا کہ ہر بندہ کے واسطے میزان علیحدہ ہوگی حسن بصریؒ نے کہا کہ حق ہے اس ترازو پر جسمین نیکیان رکھی جاوین یہ کہ جھک جاوے اور حق ہے اس ترازو پر جسمین برائیان رکھی جاوین یہ کہ ہلکی ہو جاوے اور بعض نے کہا کہ ترازو مین دو پلڑے زبان و بانٹ ہوتا ہے اور وزن بدون ان سب کے تمام نہین لہذا جمع کردیا اور بیضاوی نے جواب دیا کہ بسبب موزونات مختلف ہونے اور متعدد وزن ہونے کے جمع فرمایا پس وہ جمع موزون ہے یا جمع میزان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وزن و میزان بمعنی عدل و قضا ہے اور بجائے انکے وزن و میزان کا ذکر کرنا ضرب المثل کے طور پر ہے جیسے بولتے ہین کہ یہ کلام اس وزن پر ہے اور یہی مجاہدؒ سے روایت کیا جاتا ہے اور زجاج نے کہا کہ زبان عرب مین ایسا بول چال شائع ہے اور یہی معتزلہ نے اختیار کیا جیسے کہ معتزلہ کی عادت ہے کہ جو بات انکی عقل مین جسطرح آتی ہے اسیطرح اسکو اختیار کرتے ہین اور یہان تو خیر زبان محاورات سے بھی اتفاقاً مطابقت ہوگئی۔ زجاجؒ نے کہا کہ اتباع یہان بھی اس خبر کا چاہیئے جو صحاح و مسانید مین وارد ہوا یعنے میزان یعنی حقیقی اور قشیریؒ نے کہا کہ اسمین زجاجؒ کا قول درست ہے کیونکہ صراط کا لفظ دین حق پر اور جنت و دوزخ واردات ارواح پر سوائے اجسام کے اور شیاطین و جن کا لفظ اخلاق مذمومہ پر اور ملائکہ کا لفظ قوی روحانیہ پر نہین محمول کیا جاتا اور صدر اول سلف خلف صالحین نے اس امر پر اجماع کیا کہ ان ظواہر کو بدون تاویل کے لینا واجب ہے اور تاویل

سے منع کرنے پر اجماع کیا پس یہ ظواہر مذکورہ نصوص ہو گئے۔ یہ قول نہایت صحیح ہے اور مجاہدؒ سے قول تاویل صحت کو نہیں پہونچتا اور
جن بدعتیوں نے تاویل کی انکی تاویل کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کیا وہ لوگ اس امر کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر جانتے ہیں
کہ وہ میزان حقیقی عدل کی قائم کرے اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر یہ کہنا کہ عقل میں نہیں آتا محض جھوٹ ہے یا دیوانگی وجہالت ہے اور اگر ان
جاہلوں کی عقل میں نہیں آتا تو ہمکو ان جاہلوں کی عقل کا اعتبار نہیں ہے جو عقول صافی و پاکیزہ ہیں انمیں کچھ بھی بعید نہیں معلوم ہوتا آیا تو نہیں
دیکھتا کہ نورانی عقول حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب یقین سے قبول کیا اور برابر مومنین اسی پر اہل حق سے تھے
یہانتک کہ ایک زمانہ کے بعد ان جاہلوں کے متہوروں سے جہالت کا دھواں نکلا اور اسنے تمام جہان کو تاریک کر دیا پس بیچارہ جسکو اللہ
تعالیٰ نے ازل میں بچایا ہے اور گمراہ ہوا وہ جو شقی تھا اور کیونکر اسطرح مصرح آیات اور صحاح احادیث کی تاویل روا ہو اور بہت سی
احادیث صحیحہ مشہورہ ہیں جنمیں تاویل کی گنجائش نہیں اور اگر خوف طوالت نہوتا تو میں ان احادیث کو نقل کرتا کیونکہ بعضے جہلاء اس زمانہ
میں اہل ایمان کو وسوسہ میں ڈالتے ہیں اور شقی و بدبخت لوگ انکے دنیاوی عروج کو دیکھکر دام فریب میں آجاتے ہیں لیکن
اتنا بحث میں بضرورت یہ آجائیگا وہی کافی ہے ازانجملہ مفسر رحؒ نے کہا کہ وزن الٰہی میزان سے ہوگا جسکے زبان اور دونوں پلے ہیں
جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے یہاں اسیقدر پر اکتفا کیا اور بدور السافرہ و تفسیر و بعض رسائل میں کو نہ بسط کیا ہے حضرت سلمان
فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میزان قائم کیجاویگی اسکی زبان و دو پلے ہیں اگر ایک پلہ میں آسمان و زمین اور جو انمیں ہے
سب رکھا جاوے تو سماجاوے رواہ اللالکائی فی السنۃ وابن المبارک فی الزہد وقد رواہ ابو الشیخ عن ابن عباس بمثلہ موقوفا۔ پھر جب
صحیح ہوا کہ وزن و میزان سے حقیقی معنی مراد ہیں تو پھر یہاں وزن کو مطلق فرمایا ہے پس آیا اعمال کا وزن ہوگا یا ان صحیفوں کا جن میں
اعمال درج ہیں یا اس شخص کا جسکے اعمال **قال الحافظ** وغیرہ بعض نے کہا کہ اعمال رکھے جاوینگے اور اعمال اگرچہ اس جہان میں
اعراض ہیں لیکن یہ مسلم نہیں کہ درحقیقت وہ اعراض ہیں علاوہ بریں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بصورت جواہر آویں اور قلب ماہیت ممتنع ہونے پر کوئی
دلیل عقلی نہیں قائم ہے اور نہ ہیں بلکہ ضرورۃ ہے اور نیز جو اس جہان میں عرض ہے جائز ہے کہ اس جہان میں خود قائم ہو جیسے فلاسفہ کے نزدیک
ذہن میں صورت جواہر کی جوہر ہوتی اور قائم بذہن ہوتی ہے لیکن اسپر صادق ہے کہ جب خارج میں پائی جاوے تو لافی موضوع ہوگی پس
وجود ذہنی میں قائم بالغیر ہے اور وجود خارجی میں خود قائم ہے ایسے ہی اعراض اعمال وغیرہ اس جہان میں قائم بالغیر ہیں اور یہاں آخرت میں
وہ خود قائم ہوں اور تحقیق ثابت ہوا کہ باقیات انکے واسطے خود ثابت ہیں **قال فی المعالم** اور ابن عباسؓ سے یہی قول مروی ہے
اور صحیح میں حدیث آئی جسمیں سورہ بقرہ و آل عمران کے فضائل میں ہے کہ انہما یاتیان یوم القیامۃ کانہما غمامتان او غیایتان او فرقان
من طیر صواف الحدیث اور اول سورہ مذکورہ میں گذر چکی ہے اور نیز قرآن کے فضائل اور صاحب قرآن کے حق میں آیا کہ یاتی صاحبہ
فی صورۃ شاب شاحب اللون فیقول من انت فیقول انا القرآن الذی اسہرت لیلک واظمأت نہارک الحدیث۔ اور حدیث براء
بن عازبؓ میں دربارہ سوال قبر کے آیا فیاتی المومن شاب حسن اللون طیب الریح فیقول من انت فیقول انا عملک الصالح۔ یعنی قبر میں
مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت جس سے خوشبو آتی ہوگی آویگا پس مومن کہیگا کہ تم کون ہو وہ کہیگا کہ میں آپ کا عمل صالح ہوں
اور اسکے برعکس کافر و منافق کے اعمال کی نسبت آیا ہے پس ظاہر ہوا کہ اعمال کے واسطے صورت جوہری ہیں اور وہ وزن ہوسکے
اور بعض نے کہا کہ نامۂ اعمال تولے جاوینگے وابن عبد البر و قرطبی نے اسی کو ترجیح دیا اور دلیل اس قول کی حدیث بطاقہ ہے

چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص پکارا جائیگا مجمع قیامت کے روبرو
پھر اُسکے واسطے ننانوے سجل کھولے جاوینگے جنمین سے ہر ایک کی درازی بقدر مد البصر ہوگی جتنی دور نظر پہونچتی ہو پس اللہ تعالیٰ عزوجل
کی طرف سے حکم ہوگا کہ بھلا تو انمین سے کچھ انکار کرتا ہو بھلا تجھپر میرے فرشتگان کاتبین نے کچھ ظلم کیا ہو پس وہ کہیگا کہ میرے پروردگار نہین تو-
پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے کچھ عذر ہو یا تیری کوئی نیکی ہو پس وہ ہیبت ناک ہوکر کہنے لگے گا کہ کچھ بھی نہین اے پروردگار پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ نہین
بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے نزدیک ہو اور آج کے روز تجھپر کچھ ظلم نہین پس اسکے واسطے ایک بطاقہ نکالا جائیگا جسمین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد
ان محمدا عبدہ و رسولہ ہوگا پس وہ عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار بھلا یہ بطاقہ بمقابلہ ان سجلات کے کیا چیز ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ
اے شخص تجھپر کچھ ظلم نکیا جائیگا پس وہ بطاقہ ایک پلہ مین رکھا جائیگا اور سجلات دوسرے پلہ مین میزان کے رکھے جاوینگے پس سجلات کا پلہ
چڑھ کر اونچا ہو جائیگا اور بطاقہ کا پلہ بوجھ سے جھک جائیگا رواہ البیہقی وابن مردویہ وابن ماجہ واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ورواہ احمد باسناد
حسن ورواہ الحاکم وصححہ والترمذی وقال حسن صحیح ۔ واضح ہو کہ اکثر بداعمال وگناہون کے ساتھ تصدیق مین فتور ہوتا ہو پس اُس شخص کا
حال غریب ہو کہ باوجود ان اعمال کے اسکی تصدیق قوی رہی اور شاید اسی وجہ سے حدیث شریف مین اسکا بیان ہو واللہ اعلم بالجملہ
اس حدیث سے نامہ اعمال تولے جانے کا ثبوت ہوتا ہو اور بعض نے کہا کہ عمل کرنیوالا تولا جائیگا اور اسی پر دلالت کرتی ہو حدیث صحیح
از ابوہریرہ رضی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مرد موٹا قوی ہیکل آویگا دن قیامت کے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے
برابر بھی اسکا وزن نہوگا پھر پڑھی آیت فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا الآیۃ ۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی کے مناقب مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ کیا تم لوگ عبداللہ کی پتلی پنڈلیون سے تعجب کرتے ہو قسم ہو اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ البتہ اسکی
دونون پنڈلیان میزان مین کوہ احد سے زیادہ گران ہین ۔ حدیث الاول ما فی خاتم صحیح البخاری رح حضرت صلعم نے فرمایا کہ دو کلمہ ہین
کہ ہلکے ہین زبان پر اور بھاری ہین میزان مین اور محبوب ہین حضرت الرحمن کو وہ سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم ہین **قال الحافظ**
ان سب احادیث وغیرہ مین جمع واتفاق یون ممکن ہو کہ یہ سب اپنے اپنے معنی پر صحیح ہین پس کبھی تو اعمال تولے جاوینگے اور کبھی نامہ
اعمال اور کبھی فاعل اعمال تولے جاوینگے **قال المترجم** ورنہ توفیق بدون اسکے بھی ممکن ہو ۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہو
کہ کفار کے واسطے وزن ہوگا یا نہوگا بلکہ مخصوص مسلمانون ہی کے واسطے ہو پس اکثرون کے نزدیک وزن مخصوص مسلمین ہو اور کفار کے
اعمال حبط ہونگے اور یہی ظاہر آیات ہو اور بعض نے کہا کہ کفار کے اعمال باشارہ قولہ فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا تولے جاوینگے اگرچہ
خفت ہو اور جواب یہ کہ نکرہ تحت نفی بالکل وزن سے خالی ہو اور قرطبی نے کہا کہ اگر صحیح ہو کہ تولے جاوینگے بغرض تخفیف عذاب
جیسا کہ ابوطالب کے حق مین آیا کہ بسبب پاسداری آنحضرت صلعم کے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے ابوطالب کا
دماغ اُبلیگا تو قاضی نے کہا کہ شاید یہ کہ یہ ابوطالب کے حق مین مخصوص ہو فافہم واللہ اعلم **ف فی العرائس** قولہ والوزن یومئذ
الحق حق سبحانہ تعالیٰ کی میزانین ہین جنسے احوال واعمال وزن کیے جاتے ہین پس میزان اخلاص سے معاملات کا وزن ہوتا ہو اور
میزان صدق سے حالات کا وزن ہوتا ہو پس جو عمل کہ عوض کے واسطے یا اس عمل پر نظر رکھکر یا غیر حق سبحانہ کی طرف نظر رکھکر کیا گیا
وہ مرتبہ قبولیت سے ساقط ہو اور یہ حالت کہ جس سے اس حالت والا محجوب ہو وہ درجہ وصول سے ساقط ہو پس بنا سعادت در اصل
میزان معاملات مین اور صدق میزان حالات ہو پس ہمین سے ہر شخص اپنے نفس کو میزان ریاضت ومجاہدہ سے وزن کرے

اور قلب کو میزان مراقبہ وزن کرے اور عقل کو میزان اعتبارات یعنی عبرت حاصل کرنے کے ساتھ وزن کرے اور روح کو میزان
مقامات اور سر کو میزان محاضرات و مطالعہ غیبیات وزن کرے اور اپنی صورت کو ایسے ترازو سے معاملہ سے وزن کرے جسکے
دونون پلہ حقیقت و طریقت ہین اور زبان اُس کی شریعت اور عمود اُسکا عدل و انصاف ہے پس جو شخص یہان اپنے آپ کو اسطرح
وزن سے سنجیدہ رکھیگا سو قیامت میں اپنے نفس کو میزان شرف مین اور قلب کو میزان لطف مین اور عقل کو میزان نور مین اور روح کو
میزان سرور مین اور سر باطن کو میزان وصول مین اور صورت کو میزان قبول مین تلا ہوا پاویگا پس جب اسکے موازین یعنے جملہ میزانون کا
پلہ بھاری اُترا تو اُسکے نفس کا بدلا یہ کہ فراق سے امن پاویگا اور قلب کو شوق مین وہ ملیگا جسکا شوق تھا اور عقل کا بدلا مطالعہ صفات ہے اور
روح کا بدلا کشف انوار ذات ہے اور سر باطن کا بدلا کشف اسرار قدم ہے اور صورت کا بدلا وصال ابدین قیام ہے۔ نیز اہل حق کے واسطے
یہان اور میزانین ہین میزان ارادہ میزان محبت میزان شوق میزان عشق میزان معرفت میزان الیقین میزان توحید پس یہ سات میزانین ہین
پس مرید کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس کو میزان ارادت مین تولے اور محب ہر دم اپنے نفس کو میزان محبت مین اور مشتاق اپنی عقل کو
میزان شوق مین اور عاشق اپنی روح کو ہر دم میزان عشق مین اور عارف اپنے سر باطن کو ہر دم میزان معرفت مین اور الیقین والا ہر دم
اپنے انفاس کو میزان الیقین مین اور موحد ہر دم اپنے وجود کو میزان توحید مین تولے پس مرید اپنے ہر دم تولنے سے اپنے نفس کو انقیاد حق مین برو
قضا و قدر جاری ہونے کے پورا کرے اور محب میزان محبت مین اپنے قلب کو شہود درگاہ مین بدون خطرات مذمومہ کے نیات صافیہ
کے ساتھ پورا کرے اور مشتاق میزان شوق مین اپنی عقل کو جولانی شواہد مین واسطے طلب عرفان مشاہدات کے بدون فتور و رعونت کے
پورا کرے اور عاشق میزان عشق مین اپنی روح کو پرواز ملکوت مین واسطے طلب جبروت کے پورا کرے اور عارف میزان معرفت مین
اپنے سر باطن کو صفت شہود کے ساتھ کشف انوار غیب کے واسطے پورا کرے اور الیقین والا میزان الیقین مین معارف غیب مین الہام حس
یقین و عبارہ سواس کے صعود کو پورا کرے اور موحد میزان توحید مین تمام اپنے وجود کو انوار کبریا و قدم و تسبیحات ازل و ابد
مین فنا و مضمحل ہونیکو پورا کرے پس جس شخص کی یہ میزانین گران رہین وہ پردہ ہاے امتحانات سے فلاح پا گیا اور صداقت رہا ہوا اور
پورا اُترا پس وہ کل کے روز جب کہ حضور مین میزان عدل تولے جاوین گے تو انوار صفات و لطائف ذات و کرامات قرب
سے اسکی میزان بھاری ہوگی پس وہان فلاح عظیم حاصل ہوگی اور وہ اہل اللہ مین سے ہے کیونکہ وہ موازین صفات و انوار ذات کے
عاسیہ مین معرفت و توحید و محبت کے ساتھ پورا اُترا خلاصہ آنکہ منشا خلقت جو معرفت ہے اسنے پوری پائی اور فوز عظیم حاصل کیا پس
قولہ تعالیٰ طوبیٰ لھم وحسن مآب اسکے حق مین راست آیا۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رح نے اس مقام پر بیان کیا کہ جسنے اپنے نفس کو میزان عدل مین تولا
وہ محبین مین سے ہے اور جسنے خطرات انفاس کو میزان حق مین تولا اسکو مشاہدہ سے کفایت ہوگی اور میزانین مختلف ہین میزان نفس
و روح ہے اور میزان قلب و عقل ہے اور میزان معرفت و سر باطن ہے پس نفس و روح کے ترازو امر و نہی ہے اور اسکے دونون پلے
کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہین اور قلب و عقل کی ترازو ثواب و عقاب ہین اور اسکے دونون پلے وعدہ و وعید ہین اور میزان الی
معرفت و سر کی رضا و خشم ہے اور دونون پلے اسکے طلب کرنا اور گریز کرنا۔ استاد رح نے کہا کہ انکے اعمال کا وزن بمیزان اخلاص ہوگا
اور احوال کا بمیزان صدق ہوگا پس جسکے اعمال ریا و کاری کے ساتھ ہونگے وہ قبول نہونگے اور جسکے احوال مین عجب و غرور
ہوگا اسکے احوال نہ لیئے جاوینگے اور واضح ہو کہ قیامت مین اعمال تولے جانے مین ایک یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندون کو

ظاہر کریگا کہ قبل پیدائش کے بندون کے حق مین جو قضا و قدر و رضا و خشم و شقاوت و سعادت کہ لوح محفوظ مین لکھی تھی وہ بمقابلہ اس چیز کے جو ملائکہ کے لکھے ہوے صحائف مین بندون پر دنیا مین جاری ہوے مرقوم ہین کیسے راست و درست ہین کہ سر مو انمین تفاوت نہین ہے تاکہ یقین کامل و برہان عیان حاصل ہو جاوے اس بات کی کہ اوتعالی عزوجل کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور تاکہ لوگون پر حجت قائم ہو جاوے جبکہ دونون مین توافق برآمد ہوا اور واضح ہو کہ یہ شبہہ نہونا چاہیئے کہ اعمال اعراض ہین پھر وہ کیونکر وزن کیئے جاوینگے پس تو اس شبہہ مین نہ پڑنا مقبول و مردود کرنا اللہ عزوجل کے اختیار مین ہے اور اوتعالیٰ قادر ہے کہ اعراض کو جواہر کی صورت مین کردے پس وہ ضرور میزان الٰہی مین تولے جاوینگے جو قیامت کے روز بندون پر ظاہر ہوگی اور یہ زبان شرع سے ثابت ہوا اور اسپر ایمان لانا فرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نیکیان و برائیان ایسی ترازو مین تولی جاوینگی جسکے دونون پلے اور زبان ہے۔ اور مومن کا یہ حال ہوگا کہ اسکے اعمال ایک نہایت اچھی صورت مین لائے جاوینگے اور میزان کے ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور یہ وزن حق ہے پس اسکی نیکیان بہ نسبت اسکی برائیون کے بھاری ہوجاوینگی پس اسکا عمل جنت مین رکھا جائیگا پس عمل سے وہ پہچانا جائیگا اور یہی قول الٰہی عزوجل ہے فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون۔ اور وہ لوگ جنت مین سے اپنے اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ پہچانینگے جیسے تا زجمعہ سے پھر کر آدمی اپنے گھر دن کو پہچان لیتا ہے اور رہے کافر لوگ تو انکے اعمال نہایت قبیح بری بھونڈی صورت مین لائے جاوینگے اور پلہ ترازو مین رکھے جاوینگے اور یہ عمل باطل ہے پس اسکا وزن نہایت خفیف ہوگا یہانتک کہ وہ دوزخ مین رکھے جاوینگے پھر کافر سے کہا جائیگا کہ جا کر اپنے اعمال سے مل **قال المترجم** پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمت و بندونکی ناشکری اور باوجود مخلوق ہونے اور اپنی ماہیت نہ جاننے کے پھر حکمت الٰہی مین بیجا قیاس دوڑانے اور ظاہر کی مضرت و دشمن شیطان کے غرور کی برائی دفع نہ کرنیکو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

اور ہمنے تمکو جگہ دی زمین مین اور بنا دین اسمین تمکو روزیان تم تھوڑا شکر کرتے ہو اور ہمنے تمکو پیدا کیا پھر صورت دی

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ

پھر کہا فرشتونکو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے نہ تھا سجدہ والون مین کہا تجھکو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا

اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ

جب مین نے فرمایا بولا مین اُس سے بہتر ہون مجھکو تونے بنایا آگ سے اور اُسکو بنایا خاک سے کہا تو اتر یہان سے تجھکو یہ نہ ملیگا

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ

کہ تکبر کرے یہان سو نکل تو ذلیل ہے بولا مجھکو فرصت دے جسدن تک لوگ جی اٹھین کہا تجھکو فرصت ہے بولا

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ

تو جیسا تو نے مجھے بے راہ کیا مین بیٹھونگا ان کی تاک مین تیری سیدھی راہ پر پھر اُنپر آؤنگا آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اور بائین سے اور نہ پاویگا تو اکثر ان مین شکرگزار کہا نکل یہان سے مردود ملعون ہوکر جو کوئی اُنمین تیری راہ چلا

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

مین بھر دونگا دوزخ تم سب سے

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ ہمنے تمکو تمکن کیا زمین مین ۔ یہ خطاب اولاد آدم کو ہو بتقریبًا بعد اور یہ اپنا احسان ظاہر فرمایا اور زمین پر تمکین کرنا خود قدرت و احسان ہو حالانکہ اسمین سکونت و تصرف و زراعت وغیرہ کے واسطے تابو دیا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور کردیے تمہارے نفع کے واسطے زمین مین معایش یعنے ایسے اسباب جس سے تم زندگی بسر کرو **قال المفسر** معایش مین حرف چہارم یا رتحتیہ ہو وقال البیضاوی اور نافع رح سے مروی ہوا کہ انھون نے اسکو ہمزہ کی آواز مین پڑھا اسوجہ سے کہ اسکو تشبیہ دی ایسے الفاظ کے ساتھ جو اس وزن پر یار زائدہ ہین مانند صحائف وغیرہ کے **قال الحافظ** اور جمیع قرا وغیرہ نے بدون آواز ہمزہ کے پڑھا سوائے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج کے کہ اس بزرگ نے اسکو با آواز ہمزہ پڑھا اور صواب وہی جمہور کا قول ہو کیونکہ معایش جمع معیشۃ ہو از عاش یعیش عیشا و معیشۃ پس کسرہ یار پر ثقیل رکھکر عین کی طرف نقل ہوا پھر جب جمع کیا گیا تو حرکت مذکورہ پھر یار کی طرف واپس ہوئی بسبب زوال استثقال کے پس معایش بروزن مفاعل آیا کیونکہ یار مذکور اس کلمہ مین اصلی ہو بخلاف مدائن و صحائف و بصائر وغیرہ کے کیونکہ یار زائدہ ہو لہذا فعائل پر جمع آتی ہو اور اسی وجہ سے مہموز ہو جاتی ہو قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ یعنے اس احسان پر تم بہت کم شکر گزاری کرتے ہو حالانکہ جسپر مزید احسان ہوا اسکو زیادہ مطیع ہونا چاہیے اور شکر منعم یہان تھا کہ جو نعمتین دی ہین انکو منعم کی طاعت مین صرف کرتے قلیل کے معنی کم اور ترجمہ بہت کم اسوجہ سے کہ ما زائدہ بغرض تاکید قلتہ فی السراج اسمین دلیل ہو کہ انسان کبھی شکر کرتا ہو کہ نعمت یاد کرکے بعض اوقات شکر کرتا ہو اور حقیقت شکر کی یہ ہو کہ نعمت یاد کرے اور ظاہر کرے اور برخلاف اس کے کفران ہے وہ نعمت کو فراموش کرنا اور اُس کو چھپانا **وقال المترجم** شاید مراد قلیل شکر سے ان بندون کا شکر ہو جو ایمان لائے ہین اسواسطے کہ شکر عباد تھوڑے ہین اور وہ کافرین سے صحیح نہین ہو ۔ اگر کہا جاوے کہ بعض اخبار سے ثابت ہوا کہ آدمیون کے دل اس بات پر مجبول ہین کہ جو انکی طرف احسان کرے اسکی طرف مائل ہون حالانکہ یہان اسقدر احسان پر میلان نہین تو جواب یہ ہو کہ مجبول ہین مگر ظہور اس جبلت کا ضرور نہین اور نیز کافرون کی جہالت تھی کہ بعض کو غیر کیطرف منسوب جانتے جیسے مشرکون نے روز اُحد مین اپنے غلبہ کو ہبل بت سے تصور کیا اور نیز کفر نری فراموشی ہو جو نعمتون کے فراموش کرنے کو شامل ہوا اور جبلت کا اثر جب ظاہر ہو کہ یاد رکھے فافہم **فی العرائس** قال فی الآیۃ اللہ تعالی عزوجل نے اپنے بندون پر احسان رکھا کہ انکو زمین مین تمکن دیا اسطرح کہ انپر اپنی عبودیت آسان کردے بوجہ ایسی قدرت کے جو انمین بزعم حاصل کرنے کے واسطے اس فعل کو پیدا کرنے کے وقت ظاہر کردے بعد از انکہ انکو عبادت کے واسطے مکلف فرمایا اور زمین مین انکے بدنون کے لیے غذا مخلوق فرمائی اور انکے قلوب کے واسطے غذا سے ذکر دیدی اور عقل کے لیے غذا یہ دی کہ اوتعالے عزوجل کی قدرت و صنعت مین غور و فکر کرین اور روح کے واسطے ہر درخت و سبزی سے ظہور انوار جلال کے دیدار سے غذا مقرر کی یہ سب اسواسطے کہ حضرت پاک منعم قدیم عزوجل کی معرفت حاصل کرین اور جانین کہ ہم اسکے شکر سے عاجز ہین پھر اور زیادہ انپر احسان اسطرح کا کہ انکو خلقت لطیف و خوبصورت مین پیدا کیا بقولہ تعالے وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور البتہ ہمنے تمکو پیدا کیا پھر تم کو صورت والا کردیا پھر ہمنے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو فی تفسیر الحافظ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ فرمایا مردون کی پشت مین مخلوق ہوے اور عورتون کے رحم مین مصور ہوے ۔ واضح ہو کہ یہ معنی خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر لفظ ثم جو ترتیب و تراخی کے واسطے ہو دلالت کرتا ہو کہ پہلے خلقت ہوئی پھر تصویر ہوئی پھر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور جواب ہوسکتا ہو کہ ثم کبھی بمعنی واو بھی ہوتا ہو اور یہی بیان ہو وقال الحافظ اور ابن جریر نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سب مین آدم علیہ السلام ہین اور کہا کہ جمع اسواسطے کہ آدم علیہ السلام

تمام بشر کے باپ ہین اور ایسا خطاب آتا ہی چنانچہ جو بنی اسرائیل کہ زمانہ آنحضرت صلعم مین تھے انکو فرمایا وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی حالانکہ مراد ان لوگون کے دادا ہین جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین تھے **قال المترجم** اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا چنانچہ کہا ای خلقنا اباکم آدم ثم صورناہ وانتم فی ظہرہ یعنی ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو پھر اسکی تصویر بنائی درحالیکہ تم انکی پشت مین تھے **وقال البیضاوی** یعنے ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو گیلی مٹی بدون تصویر کے پھر اسکی تصویر کردی اسمین آدم کی خلقت و تصویر کو بمنزلہ کل کے خلق و تصویر کے قرار دیا ہی یا یہ معنی کہ ہمنے ابتدا کی تمھارے خلق کی پھر تصویر کی بایںطور کہ آدم کو پیدا کر کے مصور کیا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ہمنے تمکو پیدا کیا آدم کی پشت سے پھر ہمنے تمھاری تصویر بنائی جبکہ تمسے عہد و میثاق لیا اسی قول کو نحاسؒ نے مستحسن جانا۔ ولیکن دفع اشکال مین فی الجملہ تاویل کی ضرورت ہوگی پس مختار وہی ہی جو مفسرؒ نے اختیار کیا اور مراد سجدۂ ملائکہ سے یہ کہ سجدۂ تحیت یعنے انکسار اور پشت خم کر کے ادا کرین اور پیشانی زمین پر رکھکر عبادت کا سجدہ مراد نہین اور اب ہماری شریعت مین سجدۃ التحیۃ بھی حرام ہی بالجملہ بعد خلق و تصویر کے ملائکہ کو سجدۂ تحیت کا حکم کیا فَسَجَدُوٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ یعنے ملائکہ مامورین نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے کہ وہ ساجدین مین نہ تھا اور یہ ابلیس جنون کا باپ ہی جو ملائکہ کے درمیان تھا اسوجہ سے استثنا کیا گیا ورنہ وہ ملائکہ کی جنس سے نہین ہی قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے وعلی ہذا لا زائدہ ہی۔ اور بعض نے کہا کہ تاکید جحد کے واسطے آیا اور **ابن جریرؒ** نے دونون کو رد کر دیا اور خود یہ اختیار کیا کہ منعک متضمن معنی فعل دیگر ہی کیونکہ جو کسی چیز سے ممنوع ہو وہ اسکے خلاف مین مضطر ہوتا ہی پس گویا کہا کہ ما اضطرک ان لا تسجد کس چیز نے تجھے محتاج و مضطر کیا کہ تو سجدہ نہ کرے اِذْ اَمَرْتُكَ جسدم مین نے تجھکو حکم کیا پس ملائکہ کو حکم دینا اسکو بھی شامل تھا **قال البیضاوی** اسمین دلیل ہی کہ مطلق امر واسطے وجوب کے اور فی الفور بجالانے کیلیے ہوتا ہی اور رد کیا گیا کہ یہان امتنان خلقت کے قرینہ سے فی الفور و وجوب ثابت ہوا وفیہ تامل وتمام البحث فی الاصول قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ یعنے ابلیس نے جواب دیا کہ مین اس سے بہتر ہون پھر اپنے قول کی قیاسی دلیل لایا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا عن عائشۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوئے اور ابلیس شعلہ زن آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام جس سے پیدا ہوا وہ قرآن مین تمکو بتلا یا گیا۔ رواہ مسلم اگر کہا جاوے کہ انا خیر الخ جواب ہی حالانکہ یون جواب دینا کہ مجھے فلان چیز نے روکا جواب دیا جاوے کہ اسنے من حیث المعنی جواب دیا کہ میرا اس سے بہتر ہونا مانع ہوا پس اسنے استبعاد کیا کہ فاضل مامور ہو مفضول کے سجدہ کیلیے **قال البیضاوی** اسی نے تکبر و غرور کی راہ نکالی اور نیز وہی پہلے پہل اسکا قائل ہوا کہ کسی چیز کا بھلا ہونا و برا ہونا عقل سے ثابت ہوتا ہی یعنے خلاف حکم مشروع کے آگ کو نورانی جوہر و افضل از خاک سمجھا **وقال البعض** حالانکہ اس خبیث نے غلطی کی کیونکہ بہت سی باتون مین مٹی بہتر ہی چنانچہ رزانت و سکون و دیر تک باقی رہنے اور اسمین انابۃ و صبر و حلم و حیا و تثبت ہونے مین مٹی افضل ہی کیونکہ آگ خفیف مضطرب جلد نابود ہونے والی طیش والی گردن اٹھانے والی حدت والی ہی علاوہ برین جنت مین مٹی موجود آگ ندارد اور وہ مسجد و طہور ہی مٹی سامان عمارت ہی اور آگ مظنہ افنا و خیانت اسی مٹی مین امانت ادا ہین سے موثر ہوتا ہی اور وہ آگ کو بھی بجھا دیتی ہی پس ان فضائل سے غافل ہو کر اس خبیث نے باطل قیاس کیا **قال الحافظ** یہ جواب قیاسی اسکا بدتر از گناہ ہی کہ اسنے اعتراض کیا اور منشا اسکا ظاہری ہی شیطانی قیاس ہی عن حسن البصریؒ کہا کہ قولہ خلقتنی من نار الخ ابلیس نے قیاس کیا

اور یہ پہلا شخص ہے جسنے قیاس کیا۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح وعن ابن سیرینؒ اول جسنے قیاس کیا وہ ابلیس ہے اور انھین قیاسون ہی سے چاند و
سورج کی پوجا ہونے لگی۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح ایضاً **قال النسفی فی المدارک** ابلیس کا قیاس کرنا امر منصوص سے عناد اور
خارج از صواب تھا کیونکہ نص موجود ہوتے ہوئے قیاس کرنا مردود ہے **قال البیضاوی** شیطان خبیث نے قیاس مین غلط پر غلط کیا
کہ بالکل فضیلت کو عنصر پر مقصور کیا اور اس فضیلت سے غافل رہا جو باعتبار فاعل کے ہوتی ہے چنانچہ سورۂ ص مین قولہ تعالیٰ ما منعک ان تسجد
لما خلقت بیدی مین اشارہ ہے یعنے ایسی مکرم چیز جسکو مین نے بلا واسطہ پیدا کیا اور نیز جو باعتبار صورت کے ہوتی ہے جیساکہ قولہ ونفخت فیہ من روحی
فقعوا لہ ساجدین۔ واقع سورۂ حجر مین اشارہ ہے اور نیز جو باعتبار غایت کے ہوتی ہے اور یہی ملاک الامر ہے اور وہ معرفت اسماء وصفات ہے
اسی واسطے ملائکہ کو حکم سجود دیا جبکہ اپنر ظاہر کردیا کہ آدم انسے زیادہ عالم ہے اور اسمین ایسے خواص ہین جو ان مین نہین ہین تم قال البیضاوی اس آیت
مین دلیل ہے کہ کون و فساد واقع ہے یعنے کوئی چیز پیدا ہوجانا اور کوئی بگڑنا و مٹ جانا۔ اور نیز دلیل ہے کہ شیاطین اجسام مخلوق موجود ہوئے
اور شاید کہ انسان کی خلقت کی نسبت مٹی کی طرف اور شیطان کی نسبت آگ کی طرف باعتبار جزء غالب کے ہے **قال المترجم** صحیح یہ ہے
کہ شیطان صرف آگ سے مخلوق ہین قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ ضمیر راجع ہے جنت کی طرف یعنی حکم دیا کہ تو جنت سے نیچے گرجا
اور بعض نے کہا کہ سموات کی طرف راجع ہے اور بعض نے کہا کہ ملکوت علی کی طرف جہان وہ موجود تھا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا
یعنے نہین سزاوار ہوسکتا کہ تو یہان غرور و تکبر کرے اگر کہا جاوے کہ فا دلالت کرتی ہے کہ ابدجواب کے تکبر پر ملامت کی حالانکہ اللہ تعالے کو
علم تھا تو جواب آنکہ اس سے یہ تکبر و بیجا قیاس اور اسکا خود اقرار و تکبر کی مذمت ظاہر فرمانے کو اس سے سوال کیا اگر کہا جاوے کہ فیہا
مین قید ہے کہ یہان تخصیص تکبر نہین روا ہے حالانکہ کہین جائز نہین۔ جواب آنکہ علم الٰہی مین اسکا تکبر دنیا مین ثابت تھا اور نیز یہ قید نہین ہے۔ **قال
البیضاوی** اسمین تنبیہ ہے کہ تکبر کرنا جنتی بندون کی شان نہین۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ اللہ تعالے نے محض نافرمانی پر ابلیس کو نہین راندا بلکہ
نافرمانی بھی اور تکبر بھی تھا **قال المترجم** حدیث صحیح مین جنتی و دوزخی لوگون کی پہچان آئی ہے چنانچہ اہل جنت کو فرمایا کہ ہر ضعیف متضعف
کہ اگر اللہ تعالے پر قسم کھا لے تو اللہ تعالے اسکی قسم پوری کردے اور دوزخیون کی پہچان فرمائی کہ کل عتل جواظ مستکبر۔ ہر نافرمان سرکش
بدزبان تکبر و غرور کرنے والا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ والنسخ ہو کہ قصہ ابلیس مین سورۂ حجر و سورۂ ص وغیرہ مین کلام متنوع و متفنن اور ہر مقام
کے مناسب اسکا جرم بیان ہے اور اس سے دلالت ہے کہ ابلیس خبیث نے ایک مین تین جرم درج کیے مخالفت حکم صریح کی اور
جماعت ملائکہ سے کھوٹ جانے کی اور غرور و تکبر مع تحقیر حضرت آدمؑ کی اور ان چیزون کی شاخین بہت ہین اور بیشمار خرابیان انھین
باتون سے پیدا ہین اور خود ابلیس نے سر تسلیم جھکانے کی جگہ نافرمانی و غرور کے ساتھ اعتراض ملا ہوا جواب دیا اور ادب ترک کیا
اور حکمت الٰہی جاری تھی ورنہ وہ کیا چیز تھا اور عنقریب عرائس مین بیان آویگا بالجملہ اسکو جنت سے راندہ اور نکال دیا اور مؤکد فرمایا
فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ یعنی جنت سے نکل تو ذلیلون مین سے ہے جنکو اللہ تعالے نے خوار و مردود کیا ہے۔ فی الحدیث جسنے
اللہ تعالے کے واسطے تواضع کی اللہ تعالے اسکو بلند کرتا ہے اور جسنے تکبر کیا اللہ تعالے اسکو گراتا ہے۔ رواہ البیہقی وغیرہ
قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ یعنے شیطان نے عرض کی کہ اے رب مجھے تاخیر دے اسدن تک کہ لوگ اٹھائے جاوینگے
یعنے قیامت تک مجھے موت و عذاب سے مہلت دے قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ فرمایا کہ تو مہلت دیا ہوا ہے اور سورۂ
حجر مین ہے کہ الی یوم الوقت المعلوم۔ یعنے وقت بعث تک نہین بلکہ نفخہ اولی تک یعنی اول صور پھونکے جانے تک کہ جو

تمام خلائق مرجاوینگی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ دشمن تھا آدم و اولاد آدم کا اسکو مہلت ملی تا کہ گمراہ کرے جواب دیا گیا کہ اسکی درخواست پوری
کرنے میں تنبیہ ہے کہ بعد نافرمانی کے اوتعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہو کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور شیطان نے خود شیطانی درخواست کی
اور اسکی درخواست منظور ہوئی اور خود اسمین حکمت ہے کہ بندونکو امتحان میں لیا جاوے کہ کون شیطان کی پیروی کرتا ہے اور کون واتعالیٰ
عز وجل کی فرمانبرداری کرتا ہے اور جو جیسا کرے اپنی ذات کے واسطے کرے قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي زمخشری نے جملہ مستانفہ و باء سببیہ
قرار دی اور شاید یہ مذہب اعتزال سے موافق اختراعہ ہے کہ اضلال ازجانب باری تعالیٰ نہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ باء قسمیہ ہے کیونکہ اغواء و
اضلال بخلق باری تعالیٰ ہے یعنی قسم تیرے اغوا کرنے کی مجھکو لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ البتہ مین تیری راہ مستقیم پر گا انکو
یعنے آدم کی اولاد کو اُس راہ چلنے نہ دونگا جس سے تجھ تک واصل ہوں ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ یعنے ہر راہ سے انکو بہکا ؤنگا اور راہ مستقیم پر چلنے نہ دونگا اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ جہت فوق کیسے نہیں کہ سکتا
تا کہ بندہ اور رحمت الٰہی کے درمیان حائل نہو۔ ایسا ہی مجاہد وغیرہ سے مروی ہے اول دونون مین حرف مِن اسوجہ سے کہ ہر دو جہت
کا آنے والا مانند متوجہ کے ہوتا ہے اور اخیر دونون مین حرف عَن اسلیئے کہ آنیوالا مانند منحرف کے ہوتا ہے اور نظیر اسکی قولہم قعدت
عن یمینہ اور شیطان کے وسوسہ کو اسکے آنے سے تشبیہ دی اور آنحضرت صلعم کا نماز مین شیطان کو پکڑنا دلیل ہے کہ وہ درحقیقت آتا ہے
اگرچہ بعض کو نظر نہ آوے بالجملہ دونون احتمال ممکن ہین کسی مین کچھ استبعاد نہین ہے اور حقیقی معنی پر محمول کرنا اصوب ہے واللہ اعلم اور
ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ مِن بین ایدیہم یعنی دنیا کی طرف سے اور مِن خلفہم یعنے آخرت کی طرف سے اور عن ایمانہم یعنی نیکیون
کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے بُرائیون کی طرف سے اور ایک روایت مین ابن عباس رضؓ سے ہے کہ سامنے سے یہ کہ امر آخرت مین
انکو شک دلاؤنگا اور پیچھے سے یہ کہ دنیا مین انکو رغبت دلاؤنگا اور دائین سے یہ کہ انکے امر دین کو ان پر مشتبہ کرونگا اور بائین سے یہ کہ گناہون
کی انکو لذت دلاؤنگا۔ مانند اسکے قتادہ رحؒ سے بھی مروی ہے اور ابن جریر رحؒ نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سے سب بھلائی کی راہین و برائی کی راہین
ہین پس بھلائی کی راہون سے روکیگا اور برائی کی راہون مین زینت و خوبی دکھلاویگا عن شقیق البلخی رحؒ کوئی دن نہین گزرتا مگر آنکہ شیطان میرے
لیئے چار راہین روکنے بیٹھتا ہے ایک تو میرے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو خوف مت کر کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم تو مین یہ آیت پڑھتا ہون
و انی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحا الآیہ۔ دوسرے میرے پیچھے آتا ہے اور خوف دلاتا ہے کہ تیری اولاد تیرے پیچھے فقر و فاقہ سے
ہلاک ہوگی کچھ کمائی کر لے تو مین پڑھ دیتا ہون وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ اور تیسرے میرے دائین سے ثنا و صفت
کرتا آتا ہے تو مین پڑھتا ہون۔ والعاقبۃ للمتقین۔ اور چہارم میرے بائین سے شہوتون کی راہ لاتا ہے تو مین پڑھتا ہون وحیل بینہم و بین ما یشتہون
کذا فی السراج اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے مناسب امور مختلف ہین جنسے فریب دیتا ہے اور حاصل آنکہ اسنے کہا کہ اولاد آدم
کو ہر راہ سے بہکاؤن و گمراہ کرونگا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ اور تو اولاد آدم مین سے بہتون کو شکر گزار نہ پاویگا یعنے ایمان
لانے والا نہ پاویگا اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اپنی توحید کرنے والا نہ پاویگا۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس خبیث نے یہ کہان سے جانا
تو ابن کثیر رحؒ نے لکھا کہ اسنے یہ بات فقط گمان و وہم اور انانیت سے عرض کی ہوئی تھی اور اتفاق سے وہ موافق واقع پڑی
چنانچہ اوتعالیٰ نے فرمایا ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یومن بالآخرۃ
ممن ہو منہا فی شک وربک علی کل شیٔ حفیظ۔ اور اسی واسطے حدیث مین شیطان کی ہر طرح و ہر جہت کے تسلط سے پناہ مانگنا وارد ہے

چنانچہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم کی یہ دعا روایت کی اللھم انی اسالک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیائی واہلی ومالی اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک اللھم ان اغتال من تحتی - رواہ البزار باسناد حسن وقد رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فرمایا کہ نکل اے شیطان جنت سے مَذْءُومًا بہمزہ یعنے عیب کیا گیا یا ذلیل کیا گیا مَّدْحُورًا ملعون کیا گیا اور رحمت سے دور کیا گیا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ بفتح لام جو اسمین ابتدائیہ ہے یا موطئۃ القسم ہے اور منہم کی ضمیر راجع بجانب اولاد آدم ہے پس اگر لام موطئۃ القسم ہے یعنے قسم محذوف کے جواب کو مقرر کرتی ہے اور ایذان کرتی ہے کہ جو جواب اسکے بعد ہے وہ قسم ماقبل پر مبنی ہے شرط پر مبنی نہین ہے تو جواب اسکا قولہ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ پس منکم سے مراد شیطان مع ذریت اسکی اور اولاد آدم جو اسکی پیروی کرین پس اسمین حاضر کی غائب پر تغلیب ہے یعنی شیطان حاضر تھا اور اسکے پیرو لوگ حاضر نہ تھے غائب تھے لیکن منکم بلفظ خطاب فرمایا ولیکن اسمین منکم ہو کو تامل ہے اسواسطے کہ حضور وغیبت حضرت باری تعالی مین یکسان ہے اور اگر یون کہا جاوے کہ مخلوق عدم سے وجود مین خارج کیے ہوا سے اور غیر خارج دونون کو خطاب ہے تو صحیح ہے ولیکن باب تغلیب قوت ہے فافہم - اور اس جملہ مین معنی جزاء من شرطیہ ہین امی من اتبعک اعذبہ یعنی حاصل معنی یہ ہین کہ جسنے تیری اتباع کی مین اسکو جہنم مین عذاب کرونگا کذا فی العرائس قولہ ولقد خلقناکم ثم صورناکم یعنی تمہارے اشباح کو آدم مین مجموع پیدا کیا پھر حوا مین تمہاری تصویر بنائی - نیز تمکو شکل مین پیدا کیا اور ارواح کی تصویر بنائی - نیز افعال سے پیدا کیا اور صفات سے مصور کیا - نیز امر سے پیدا کیا پھر ظہور تجلی صفات سے مصور کیا پس وقوع امر خلقت واقع ہوئی اور تجلی صفات سے ترتیب صورت ہوئی پس وجود صورت کا نعت صفات ہے اور ہیکل بھی کا نعت افعال ہے اور ارواح کا تجلی ذات ہے پس سب کے سب عدم سے بصفت قدم صادر ہوے کیا تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے سر متشابہات کا اسمین کیا اشارہ فرمایا بقولہ خلق اللہ آدم علی صورتہ پس اشباح کیواسطے تو راہ عبودیت قرار دی اور ارواح کیواسطے طریق عرفان ربوبیت قرار دیا اور عقول کیواسطے طریق ملکوت رکھا اور قلوب کے واسطے طریق جبروت کہا اور اسرار باطنہ کیواسطے طریق قدم وبقا رکھا بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہیکل یعنے اجسام کو پیدا کیا اور انکو متعدد اخلاق ومختلف صورتون پر ظاہر کیا اور ہر ایک کے واسطے ایک معیشت قرار دی پس قلوب کا عیش تو شہود مین ہے اور نفوس کا وجود مین اور عیش بندہ کا اسکا معبود ہے جو اس کا عیش اُسکا اخلاص ہے اور آخرت کا عیش اُسکا علم ہے اور دنیا کا عیش یہ کہ جاہل ہوا اور دنیا کے مال ومتاع سے مالا مال اور اُسپر مغرور ہو پھر حبیب سب کو آدمؑ مین بصورت آدمؑ مصور کیا اور آدمؑ کو صفات کی صورت پر جو منزہ از مشابہت حدثین ہین مصور کیا مگر از راہ علم نہ از راہ النفس اور از راہ عشق نہ از راہ شباہت ورنہ اور از راہ توحید وجمع وتفرقہ نہ از راہ تشابیہ وتعطیل تب اسکو نور صفات ونعت افعال سے مزین کیا اور انوار ذات کا لباس پہنایا اور پھر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا بقولہ ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم اسواسطے کہ آدمؑ اس صورت مین قبلہ تجلی صفات وذات ہوا - اور وہ مصور بصورت ملک در مقام ملکوت ہوا اور قلب اسکا موضع استوار انوار ذات ہوا اور صورت اسکی موضع استوار انوار صفات ہوئی اور ہیکل جسمانی اسکا موضع استوا انوار افعال ہوا اور روح اسکی موضع استوا انوار محبت ہوئی اور سر باطن اسکا موضع استوار انوار علم ومعرفت ہوا پس آدم کو سجدہ کرو کہ وہ تمہارے واسطے عبودیت مین واسطہ ہے اور معرفت ربوبیت اس واسطہ عبودیت سے حاصل ہے کیونکہ میری عبادت مین تمام جہان لائق نہین ہے اور جو کچھ جہان مین جاندار و بے جان ہین سب کی عبودیت سے حضرت پاک تعالے وتقدس مستغنی ہے لیکن عشاق ملائکہ کو مقام محبت وعشق مین داخل فرمایا پس آئینہ چہرۂ آدمؑ سے انکو نور جمال کی تجلی دکھلائی تاکہ لذت محبت وعشق مین انکے دل

ازخود رفتہ ہوں۔ اور اگر ابتدا مین بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور انوار الوہیت مین فنا ہو جاتے
پھر ابلیس نے سجدہ نہین کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح
جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہوگیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود
صفات وانوار ذات کی اسمین لیاقت نہ تھی۔ ابو حفص رح نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کردیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادت سے پاک بے پرواہ ہے
وہ غنی وحمید ہے اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی مین استغنار نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ
کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت مین ایک
ذرہ برابر بھی زیادتی نہین ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت مین عزیز ہے قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہے
جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرما دیگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدمؑ کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے
کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان مین غیر کا وجود نہین ہے حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے
موافق جاری ہوا ہے وہی روکتا ہے ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہین جو میری متابعت وحکم سے منھ موڑین حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت
ومشیت حاصل نہین اور سب کے سب میرے قبضۂ قہر مین عاجز ہین لیکن جسکے حق مین شقاوت وبدبختی جاری ہوچکی وہ مراد پر سبقت نہین پاتا
اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے واسطیؒ نے کہا کہ جو متصعب ہو نسک کا دنیا وآخرت مین
اور جہل اسکا وطن ہے اور اعتراض اسکا عرض ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف دوری اسکا سبب ہے تو وہ اس سے قرب نہین پاوے گا
کیونکہ عبادات مقطوع از رعایات ہین اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہے اور زیادہ دلیر کوئی نہین بہ نسبت اُس شخص کے
جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر جب اوتعالےٰ نے قہر سلطنت سے غار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب
کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اُسنے جواب دیا
کما قال تعالےٰ قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہرگاہ اُس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ
بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہین کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے
جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اُسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اُسنے نظر
معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اُسکے غضب سے ہے اور مٹی اُسکی رحمت سے ہے
اور رحمت کو غضب پر سبقت ہے۔ ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ
دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت مین پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا
نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم مین عدم ہوگیا اگر ابلیس کو چہرہ آدمؑ نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا
اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہین ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح
مقابلہ مین قیاس نہ کرتا کیونکہ نص ہر حیثیت سے قیاس پر غالب ہے بعض نے نکالا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب
لعنت ہے۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اُسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم۔ قسم ہے یعنی قسم ہے
تیرے ارادۂ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے مین اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کردیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ میں تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسرار مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت
نہین ہے۔ قولہ لاقعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہے یعنے انکے لیے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہے پس
حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے انکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار وذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان ویقین
غبار شک واضطراب سے خالی وخالص ہوجائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے
ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے **قال المترجم** یعنے اس وسوسہ کو
نہایت برا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو برا جانکر رد کردیا تو بڑا اشرف وثواب ہے
اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہے جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن عیسیٰؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی
سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالی کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ
فنا ودسخت عذاب مین ڈالا جاتا **قال المترجم** یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہے ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ
اسمین مضمر ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے یہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہے پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا
ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس وہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات وآرزو کی طرف سے
وعن ایمانہم یعنے دعوی خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلا ومصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز
اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول از راہ قلب
دوم از راہ عقل۔ سوم از راہ روح وچہارم از راہ صورت ونفس نیز اول از راہ اسلام ودوم از راہ ایمان وسوم از راہ عرفان
وچہارم از راہ ایقان واضح ہو کہ فوق وتحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہے یعنے حالت بندگی مین سجدہ کرکے فنا ہوجاوے
اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہے اور وہ حفاظت ورعایت حق کا محل ہے پس یہان اوتعالی کی رعایت
ہے وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گذر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف ومشاہدہ ہے اور وہین تجلی وظہور انوار
قدم ہوتا ہے اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہوجاوین شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان
آتا ہے بندۂ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہے وکرامتون کا وسوسہ دلاتا ہے اور پس پشت سے بدعتین وگمراہیان لاتا ہے
اور داہنے سے طاعات لاتا ہے اور بائین سے شرک دکھلاتا ہے پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہے تو وہ شیطان کے
احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہے اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہے پھر اللہ تعالی جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کر ڈالتے ہین اور
جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہے وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالی واسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہے پس شیطان کے
وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہوجاتے ہین۔ قولہ ولاتجد اکثرہم شاکرین اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجالا کر ہلاک ہو
اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت نے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین کہ
ہے کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہے اور جہت زیرین موضع ساجدین ہے اور ان
دونون مقامون مین شیطان کو کوئی ٹھکانا در راستہ نہین ملتا ہے پھر سادس شیطان اور اسکے مکر وفریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت
آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

از خود رفتہ ہون۔ اور اگر ابتدا مین بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور نور الوہیت مین فنا ہو جاتے
پھر ابلیس نے سجدہ نہین کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح
جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہوگیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود
صفات وانوار ذات کی اسمین لیاقت نہ تھی۔ ابوحفص رح نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کردیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادت سے پاک بے پرواہ ہو
وہ غنی وحمید ہو اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی مین استغنا نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ
کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدم ع کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت مین ایک
ذرہ برابر بھی زیادتی نہین ہوتی ہو کیونکہ وہ اپنی بادشاہت مین عزیز ہو قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہو
جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرماویگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدم ع کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے
کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان مین غیر کا وجود نہین ہو حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے
موافق جاری ہوا ہو وہی روکتا ہو ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہین جو میری متابعت وحکم سے منھ موڑین حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت
ومشیت حاصل نہین اور سب کے سب میرے قبضۂ قہر مین عاجز ہین لیکن جسکے حق مین شقاوت وبدبختی جاری ہو چکی وہ مراد پر سبقت نہین پاتا
اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے واسطی رح نے کہا کہ جو متعصب ہو اور نسک کا دنیا وآخرت مین
اور جہل اسکا وطن ہو اور اعتراض اسکا عرض ہو اور اللہ تعالے کی طرف دوری اسکا سبب ہو تو وہ اس سے قرب نہین پاوے گا
کیونکہ عبادات مقلوع از رعایات ہین اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہو اور زیادہ دلیر کوئی نہین بہ نسبت اس شخص کے
جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر حبیب اللہ تعالے نے قہر سلطنت سے غار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب
کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا
کما قال تعالے قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہرگاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ
بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہین کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے
جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اسنے نظر
معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اسکے غضب سے ہو اور مٹی اسکی رحمت سے ہو
اور رحمت کو غضب پر سبقت ہو ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ
دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت مین پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا
نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم مین عدم ہوگیا اگر ابلیس کو چہرۂ آدم ع نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا
اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہین ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح
مقابلہ مین قیاس نہ کرتا کیونکہ نص پر ہر حیثیت سے قیاس پر غالب ہو بعض نے کہا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب
لعنت ہو۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم قسم ہو یعنی قسم ہو
تیرے ارادہ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے مین اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کردیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسرا مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت
نہین ہی۔ قولہ لا قعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہی یعنے اسنے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہی پس
حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے انکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار وذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان ویقین
غبار شک واضطراب سے خالی وخالص ہوجائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسے پاتے
ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہی تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہی **قال المترجم** یعنے اس وسوسہ کو
نہایت برا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو برا جانکر رد کردیا تو بڑا شرف وثواب ہی
اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہی جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن عیسیؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی
سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالیٰ کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ
فنا روسخت عذاب مین ڈالا جاتا **قال المترجم** یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہی ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ
اسمین مضمر ہی اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہی وہ واقع ہوتا ہی یہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہی پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا
ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس وہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات وآرزو کی طرف سے
وعن ایمانہم یعنے دعویٰ خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلا ومصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز
اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول از راہ قلب
دوم از راہ عقل۔ سوم از راہ روح وچہارم از راہ صورت ونفس نیز اول از راہ اسلام ودوم از راہ ایمان وسوم از راہ عرفان
وچہارم از راہ ایقان واضح ہو کہ فوق وتحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا رہی یعنے حالت بندگی مین سجدہ کرکے فنا رہو جاوے
اسی واسطے سجودہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہی اور وہ حفاظت ورعایت حق کا محل ہی پس یہان اوتعالیٰ کی رعایت
ہی وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گزر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف ومشاہدہ ہی اور وہین تجلی وظہور انوار
قدم ہوتا ہی اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہوجاوین شیخ ابوعثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان
آتا ہی بندۂ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہی وکرامتون کا وسوسہ دلاتا ہی وپس پشت سے بدعتین وگمراہیان لاتا ہی
اور دائین سے طاعات لاتا ہی اور بائین سے شرک دکھلاتا ہی پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہی تو وہ شیطان کے
احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہی اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہی پھر اللہ تعالیٰ جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کرڈالتے ہین اور
جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہی وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہی پس شیطان کے
وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہوجاتے ہین۔ قولہ ولا تجد اکثرہم شاکرین اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجالاکر ہلاک ہوے
اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت سے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین ذکر کی
ہی کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہی اور جہت زیرین موضع ساجدین ہی اور ان
دونون مقامون مین شیطان کو کوئی کھٹکا نا وراستہ نہین ملتا ہی پھر وساوس شیطان اور اسکے مکر وفریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت
آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہے پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو گے

الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ

گنہگار پھر بہکایا انکو شیطان نے تاکھولے اُنپر جو ڈھنکے تھے اُن میں سے انکے عیب اور وہ بولا

مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ

تمکو جو منع کیا ہے رب تمھارے نے اس درخت سے مگر یہ کہ کبھی ہو جاؤ فرشتے یا ہو ہمیشہ جینے والے اور انکے پاس قسم کھائی

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

کہ میں تمھارا دوست ہوں پھر ڈھلایا انکو فریب سے پھر جب چکھا دونوں نے درخت کھل گئے اُنپر عیب اُنکے اور لگے

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

جوڑنے اپنے اوپر پات بہشت کے اور پکارا اُنکو اُنکے رب نے میں نے منع نہ کیا تھا تمکو اس درخت سے اور کہا تھا تمکو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

کہ شیطان تمھارا دشمن صاف ہے بولے اے رب ہمارے ہمنے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور پھر رحم نکرے تو ہم ہو نگے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

نامراد کہا تم اترو ایک دوسرے کے دشمن ہوئے اور تمکو زمین پر ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

کہا اُسمیں تم جیوگے اور اُسمیں تم مرو گے اور اُسی سے نکالے جاؤ گے

ع ۵

وَيٰٓاٰدَمُ اے وقال یا آدم۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم اُسْكُنْ اَنْتَ ساکن ہو تو ضمیر فصل سے تاکید اسواسطے کہ اسپر عطف کیا جاوے سے قولہ وَزَوْجُكَ حوا اور تیری زوج یعنی حوا بالف ممدودہ جو کہ حضرت آدم کے ضلع الیسر سے مخلوق کیگئیں تھیں الْجَنَّةَ جنت میں یعنی ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد آدم کو خطاب فرمایا کہ تو مع اپنی جورو کے جنت کو اپنا مسکن بنا۔ [بائیں پسلی ۱۲] اسمیں اختلاف ہے کہ حوا قبل دخول جنت کے پیدا ہوئیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ بعد دخول جنت کے پس خطاب باین معنی کہ اسکا موجود ہونا علم الٰہی میں ثابت تھا فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ دونوں جہان سے تمھارا جی چاہے یعنی جو قسم چاہو اور جہان سے چاہو کھاؤ سورہ بقرہ میں وکلا بواو فرمایا اور یہاں بفا جو مفید معنی واو یعنی مطلق جمع کو اور مزید معنی تعقیب کو ہے پس فخر رازی نے کہا کہ فا کے معنی خاص ہوئے واو کے عام ہوے لہذا کچھ منافات نہیں ہے۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور مت پاس پھٹکو اس درخت کے وہ گیہوں کا درخت تھا اور مراد یہ کہ اسکا پھل کھانے کے پاس نہ جا فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کہ ظالموں میں سے ہو جاؤ یعنے اسکے پھل کو کھاؤ گے تو ظالم ہو جاؤ گے یعنے اللہ تعالےٰ کے حکم سے تجاوز کرنیوالے ہو جاؤ گے یا اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے فتکونا جائز کہ عطف لاتقربا پر ہو اور جائز کہ جواب نہی ہو فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پھر وسوسہ دلایا دونوں کو ابلیس نے وَسوسہ بالفتح اسم ہے مانند زلزلہ کے اور بالکسر مصدر ہے اور آواز خفی اور نفس کی

باتین چنانچہ بولتے ہین کہ وَسۡوَسَتۡ نَفۡسُہٗ اسنے جی ہی جی مین باتین کین اور اکثر استعمال ایسی نفسانی باتون کا جو بُری و بے بنیاد ہون چنانچہ
باطل بات کو کہتے ہین کہ یہ اُسکے وسوسہ مین سے ہی اور واضح ہو کہ اسمین لوگون نے کلام کیا کہ ابلیس جنت سے خارج تھا اسنے کیونکر وسوسہ
دلایا حالانکہ یہ جہالت ہی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زمین سے آسمان تک وسوسہ دلا سکتا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے اسمین یہ قابو دیدیا ہی اور
بعضے لوگ جو خرافات لکھتے ہین کہ سانپ کے پیٹ مین گھسکر گیا اور مانند اسکے تو شیخ ابن کثیرؒ نے رد کر دیا کہ روایت کوئی صحیح نہین ہی شاید
بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کی روایات ہین واللہ اعلم بالجملہ شیطان نے دونون کو وسوسہ دلایا بدین غرض کہ لِيُبۡدِيَ لَهُمَا تاکہ کھول دے
ان دونون کے واسطے مَا وٗرِيَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا وہ چیز جو در پردہ کی گئی تھی دونون سے اور وہ دونون کے سوآۃ تھے اور یہ
غرض انکی نافرمانی پر زیادتی ہی اور بعض نے کہا کہ لام لیبدی برائے عاقبت ہی یعنے انجام یہ ہو جاوے کہ دونون کے سواۃ کھل جاوین اور
بعض نے کہا لام کئی ہی اور لکیے یقع الابداء بعدہ یعنی پیچھے اسکے یہ ابدار واقع ہو وری ماضی مجہول از مواراۃ ہی اور معنی اسکے ستر و پوشیدگی
از طرفین ہی یعنے تاکہ کھل جاوے انکی سوآۃ جو دونون سے باہم ایک دوسرے سے پوشیدہ تھی اور سوآۃ وہ چیز کہ سوء یعنے
عیب و ملال دیوے اور جسم پوشیدہ کو اسی سے سوآۃ کہتے ہین کہ اُسکا کھلنا ملال دیتا ہی اور آدم و حوا اس اپنے جسم کو نہین دیکھتے
تھے اور نہ ایک دوسرے کا جسم دیکھتا پس شیطان نے اس کشف سے انکو ملال دینا چاہا اس حیلہ سے کہ لباس نور سے انکا
جسم مستور ننگا کرکے رنج و ملال دے اور جو بعض نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کشف عورت حرام و منکر ہی اور وہ عقلی مستقبح چلا آتا ہی
تو اس قول مین یہ صحیح ہی کہ کشف عورت بُرا ہی لیکن حرمت ثابت نہین ہوتی اور قبح عقلی کا اثبات غلط ہی بلکہ وہ بمقتضائے حیا ہی اور حیا
شعبہ ایمان ہی پس عقل سے اسکی قباحت ثابت کرکے انھون نے ملال نہین کیا بلکہ ایمان کامل کے مقتضا سے بوجہ حیا اسکے خود غمناک
ہوکے کما سیاتی پس شیطان نے آدم و حوا کو خلاف کرنے اور کشف عورت سے انکو رنج پہونچانے اور آیندہ ذریات مین مفاسد پیدا
ہونے کے لیے جو مشیت الٰہی مین جاری ہو چکے تھے انکو وسوسہ دلایا جسکا بیان یہ ہی کہ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ
یعنے کہا ابلیس نے دونون سے کہ نہین منع کیا تمکو تمھارے رب نے اس درخت سے یعنے اسکا پھل کھانے سے اِلَّا کراہتہ
اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ مگر بغرض کراہت اس بات کے کہ تم دونون ملک ہو جاؤ اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ ہمیشہ رہنے والون مین سے ہو جاؤ
یعنے جنت مین یا زندگی مین ہمیشہ باقی رہو حاصل آنکہ اس درخت کے پھل کھانے کا یہ اثر ہی کہ وہ ملک ہو جاتا یعنے فرشتہ اور بکسر لام کی
قراءۃ پر معنی بادشاہ ہو جاتا ہی اور ہمیشہ باقی رہتا ہی جیساکہ دوسری آیت مین مصرح ہی کہ قال ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی
یعنے آدم سے بولا کہ بھلا مین تمکو راہ بتادون شجرۃ الخلد کی جسکے کھانے سے ہمیشگی ہوتی ہی اور ایسے ملک کی کہ کبھی اُسکو فنا نہین ہی
واضح ہو کہ اس مقام سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ملائکہ افضل ہین تبھی تو اسنے ملک ہو جانے کی ہوس دلائی بلکہ باین معنی کہ تمکو فرشتون کی طرح
طعام کی خواہش نہو اور تمھارے عمر مانند فرشتون کے دراز ہو کیونکہ ماہیت نہ بدلنا تو ظاہر ہی اور بنیر بیان تو ابلیس کے قول کی حکایت
ہی حتی کہ اسنے یہی اُلٹا فریب دیا کہ اللہ تعالے نے اس وجہ سے تمکو منع کر دیا ہی کہ اُسنے تمھارا ملک ہونا اور دائمی قائم رہنا بُرا جانا
وَقَاسَمَهُمَا مقاسمہ باہم قسم کھانا اور یہان فقط ایک طرف سے ہی یعنے ابلیس نے دونون سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ۔
اِنِّيۡ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ یعنے مین تم دونون کے واسطے بھلائی چاہنے والا ہون۔ قتادہؒ نے کہا کہ اُسنے اللہ تعالے کی قسم
کھا کر انکو فریب و دھوکا دیا اور مومن اکثر اللہ تعالے کی قسم پر دھوکا کھا جاتا ہی اور شیطان نے انسے کہا کہ مین تمسے پہلے پیدا ہوا

اور تم سے زیادہ واقف ہون - فی السراج اسمین تنبیہ ہو کہ شیطانی آدمی کی قسم کا اعتبار نہ کرے اور قسم کھانے والا اکثر جھوٹا ہوتا ہے
اور خود بدگمانی سے قسم کھاتا ہو کہ سامع میری بات نہ مانیگا ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ جب وہ اپنے غلام کو اچھی طرح نماز روزہ کرتے
دیکھتے تو اُسکو آزاد کر دیتے پس اُنکے غلام اسی خواہش سے ایسا کرتے تھے پس ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دینے کو
ایسا کرتے ہین تو فرمایا کہ جو کوئی ہمکو اللہ تعالےٰ کے ساتھ دھوکا دیوے ہم اسکے دھوکے مین آجاوینگے ۔ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی
جھوٹی قسم کھانے والا پہلا شخص ابلیس ہو پس جب اسنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تو آدم سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جھوٹی کوئی نہین کھاوے گا
پس فریب مین پڑ گئے چنانچہ فرمایا فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ پس نیچے لٹکا دیا انکو بسبب غرور یعنی فریب کے تدلیہ اوپر سے کوئی چیز نیچے لٹکانا - ومنہ
قولہ فادلی دلوہ اپنا ڈول کنوئین مین لٹکایا المعنی رتبہ عالی سے دونون کو گیہون کھانے کیطرف اُتارا اور بعض نے کہا کہ آسمان سے زمین
کی طرف اُتارا - وقال المفسر اُنکو اُنکی منزلت سے گرادیا بذریعہ اس فریب کے غرور ایسی باتین جسمین بظاہر نصیحت ہو اور باطن مین کھوٹ ہو
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ای اکلا منہا - پھر جب درخت کے پھل سے کھایا - اسمین دلالت ہو کہ بہت ذرا سا کھایا تھا جسکو چکھنا کہا جاوے
بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ای ظہر لکل منہا قبلہ وقبل الآخر ودبرہ وسمی کل منہا سوآۃ لان انکشافہ یسوء صاحبہ یعنی ظاہر ہوگئی دونون مین
سے ہر ایک کو اپنی شرمگاہ اور دوسرے کی شرمگاہ اور پائخانہ کا مقام حالانکہ وہ دونون قبل اسکے نہین دیکھا کرتے تھے اور اسکو
سواۃ اسواسطے کہا گیا کہ اسکا کھلنا اس شخص کو غمگین کرتا ہو بطور ظہور عیب کے وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
اور شروع کیا دونون نے کہ لپٹاتے اپنے اوپر پتے درختان جنت کے تاکہ اپنے سواۃ کو چھپاوین - ابی بن کعبؓ سے روایت ہو
کہ آدم مرد دراز قد تھے انکے سر پر بال بہت تھے پس جب وہ اس دھوکے مین پڑ گئے جو شیطان نے کیا تھا تو انکا جسم مستور
کھل گیا حالانکہ پہلے اسپر نظر نہین کرتے تھے تو جنت مین بھاگے پس راہ مین ایک درخت جنت انکے سر مین اُلجھا اس سے کہا کہ
مجھے چھوڑ دے اسنے کہا کہ مین تجھے نہین چھوڑونگا پس پروردگار عز وجل نے آواز دی کہ اے آدم تو مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین
اے پروردگار مین شرمندہ ہون - رواہ ابن جریر وابن مردویہ - ابن عباسؓ سے یہ قصہ مروی ہو اور اسمین ہو کہ جس سے انکا تمام بدن
ڈھکا تھا وہ دونون کے ناخن تھے اور جسکے پتون سے بدن ڈھانپتے تھے وہ انجیر کے پتے تھے کہ انکو آپس مین چپٹاتے تھے
پھر اللہ تعالےٰ نے آواز دی کہ کیا مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین اے پروردگار ولیکن مجھکو حیا آتی ہو - فرمایا کہ کیا تجھکو کافی نہ تھا جو
مین نے جنت مین سے تجھے مباح وحلال کیا تھا کہ تو حرام کی طرف گیا عرض کیا کہ کیون نہین اے پروردگار وہ سب کافی وافی تھا
ولیکن قسم ہو تیری عزت وجلال کی کہ مین نے یہ نہین خیال کیا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم کھاویگا - فرمایا کہ قسم مجھکو اپنی عزت کی کہ تجھکو
زمین مین اُتار دونگا پھر نہ پاویگا تو زندگانی مگر مکدر پس زمین مین اتارے گئے پس جنت مین تو طعام رغد کھاتے تھے پھر غیر رغد کھانے لگے پس انکو لوہے کی
ساخت بتلائی گئی اور کھیتی سکھلائی گئی پس ہل سے کھیتی کی اور سینچا پھر کاٹ کر کھلیان کیا پھر پیسکر گوندھ کر روٹی پکائی پس پہونچی
حالت جہانتک کہ پہونچی - رواہ عبد الرزاق عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قولہ من ورق الجنۃ کہا کہ انجیر کے پتون سے اسنادہ صحیح
عن وہب بن منبہ فی قولہ ینزع عنہما لباسہما کہا کہ آدم وحوا کی شرمگاہ پر لباس نور تھا کہ یہ اسکی شرمگاہ نہین دیکھتا اور وہ اسکی شرمگاہ
نہین دیکھتی پھر جب درخت سے کھایا تو انکے سوآۃ کھل گئے - رواہ ابن جریر باسناد صحیح وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یہ استفہام تقریری ہو - عن ابن عباسؓ جب آدمؑ نے

درخت مذکور مین سے کھایا تو کہا گیا کہ تو نے اس درخت مین سے جس سے مین نے منع کر دیا تھا کیون کھایا تو کہا کہ مجھکو حوا نے کہا تو فرمایا
کہ یہی اسکا انجام کہ حاملہ ہو تو کرہ یعنے تکلیف سے اور وضع حمل کرے تو تکلیف سے تب حوا باریک آواز سے روئین تو کہا گیا کہ یہ رونا تجھپر
اور تیری اولاد پر ہے۔ رواہ ابن جریر وبعل اسنادہ صالا باس بہ۔ عن قتادہؒ آدمؑ نے عرض کیا کہ ای پروردگار اگر مین توبہ کرون واپنی حرکت سے
مغفرت مانگون تو فرمایا کہ ایسی صورت مین تجھے جنت مین داخل کرونگا۔ اور رہا ابلیس تو اسنے توبہ کی درخواست نہ کی بلکہ مہلت مانگی پس ہر ایک
کو وہ ملا جو اسنے مانگا رواہ عبدالرزاق باسناد صحیح اور ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ جو کلمات کہ آدم نے اپنے رب سے سیکھ پائے
تھے وہ یہ ہین قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اس معصیت کے سبب سے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
پس یہی کلمات ہین جنکو آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے پایا کما فی قولہ تعالے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم
سراج مین ہے کہ انھون نے حق عبودیت مین اعتراف سے گناہ کا اقرار کیا اور درحقیقت وہ خلاف اولی ہے کیونکہ وہ بطریق نسیان تھا
جیسا کہ سورہ طٰہٰ مین منصوص ہے پھر بعض لوگون نے اسی آیت واسکے مانند سے استدلال کیا کہ انبیاءؑ سے گناہ صادر ہوتا ہے اور رد کر دیا گیا
کہ رفعت وعلو اور معرفت مین انبیاءؑ کا سب سے بڑا درجہ ہے پس وہ ایسے چھوٹے چھوٹے امور سے بھی ماخوذ ہوتے ہین جنسے اور لوگ
نہین ماخوذ ہوتے اور بسا اوقات ایسے امور پر معتوب ہوتے ہین جو بطریق تاویل صادر ہوتے ہین اسی سے وہ لوگ ہمیشہ
دلرزتے رہتے ہین پس انکے بلند درجات اور اونچے مقامات کے بہ نسبت یہ امور گویا گناہ ہین اور یہ معنی نہین کہ ایسے گناہ ہین
جیسے اورون کے ہوتے ہین پس باوجود انکے طہارت وپاکیزگی کے اور روحی سماوی وذکری سے عمارت باطن کے اور اعمال صالحہ
وغیرہ سے عمارت ظاہر کے یہ امور گناہ اور انکے احوال سے بعید ہین پس آدمؑ نے بھی مقربین کے مانند ان زلات کو بڑا گناہ اقرار
کر لیا اور نیز انکی نبوت سے پہلے یہ امر انسے صادر ہوا تھا بالجملہ انبیاء علیہم السلام سے صدور گناہ کبیرہ کا قائل کوئی نہین ہو سکتا سوائے
جاہل بیوقوف کے ونعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ قَالَ اهْبِطُوْا جملہ مستانفہ ہے جیسے جملہ اول مستانفہ تھا یعنے حکم دیا کہ نیچے اترو
تم سب یعنے آدم وحوا مع ذریات کے جو انکے اندر تھین بعض نے کہا کہ دونون مع ابلیس کے اترو بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ درحالیکہ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے یعنے اولاد آدم وابلیس مین عداوت تا قیامت رہیگی وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ یعنے زمین مین تمھارے واسطے جائے قرار اور تمتع ہے اسوقت تک کہ تمھاری موت آوے۔ فی السراج
والمعالم جب آدم کی موت کا وقت آیا تو ملائکہ حاضر ہوئے پس حوا انکے گرد پھرنا شروع کیا تو فرمایا کہ میرے پروردگار کے
ملائکہ کو آنے دے جو کچھ مجھکو پہونچا وہ تیرے ذریعہ سے پہونچا پھر جب انکا انتقال ہو گیا تو ملائکہ نے پانی مین بیری کی پتی جوش
دیکر غسل دیا اور طاق کپڑون مین کفن دیا اور لحد بنا کر ملک ہند کی سرزمین سراندیپ مین دفن کیا اور اولاد آدم سے کہا کہ یہی طریقہ
تمھارے واسطے مقرر ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ مستقر زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے دونون ہین رواہ عنہ ابن ابی حاتم
قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ یعنے اوتعالے نے فرمایا کہ زمین ہی مین زندہ رہو گے جبتک زندگی مقدر
ہے اور اسی مین مر جاؤگے اور اسی سے نکلوگے جب کہ قیامت مین زندہ کر کے اٹھائے جاؤگے تخرجون کے معنی نکلوگے بنا بر صیغہ
معروف ہے جیسا کہ حمزہؒ کی قراءۃ ہے اور باقیون نے مجہول پڑھا تو معنی آنکہ اسی سے نکالے جاؤگے وہذا کقولہ تعالی منہا خلقناکم
وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری ف قَالَ فِي الْعَرَائِسِ قولہ یا آدم اسکن۔ اوتعالے نے جنت مین انکی سکونت

عیش مین ایک امتحان مضمر رکھا اور اگر اپنے جمال و وصال سے انکی زندگی رکھی ہوتی تو پھر امتحان سے محفوظ ہوتے کیونکہ اسکی درگاہ
مین حوادث کی مضرت نہین ہی۔ قولہ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ۔ اولا لیس سوے فتنۃ امتحان ہی اور شجرہ مذکورہ مین تجلی تھی جو لطائف قدر سے
اسکے سر الاسرار مین سمائی پس اسکے مشتاق ہونے اور قریب ہونے سے جوش شوق ہوا حالانکہ اسمین علم سر الاسرار وعلم الاقدار تھا
پس کھانے سے ان علوم سے بھر گئے اور جنت برداشت نہ کر سکے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوئے کیونکہ یہ اسرار ربوبیت مین
لہذا قولہ فتکونا من الظالمین کی مصداق ہوئے کیونکہ ستر و راز ربوبیت مین جا کر اسرار ربوبیت لائے اور اگر اللہ تعالی انکی زبانین بند
فرماتا تو جہان مین علم اقدار پھیل جاتا اسی واسطے بعض مشرقین نے کہا کہ یہ درخت علم القضاء والقدر تھا جو جانا وہ اسکے اسرار سے عز الملک
رخلد مین پہونچا اسی واسطے ابلیس نے کہا کہ تجھے شجرۃ الخلد کی راہ بتاؤن۔ وہ جانتا تھا اور اسکو لیکر منازعت باستعداد فاسد چاہتا تھا
مگر نہ پانے سے بہت غمناک ہوا اور رکنوز غیب اسمین تھے پاکر آدم کو دلالت کی تاکہ خلق مین کوئی متمتع ہو کر اسمین منازع ہو پس آدم کو حسد سے
اسمین ڈالا کیونکہ مقام خطر تھا لیکن اللہ تعالی نے انکو معصوم رکھا کہ انکے نفوس کو زمام قہر مین گرفتار کیا پس جب سحر و ساقط ہو کر
اپنا ضعف معلوم کیا تو کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ پس شیطان کا یہ ارادہ کہ بعد علم اسرار کے مدہوش سرمست ہو کر قبول احکام شریعت سے خارج
ہو جاوین اور عبدیت الہی عالم مین نہ رہے وہ برعکس ہو گیا کہ وہ عارف ہو کر درجہ نبوت و رسالت پر رہے قولہ فوسوس لہما الشیطان الخ جب
اللہ تعالی کسی بندہ کو کشف اسرار چاہتا ہی تو شیطان اسکو بہکاتا ہی اور وہ سبب انکشاف ہو جاتا ہی اور خود شیطان خوار ہوتا ہی جیسے آدم
علیہ السلام برگزیدہ اور ابلیس انکے حسد مین خوار ہوا اور آدم زیادہ مقبول ہوئے لقولہ تعالی ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ یعنے مکر بد اسی کو
ملتا ہی جسنے مکر کیا اور آدم کے حق مین فرمایا ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی پھر دونون یعنی آدم وحوا نے بعد ظہور اسرار کے انکو ادب کے
پتون سے عبودیت مین مرعی رکھا کما یدل علیہ قولہ وطفقا یخصفان علیہما الخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ شیطان نے برائی چاہی وہ
سبب علوم و بلوغ کمال ہوا کہ آدم نے کوئی عمل اس خطیئہ سے بڑھکر نہین کیا جسنے انکو ادب سے مقام حقائق مین ثابت رکھا اور
سجود ملائکہ وغیرہ سے اگر کچھ وحشت آئی تو برکت اسکے اول تخصیص خلقت دست قدرت کی طرف لقولہ ربنا ظلمنا الخ راجع ہو گئی۔
قولہ وقاسمہما انی لکما الخ ابلیس نے مکر سے دشمنی کی وہ در حقیقت انجام کار نصیحت ہو گئی ابو بکر الوراق نے فرمایا کہ نصیحت اسی شخص کی
قبول کرنی چاہیے جسکے دین و امانت پر اعتماد ہو اور تیری نصیحت مین اسکا کوئی ہوا متعلق نہو کیونکہ ابلیس کے مانند نصیحت کرنے والے
شیاطین الانس ہوتے ہین قولہ فدلاہما بغرور اس چیز سے کہ درخت مین اسرار ربوبیت ہین پس غرور اطلاع باسرار قدم مین ڈالا تاکہ مقربین
ملائکہ اور خازنان اسرار مین سے ہو جاوین اور یہ جذبہ شوق تقرب تھا جیسے عشاق ہر کس و ناکس کی بات سن لیتے ہین اور بعض نے
کہا کہ انکو بسبب قسم اللہ تعالے کے فریب دیا ورنہ فریب نہ کھاتے۔ قولہ فلما ذاقا الشجرۃ بدت الخ اسمین اشارہ لطیفت ہی کہ یہ اسرار خاص تھے
انمین دونون کو ظاہر ہوئے اور کسی کو ظاہر نہوئے اور ظہور مین انھین دونون کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اغیار کی نظر وہان نہین
پہونچی کیونکہ سواۃ مقام کرامت و امانت و رسالت و نبوت و ولایت تھی انکو جنت وغیرہ سب سے مجرد کر دیا کیونکہ وہ تجرید توحید و افراد
قدم مین تھے وہان جنت وغیرہ کا گذر نہین ہی پھر جب شجرہ عشق کا پھل چکھا اور منفرد ہوئے تو غرائب علم اقدار انپر منکشف ہوئے اور
ہیچ اشباح وارواح کو انسے نکالا واسطی سے پوچھا گیا کہ انبیاء کو جلد عقوبت کیون ہوتی ہی حالانکہ ابلیس خطار بلکہ غلط کر گیا۔
تو فرمایا کہ نزدیکی مین سوء ادب ویسا نہین جیسے دور والا بے ادبی کرے بعض نے کہا کہ چیونٹی برابر بات پر انبیاء سے مطالبہ ہوتا ہی

اور بڑی بات پر دوری والوں پر کچھ مطالبہ نہیں ہوتا بعض نے کہا کہ عصمت انکو ظاہر ہوا اور غیر کو ظاہر نہوا **واسطی** رح نے کہا کہ آدم سے کسوت
عزت کو چھین لیا اور مواخذہ میں ڈال دیا تاکہ زوال نعمت کی قدر جانے پھر کسی نے نہ پہنائی تو یقین دلایا کہ وہ اپنے نفس سے کچھ نہیں پر جو کچھ
اسکو حاصل ہوگا خالص پروردگار کی رحمت سے ملیگا پس سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالے کی طرف راجع ہوئے جب ہر دو بندگان خاص
ان میدان ناپیدا کنار میں پڑے کہ علوم الاسرار و الاقدار بے انتہا ہیں تو ملاطفت سے انکو راہ بتائی ندامت کی بقولہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ
نداریں لطف عتاب ہے کیونکہ اس شجرہ کے استحقاق سے انکو بعد تھا **قرشی** رح نے کہا کہ آدم ع کو جنت میں بھیجا اور شجرہ سے منع کیا جب
آدم نے کھایا تو پکارا قول تو قرب کے معنی میں ہے اور ندا کرنا بعد و دوری کے معنی میں ہے پھر جب دونوں نے چاہا کہ غایت عشق سے
شجرہ میں سے کھانے میں ہم نے خطا کی اور یہ ہمارا مقام نہیں تو ظلم کو اپنی طرف نسبت کرکے کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ ظلم یہاں یہی ہے
کہ مقام کی شناخت نہوا اور مشاہدہ حق میں حظ نفس کی خواہش ہوا اسی واسطے دونوں نے جہالت کا اقرار کیا اور اسوقت میں مقام تلوین
میں تھے اور اگر مقام تجرید و توحید یعنی مقام تمکین عرفان میں ہوتے تو نفس کا ذکر درمیان میں نہ لاتے اور نفس کو ملامت نہ کرتے کیونکہ نفس
پر نظر رکھنا اور اسکی کسی قدرت کو مقام توحید میں دیکھنا شرک ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت استاد رح نے کہا ہے کہ جسنے اپنے نفس کو ملامت
کی وہ مشرک ہے حسین رح نے کہا کہ شرک و ظلم یہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے کسی غیر کی طرف مشغول ہو۔ اور **ابن عطا** رح نے کہا کہ ظلم یہاں یہ
حق تعالے کے سوائے جنت و اسکی نعمت کی طرف بھی مشغول ہوئے تھے **شیخ شبلی** رح نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ انکو کرامات
و مراتب پر پہونچا دیتے ہیں جیسے کہ آدم ع کے گناہ کا انجام یہ ہوا کہ مقام اجتبا و اصطفا پر پہونچے اور اولیاء کے گناہوں سے کفارہ
ہوجاتا ہے۔ اور عوام کے گناہ انکو خواری و اہانت میں ڈالتے ہیں **واسطی** رح نے کہا کہ حال طینت میں انکو کوئی خطرہ سوائے حق کے
نہ تھا پھر جب حضور میں حاضر کیا تو حضور سے غائب ہوئے پس غیر کے خطرہ سے ظلم کیا اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا۔ کیوں نہیں اتصال
کے ساتھ اتصال میں اسکو اتصال سے قطع کیا اور نفس میں جو نفس سے تھا اسکو نفس سے کیوں نہیں غائب کیا پس اللہ تعالی نے
اسکو زیادہ سوزش و ہیجان میں ڈالا کیونکہ شوق کو فراق سے ملا دیا اور مشتاق بنا لیا تاکہ سفر عشق میں طرح طرح کی محنت و مشقت
اٹھاوے اور حکم دیا کہ اہبطوا پس آدم کو مقام بہجت سے عالم محنت میں اتار دیا اور اہل عداوت کے درمیان پھنسایا اور بعد
وصل کے رنج فرقت چکھایا کیونکہ مقام عشق میں رنج و غم فراق اور ذوق وصال ساتھ ساتھ ہیں عیش وصال میں جنیت کے ساتھ
صافی الحال بلا کدورت تھا نہ وہاں جفا و فراق تھی اور نہ بلاء امتحان پھر فرقت کے ہاتھوں امتحان میں پھنسا دیا اسی برادر حضرت [illegible]
جنت وصال میں یہ طمع کرتے تھے کہ دوام لقاء حاصل ہو پس غیرت کبریائی نے وہاں سے نکال دیا۔ واضح رہے کہ یہ بھی رحمت ہے
کہ دوام لقاء بعد فناء کا راستہ بتا دیا بعض نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام رتبہ فضیلت و کرامت سے نہیں گرے اگرچہ مقام جنت سے
نکل آئے ہیں اسی واسطے فرمایا ثم اجتباہ ربہ پھر جب دونوں کو منزل جنت سے نکالا اور میدان محنت یعنی زمین پر ڈالا تو آگاہ فرمایا کہ دونوں
اس زمین پر بروح معرفت و رزق مشاہدہ زندہ رہینگے اور کنار شفقت و مکاشفہ میں رہینگے پس وہاں سے نعت توحید و محبت
نکلینگے چنانچہ قولہ فیہا تحیون و فیہا تموتون و منہا تخرجون سے اشارہ ہے یعنی طاعت باللہ سے زندہ اور فناء فی اللہ سے مردہ۔
اور بقاء باللہ سے نکلوگے۔ اور بعض نے کہا کہ معرفت کے ساتھ زندہ ہوگے۔ اور جہالت رہی تو مردہ ہوگے اور جو تقدیر مشیت
سابق جاری ہو چکی ہے اور جو احکام سعادت و شقاوت کے ہو چکے ہیں انہیں کے موافق وہاں سے نکالے گے پھر آدم ع کے لباس

جنت کے عوض اولاد آدمؑ کو مختلف لباس ملے کما قال تعالیٰ

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ

اے اولاد آدم کی ہمنے اُتاری تمپر پوشاک کہ ڈھانکے تمھارے عیب اور رونق اور کپڑے پرہیزگاری سو بہترین یہ

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○

قدرتین ہین اللہ کی شاید وہ لوگ دھیان کرین

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ اسمین بعض نعمت کی تذکیر ہے کہ لباس تن انسانی پر بہتر ہے اور لباس مین سے بہتر لباس تقویٰ ہے حتی کہ آدم سے لباس جانا موجب اسارۃ ہوا اور لباس تقویٰ زائل نہین ہوتا اور یہ تمہید ہو آیۃ مابعد کے واسطے پس فرمایا کہ یا بنی آدم اے اولاد آدم - اور بنین کو خطاب بسبب شرف مردون کے عورتون پر ہے اور شامل اسمین عورتین بھی ہین پس تغلیبا بنین فرمایا قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ اے خلقنا لکم - البتہ ہمنے تمھارے واسطے پیدا کیا مینہ وغیرہ آسمانی اسباب اُتار کر لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ ایسا لباس کہ چھپاتا ہے تمھارے فروج یعنے شرمگاہون کو - پس لباس کو انزلنا فرمایا تو اسی سبب سے آسمانی اسباب مینہ وغیرہ اُتار کر پیدا کیا گیا ہے اسلیواسطے مفسرؒ نے خلقنا لکم سے تفسیر کی اور نظیر اسکا قولہ تعالیٰ وانزل لکم من الانعام ہے یعنی خلق لکم من الانعام اور ایسے ہی قولہ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید یعنے لوہے کی نسبت اُتارنا فرمایا ہے - اور بعض نے کہا کہ زمین کے جملہ برکات منسوب باسمان ہین یعنی جو زمین کے برکات ہین وہ آسمان سے اُتری ہوئی کہی جاتی ہین اور یواری اے یستر سوأتکم تمھارے سوآۃ کو ڈھکتا ہے وَرِيْشًا عطف ہے لباسا پر اور جملہ صفت سے اشارہ ہے کہ ستر پوشی مین اصل ہے اسی واسطے مفسرؒ نے ریش کی تفسیر کی کہ وہ کپڑے ہین جنسے آدمی تجمل حاصل کرتا ہے اور بعض قراءت مین ریاشا جمع ریش ہے - ابن جریرؒ نے کہا کہ ریاش کلام عرب مین اثاث البیت وظاہر کپڑے ہین یعنی جنسے ظاہر مین تجمل کیا جاوے پس لباس تو ضروری چیز ہے اور ریاش انکا تکملہ و مزید خیر ہے - بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ریش یعنی مال ہے - رواہ عنہ ابن ابی طلحہ اور یہی قول مجاہد و سدی و ضحاک و عروۃ ابن الزبیر و بہتون کا ہے - اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ریاش لباس و عیش و نعمت ہے اور عمر ابن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے جب گردن تک پہونچے تو کہے کہ الحمد اللہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی - پھر پرانا کپڑا لیکر صدقہ کردے تو وہ زندہ و مردہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ و جوار مین اور اسکی رحمت مین ہوگا رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب نیا کپڑا پہنتے تو کہتے - الحمد للہ الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل بہ فی الناس و اواری بہ عورتی - رواہ احمد - سراج مین کہا کہ ثابت ہوا کہ زینت ایک غرض صحیح ہے جیسا قولہ تعالیٰ لترکبوہا و زینۃ الآیۃ سے ثابت ہے اور فرمایا ولکم فیہا جمال حین تریحون الآیۃ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو دوست رکھتا ہے - رواہ الترمذی وغیرہ پس معنی آیت کے یہ ہین کہ اے اولاد آدم ہمنے اُتارا تمپر ایسا لباس کہ تمھاری شرمگاہون کو چھپاتا ہے اور ایسا لباس کہ وہ تمکو زینت کا فائدہ دیتا ہے - اور مروی ہے کہ عرب کے لوگ ننگے ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور عورتین بھی ننگی ہوکر ہاتھ یا کچھ چیز شرمگاہ پر رکھکر رات مین طواف کرتین پس آیت نازل ہوئی قال البیضاوی شاید او تعالیٰ سبحانہ نے قصہ آدم کو اسی حکم کے واسطے مقدم بیان فرمادیا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ پردہ شرم کھل جانا پہلی بُرائی تھی جو شیطان کی طرف سے آدمی کو پہونچی پس اولاد آدمؑ کو شیطان نے اغوا کیا ہے جیسے اُسنے آدم علیہ السلام کو دھوکے سے برہنگی کی بُرائی پہونچائی تھی قال المترجم اس آیت مین تنبیہ وارشاد ہے کہ برہنگی عیب ہے

اسکے دور کرنیکو اوتعالے نے نعمت لباس نازل فرمائی اور یہ زجر ہی مشرکین کو جو ایسا کرتے تھے ورنہ ننگے ہوکر طواف سے ممانعت کرنے مین اصل قولہ تعالیٰ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد الآیۃ ہی جو آیندہ آتی ہی **قال فی السراج** جب اللہ تعالیٰ نے لباس محسوس کو بیان کیا اور اسکی دو قسمین کین کہ ایک ضروری ہی کہ شرمگاہ کو چھپانے والا ہی اور دوسرا زینت وتجمل کے واسطے ہی تو اسکے پیچھے اصل لباس معنوی کو بیان فرمایا بقولہ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ نافع وابن عامر وکسائی نے لباس التقوی بنصب پڑھا بنا بر انکہ لباسًا پر عطف ہی یعنی اور نازل فرمایا ہمنے تمپر لباس التقوی اور وہ خیر ہی یعنے لباس ستر اور لباس زینت سب سے اچھا لیکن ذلک مبتدا اور خیر اسکی خبر ہی اور جملہ بیان فضیلت لباس التقوی ہی اور باقی قرار رحمہم اللہ نے لباس التقوی برفع پڑھا پس یہ مبتدا ہی اور یہ جملہ ذلک خیر اسکی خبر اب رہا بیان اسکا کہ لباس التقوی جو استعارہ ہی تو کس چیز سے استعارہ ہی ورنہ کیا مراد ہی فقال الحافظ فی التفسیر مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان کیے ہین عن عکرمہ وہ لباس ہے جو قیامت مین متقیون کو ملیگا ـ رواہ ابن ابی حاتم زید بن علی وسدی وقتادہ وابن جریج نے کہا کہ وہ ایمان ہی عوفی عن ابن عباس وہ عمل صالح ہی ـ وعنہ وہ ستودہ اخلاق ہین عن عروہ بن الزبیر وہ خوف الٰہی محبت کے ساتھ ہی ـ عبد الرحمن بن زید اللہ تعالیٰ سے خوف کرکے اپنی شرمگاہ ڈھکی رکھے یہ سب معانی قریب قریب اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہی کہ منبر پر خطبہ مین لوگون کو کتے مارنے کا حکم دیتے اور کبوتر بازی کرنے سے منع کرتے پھر کہا کہ ای لوگو تم ان سرائر مین اللہ تعالے سے تقوی رکھو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ نہین چھپائی کسی نے کوئی سریرت مگر آنکہ اوتعالے اسپر علانیہ ایک چادر پہناتا ہی اگر بھلی سریرت ہو تو بھلی چادر اور اگر بُری سریرت ہی تو بُری چادر پہناتا ہی پھر یہ آیت پڑھی ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ اور کہا کہ ایک خصلت ہی ـ رواہ ابن جریر والطبرانی اور حسن بصری نے اسکو حضرت عثمان سے سنا ہی تو کتون کے قتل اور کبوترون سے بازی نہ کرنے کو خطبہ مین حسن کا حضرت عثمان سے سننا تو شافعی واحمد وبخاری فی الادب کی روایات بطرق صحیحہ سے ثابت ہی اور یہ شاہد ہی باقی جزو روایت مرفوع کا واللہ اعلم ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی لباس تقوی یا یہ جملہ لباس نازل فرمایا آیات الٰہی سے یعنی اسکی قدرت کے دلائل سے ہی لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ شاید اولاد آدم تذکر کرین یعنے نصیحت وپند حاصل کرین پھر ایمان لاوین اسیوجہ سے التفات ہی یعنے پہلے بحرف ندا خطاب فرمایا تھا اور یہان بصیغہ غائب فرمایا پس خطاب سے غائب کی طرف التفات ہی اور اسمین دلیل ہی کہ ستر عورت ظاہری یا لباس تقوی اور اعمال صالحہ جو باطنی خوش اخلاق وہیئت صادقہ سے ہون وہ اصل لباس ہین پس اگر تمام دوشالے وغیرہ لادے ہو اور باطن مین اخلاق مذمومہ واعمال ناپاک رکھتا ہو تو وہ ننگون سے بدتر ہی اور اگر باطنی لباس تقوی سے آراستہ ہو تو پھٹا کپڑا اسپر کمال زینت ہی اور درحقیقت وہ آیات الٰہی مین سے ہی کہ اندھے اور بے ایمان اسکو نظر نہین آیا فقد برفت فی العرائس قولہ تعالے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا ـ ہر گروہ کے واسطے لباس خاص ہی پس عارفون کے واسطے لباس معرفت ہی اور محبون کے واسطے لباس محبت ہی اور مشتاقون کے لیئے لباس شوق ہی اور موحدون کے لیے لباس توحید ہی اور زاہدون کے لیئے لباس زہد ہی اور متقیون کو لباس تقوی ہی اور اولیا کو لباس ولایت ہی اور انبیا کو لباس نبوت ہی اور مرسلین کو لباس رسالت ہی اور انہین مین ہر ایک کے واسطے ظاہر وباطن ہی پس زینت باطن تو حقائق کی انوار زینت کے واسطے ہی اور ظاہری زینت واسطے شریعت کے ہی پس جو اس زینت سے حقیقت مین آراستہ ہو وہ انوار قرب

کی وجہ سے مخلوق کے درمیان مزین اور مہیب ہوجاتا ہو اور قولہ تعالےٰ ولباس التقوی ذلک خیر یعنی بہتر سب سے لباس تقویٰ
ہو کیونکہ ہر لباس مین ضرور نفس بندہ سے کو حظ ملتا ہو اور لباس التقوی مین نفس کو کچھ حظ نہین ہو۔ اور یہ لباس تو عوام کے
ہین اور لباس تقویٰ وہی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال مین فنا ہوگیا اور صفات الٰہی سے اسکو قوت حاصل ہوئی یعنی بدون
حلول وغیرہ وہمی وقیاسی باتون کے اسمین صفات الٰہی سے اتصاف ہوا جیسا کہ قرب نوافل مین جابجا مذکور ہوچکا پس لباس التقوی
مین ہر لباس فنا ہوجاتا ہو اور جو شخص اس لباس سے آراستہ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام عالم کے واسطے قبلہ ہوگیا جو
اسپر نظر کرتا ہو وہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے انوار صفات کو پاتا ہو پس اسی لباس اتصاف کی طرف حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اشارہ فرمایا بقولہ من رآنی فقد رای الحق جسنے مجھکو دیکھا اُسنے حق کو دیکھا **قال المترجم** اہل تصوف نے اس حدیث کے
معنی سے بھی اشارہ کے معنی نکالے ہین و قد مر مفصلا اور قولہ تعالےٰ یواری سوآتکم اشارہ ہو کہ تم سب کے سب انوار قدم سے
ننگے اور حدوث کے عیبون سے ایسے ہو جیسے ننگے کے اعضاء شرم کھلے ہونے سے وہ معیوب ہوتا ہو پس تمکو چاہیے کہ حدوث
کی علتین اور عیوب کو لباس قدم سے ڈھکو بایطور کہ شریعت پاکیزہ پر ٹھیک چلو اور عقائد درست کرو اور حقیقت و طریقت حاصل کرکے
انوار حاصل کرو پس لباس علم سے شرمگاہ جہالت یعنی عیب جہالت کو چھپاؤ اور جو عیوب کہ بندہ کو لازم ہین انکو صفات
ربوبیت سے چھپاؤ یعنے اخلاق الٰہی عزوجل سے آراستہ ہو **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سوءۃ تو جہالت ہو اور سب سے
بڑھی ہوئی زینت یہ ہو کہ بندہ ولباس تقویٰ سے آراستہ ہو یہ لباس الٰہی زرہ ہو کہ اسکو کسی حسد کرنیوالے کا مکر نہین پھاڑ سکتا
کیونکہ وہ اصل مین دل کا لباس ہو اور ظاہری پرہیزگاری اسکی علامت ہو کہ ہر بات مین اللہ تعالےٰ کے ساتھ ادب رکھتا ہو وہ
یون ہو کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی غیر کو نہ دیکھے پس تو غور کر کہ تو نے کون سا لباس پہنا ہو قمیص صدق ہو یا قمیص فسق ہو نصرآبادی
نے کہا کہ جملہ لباس ہر ہیاس حق تعالیٰ کی مخلوق ہین جنمین سے لباس تقویٰ لباس حقانی ہو اور جو لباس کہ سوآۃ کو چھپاتا ہو وہ
لباس کرامت ہو اور لباس تقویٰ وہ لباس ایمان ہو اور وہ سب سے اشرف ہو بعض نے کہا کہ لباس الھدایۃ تو عوام کے
لیے اور لباس التقوی خواص کے واسطے ہو اور لباس ہیبت عارفون کا لباس ہو اور لباس زینت دنیا والونکا لباس ہو۔
لباس لقاء و مشاہدہ وہ اولیاء کا لباس ہو اور لباس حضرۃ انبیاء علیہم السلام کا لباس ہو **قال الاستاذ** قدس سرہ لباس
التقوی ہو اور وہ یون ہو کہ تقصیر چھپا رکھے اور طمع کو دور کرے اور ادب کے واسطے لباس تقدیس ہو یعنے علائق کو ترک
کرے اور علائق کو درمیان سے دور کر دے اور سر باطن کے واسطے تقویٰ سے ایک خاص لباس ہو وہ ہر ملاحظہ وخطرات
کو دور کر دینے سے حاصل ہوتا ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اولاد آدم کو بھی اسی چیز سے ڈرایا اور پرہیز کرنا فرمایا جس سے آدم
علیہ السلام کو ہوشیار و پرہیز کرنیوالا رہنے کو فرمایا تھا یعنے ہر شہوات سے اور ہر ایسی چیز سے جسکو نفس چاہے اس سے پرہیز رکھے
قال فی السراج یہ آیت بیان لباس کے بعد ذکر واقعہ آدم علیہ السلام کہ انپر فریب شیطان سے برہنگی کی مصیبت پہونچی تھی
اسواسطے بیان فرمائی کہ نعمت لباس کا شکریہ ادا کرین اور ہوا کے پتون سے بدن ڈھانکنے کے اس لباس کی خوبی قیاس کرین
اور غور کرین کہ ننگے ہونے مین سوآۃ کے کھلنے سے کیا فضیحت و اہانت ہو پس حضرت منعم عزوجل کے منت و احسان کے مقابلہ
مین تقویٰ اختیار کرین اور جو حکم انکو حضرت منعم جل جلالہ سے پہونچے اسکو مانین پھر شیطان و اسکے اغوا سے پرہیز کرنیکا حکم دیا

اور جو اُسنے اُنکے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بدی و فریب و اہانت کا برتاؤ کیا تھا یاد دلایا بقولہ

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ط

اے اولاد آدم کی نہ بہکاوے تمکو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُتار دیے اُنکے کپڑے کر دکھاوے اُنکو عیب اُنکے

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○

وہ دیکھتا ہے تمکو اور اُسکی قوم جہان سے تم اُنکو نہ دیکھو ہمنے رکھے ہیں شیطان رفیق اُنکے جو ایمان نہیں لاتے

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اے اولاد آدم نہ فتنہ میں ڈالے تمکو شیطان یعنی نہ گمراہ کرے تمکو شیطان یعنی اے اولاد آدم تم مت پیروی کرو شیطان کی کہ تم بھی فتنہ میں پڑجاؤ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ جیسے اُسنے نکال باہر کیا تمہارے ماں و باپ کو اپنی فتنہ پردازی کے ساتھ جنت سے يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا درحالیکہ اتار لیا ان دونوں کے بدن سے انکا لباس لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا تاکہ دکھلاوے دونوں کو انکی شرمگاہیں۔ واضح ہو کہ جملہ ینزع عنہما حال ہے لیکن بعض نے کہا کہ ابویکم سے حال ہے یا اخرج کے فاعل یعنی ابلیس سے حال ہے اور بجائے نزع ماضی کے ینزع مضارع اس فائدہ کے واسطے آیا کہ حکایت حال سے اسوقت کا تصور بندھ جاوے تاکہ اولاد آدم کو شرم آوے اور شیطان کی پیروی سے شرم کریں اور اسکو دشمن جانکر اسکے کاموں و باتوں سے جدا ہوکر راہ حق کی پیروی اختیار کریں۔ اگر کہا جاوے کہ اخراج کرنیوالا اور لباس اتارنے والا شیطان نہیں کیونکہ اُسنے یہ حرکت اپنے ہاتھوں سے نہیں کی تو جواب یہ ہے کہ لباس کا چھن جانا اور جنت سے نکلنا اسی شیطان کے وسوسہ سے واقع ہوا اور اسی کا دھوکا دینا اسکا سبب ہوا اسی سبب سے اسکی طرف نسبت کیا گیا۔ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ کیا لباس تھا جو اتر گیا تو ابن عباس و قتادہ سے مروی ہے کہ ناخن انکا لباس تھا اور بعد نزع کے اسقدر پوروں میں نمونہ کے طور پر زینت و منفعت و یاد دلانے کو باقی رہ گئے ہیں قال المترجم قد رواہ عبد الرزاق عنہ۔ اس روایت کے ثبوت میں کلام ہے اور شاید یہ بنی اسرائیل سے ہو وغیرہ کے بیان سے لی گئی ہو اور بالجملہ ضعیف ہے اور وہب بن منبہ سے ابن جریر نے باسناد صحیح روایت کی کہ لباس نور تھا جو انکی شرمگاہ کے درمیان حائل تھا اور مجاہد نے فرمایا کہ لباس تقوی تھا اور یہ مناسب ہے اور بعض نے فرمایا کہ لباس جنت میں سے ایک لباس تھا اور یہ قول اقرب ہے کہ لباس اور اُسکا اتارنا حقیقی ملبوس کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے اور اولی یہ ہے کہ مطلق لباس ایجادی جو لائق جنت ہے یعنی حقیقی کو اور لباس تقوی کو دونوں کو شامل ہو حاصل آنکہ اے اولاد آدم تم فتنہ شیطان سے بچو وہ تمکو گمراہ نہ کرے جیسے تمہارے والدین کو جنت سے اسی حال میں نکلوایا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ یعنی تم نہایت ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ اسکو اخرت میں جب قطعی جہنم دی گئی ہے تو ایک مدت تک اسکی عبادت کا اور نیز وہ بھی مخلوق ہے اسکا عوض اسکو بسبب عموم رحمت کے دنیا میں یہ دیا گیا ہے کہ اول بار صور پھونکے جانے کے وقت تک زندہ رہے اور بہت سی قابو و قدرت اسکو دیدی گئی ہے چنانچہ ایک یہ بیان فرمائی کہ انہ یراکم ہو الخ یعنی وہ شیطان دیکھتا ہے تمکو وہ خود بھی اسکے قبیل بھی اس حیثیت سے کہ تم اسکو نہیں دیکھتے یعنی ان شیطانوں کو پس وہ تمہارے دل میں وہ ناظم میں ایسے طور سے اگر وسوسہ ڈالیگا کہ تم اسکو نہ دیکھ سکوگے اور وہ تم کو دیکھیگا اور وہ اکیلا نہیں بلکہ مع قبیل ہے یراکم میں ضمیر فاعل راجع ہے یا شیطان اسی ضمیر متصل کی تاکید لفظ ہو ضمیر منفصل سے کردی تاکہ قبیلہ کا عطف صحیح ہو جاوے قبیل جمع قبیلہ یعنی ایسی جماعت جنکہ انمیں بعضے بعض کے مقابل ہوں یعنی ایک جتھا جسمیں آپس سے ساتھ

جیسے آنحضرت صلعم نے دیکھا بلکہ گرفتار کیا ہو پس آیت مین تو عدم امکان پر کچھ بھی دلیل نہین ہو۔ اور بعض نے جو کہا کہ احادیث سے یہ اس آیت
کی تخصیص ہین تو یہ بر تقدیر تسلیم اس امر کے ہو کہ من حیث لا ترونہم سے یہ مراد ہو کہ انکے اصلی صورت پر بسبب جسم ناری لطیف ہلکے ہونے کے
نہین دیکھ سکتے ہو ورنہ احادیث صحیحہ سے تخصیص کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ واضح ہو کہ معتزلہ وغیرہ تمام امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق
ہو کہ شیطان ایک جسم مخلوق ہو اور ایسا ہی جن بھی مخلوق ہین اور انکے وسوسہ آدمیون کو اس طور سے پہونچتے ہین کہ آدمی کو یہ خبر نہین ہوتی کہ
یہ شیطان نے القا کیا ہو حتی کہ اگر وہ کافر ہو تو اسکو قبول کرتا ہو مگر نہ اسطرح سمجھکر کہ شیطان کی بات ہو بلکہ اپنی رائے و فہم سمجھکر مغرور
ہوتا ہو اور اگر مسلمان ہو پس اگر اللہ تعالے نے محفوظ رکھا تو یہ وسوسہ جمنے نہین پاتا وہ بعلم شریعت و توفیق الٰہی اسکو رد کر دیتا ہو ورنہ بہتیرا
جاہل و فاسق مسلمان اسکے وساوس کو خواہ شہوات فسق و فجور کے ہون یا اور کسی طرح کے ہون قبول کرتا اور بسا اوقات انکے موافق
کاربند ہو کر آخر متنبہ ہوتا ہو پس اگر توبہ کرلی تو خیر ورنہ بدکاری پر اصرار کیے اور اڑا رہتا ہو لیکن شیطان پر لعنت کرنا تو عموماً زبان پر چڑھا
ہوا ہو اب اس زمانہ مین ایک گروہ پیدا ہوا ہو انھون نے شیطان کو بالکل ہی چھپا ڈالا اور کہنے لگے کہ شیطان کا کہین وجود نہین ہو
اگر ہوتا تو نظر آتا اور محسوس ہوتا حالانکہ یہ سخت ہی نادانی ہو روح و نفس وغیرہ قوی ہین جو نظر نہین آتی اور دوسرے کی روح اسکو محسوس
نہین ہوتی ہو پھر کیا اس نظر نہ آنے سے دوسرے مین روح ہو نہین ہو پس اس گروہ نے قرآن مجید و احادیث و اجماع امت بلکہ علمائے اہل کتاب
یہود و نصاری وغیرہ بلکہ عقل صحیح سلیم سب سے انکار کیا اور ایسی صورت مین کفر مین کوئی شک نہین پس افسوس ہو کہ ناحق بلا دلیل و حجت نقلی
و عقلی کے انکار کرنا و کفر اختیار کر عقل سلیم نہین روا رکھتی ہو اور آیات مصرح ہین چنانچہ قاسمہما انی لکما لمن الناصحین وغیرہ بالکل صریح ہین
پس اس گروہ سے سخت تعجب و حیرت ہو اور اللہ تعالے ہدایت فرماتا ہو جبکہ چاہے شیطان جس سے وساوس و گمراہیان وغیرہ پیدا ہوتے
ہین اسکو درمیان سے نابود کر دیا کہ لوگ اسپر لعنت کرتے ہین درمیان سے نابود کر دو کہ وہ زبان خلائق سے بچے یہ کمال دوستی
اور اتحاد ہو انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون اللہ تعالے فرماتا ہو کہ ہمنے کر دیا ہو شیاطین کو اولیاء ان لوگون کا
آدمیون مین سے جو ایمان نہین رکھتے ہین اولیاء جمع ولی کی یہان بمعنی اعوان ہو مددگار لوگ یا قرناء بالضم اول و فتح ثانی جمع قرین کی جو
نہایت نزدیک ساتھی ہو جسکو ہمزاد لیتے ہین پس بے ایمانون کا ہمزاد شیطانون کو بنانا نہایت مناسب ہو کہ الیمین ازراہ [illegible]
اگرچہ صورت مین اتفاق ہو کذا فی السراج المنیر فی الفرس یٰبنی آدم لا یفتننکم الشیطان اے بنی آدم شیطان تمکو امید ہائے دراز
و طمع مال و جاہ و عمر دراز تک پہونچنے کی بہوسات سے فتنہ مین نہ ڈالے جیسے تمہارے باپ آدم کو جنت اور اسکے دوام کی طمع دلائی
کیونکہ اس سے آدمی مقام قدس و انس سے عالم کدورت و وحشت کی طرف خارج ہوتا ہو یعنی ظاہر و باطن پریشان ہوجاتی اور ظلمت
اسپر چھا جاتی ہو اور عالم نور و سرور سے نکل جاتا ہو جیسے آدم کا حال ہوا کہ وہ جنت خلد سے عالم دنیا دی مین نکالے گئے پس یہ
چیزین نورانی لباس کو آدمی کے سر باطن سے اتار دیتی ہین اور اسکو لباس تقوی سے جسکو اللہ تعالے نے یہان ذکر کیا ہو ننگا کر دیتی
ہین جب بندہ اپنی ہوا سے نفسانی و طمع شہوات شیطانی کا تابع ہوتا ہو اور اسی خواہش و شہوت کو طلب کرتا ہو تو صفائے عبادت سے
خارج ہوجاتی ہو اور نور درگاہ سے مجرد ہوجاتا ہو اور انسانی ظلمتین اسپر غلبہ کرکے سامنے آتی ہین کیونکہ فراق کی بلائین یہی ہین یعنی انہین سے
آدمی درگاہ رحمت سے دور پڑجاتا ہو۔ اور جنت سے نکالنے اور لباس اتارنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی حالانکہ در حقیقت اس
واقعہ کا باعث ہو اور ظہور قہر مین واسطہ ہو تو اسی وجہ سے کہ جب بندہ کو دوری و مہجوری کی کوئی علامت ملنے کو ہوتی ہو تو اسکا

بندہ اسی مطرود و مردود ابدی یعنی شیطان کے وسوسہ و اسکے مزخرفات کو قبول کر لیتا ہی پس اثر دوری ومہجوری ظاہر ہوتا ہو ورنہ شیطان
کو خود ذرا بھی قدرت نہین ہی کہ جسکو چاہے گمراہ کر سکے اور اضلال اسکے اختیار مین نہین ہی اور بہان انوار عنایت اور آتش محبت دونون مجتمع
ہونے تو وہ اس بندہ کے حال سے محسوس ہوتا ہی کہ وہ اس آتش محبت و انوار مودت مین جل جائیگا یعنے بسا اوقات فی الجملہ درد فراق
چکھا دیا جاتا ہی جو درحقیقت ان نعمتون پر تنبیہ ہے۔ بعض مشائخ سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے مخلوق کو جنت سے نکالا جہان قرب حق حاصل تھا
حالانکہ اس مخلوق کو معرفت حاصل تھی تو فرمایا کہ اتباع نفس و خواہش نفس و شیطان نے دور کر دیا۔ ابن عطا رح نے کہا کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے
نکلنا اور بہت گریہ و زاری کرنا اور اپنی عاجزی ظاہر کرنا اور انکی پشت سے انبیاء و رسولون کا ظہور ہونا یہ انکے واسطے جنت و اسکی نعمت سے
کہین بڑھکر ہی۔ بعض نے کہا کہ قولہ ینزع عنہما لباسہما۔ اس سے انوار قرب و عزت مراد ہین یعنے لباس جنت سے جسطرح خارج ہوئے
ویسے ہی ان انوار سے باہر ہوئے اور ابو سعید خراز رح نے کہا کہ یہ لباس وہ نور قرب تھا جو انکو حاصل ہوا تھا نصر آبادی نے کہا کہ سب سے
بہتر لباس حضرت آدم کو لباس قرب و حضوری تھا پھر جب خلاف حکم اُنسے واقع ہوا تو یہ لباس اتار لیا گیا۔ بعض سلف نے کہا کہ جنے
سر الٰہی کی سبب بے ادبی کی جو اسپر وارد ہوتا ہی تو اللہ تعالےٰ اُسپر اسکے عیوب نفس کو گویا کر دیتا ہی استاد رح نے کہا کہ خواہش نفسانی مین نفس کی
بات جسنے کان دھر کر سُنی تو وہ ہوا جس نفس و ہوس شیطان مین پڑ جاتا ہی پس وساوس و ہواجس باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اور
خواطر قلب اور زواجر علم اسکے مقابلہ مین آخر کار پست ہو جاتے ہین پس بہت تھوڑے عرصہ مین یہ وساوس و ہواجس تمام اُسکو گھیر لیتے ہین
اور وہ شخص انھین لوگون کی لڑی مین گوندہ دیا جاتا ہی جو اپنی جی کی چاہت کے غلام بنے بیٹھے ہین پھر اسکی اس حالت سے اسکا قدم لڑکھڑاتا
ہو اور آخر گناہ مین گر کر عذاب کی خندق کی طرف پھسلتا چلا جاتا ہی پھر اگر توبہ کی توفیق پہونچگئی تو تدارک کر کے اسکے لئے تدارک تھام لیا اور اوپر
نکال لیا بشرطیکہ اسنے پہلے کامون سے دہ میل دور کر دیا اور اگر یہ نہوا تو پھر چند روز مین اسکے دل پر سیاہی چھا جاتی ہی اور اسکو تیہر بنا دیتی ہی
جب یہ حالت پہونچی تو حیات اس سے الگ ہو جاتی ہی اور بلائین اسپر لپٹی ہو جاتی ہین قال المترجم یہ بات ماخوذ ہی حدیث صحیح مسلم
سے جسمین گناہ کرنے سے قلب پر ایک نقطہ سیاہ پیدا ہونے اور درصورت عدم توبہ کے بڑھکر تمام دل گھیر لینے اور پھر اسمین بھلائی
سمانے کا حال مذکور ہی۔ فتدبر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بندون کو شیطان سے زیادہ تحذیر دلائی کہ وہ ایسا چور بنا اور دشمن دین ہی کہ ایسی
راہ سے چوری کر لیتا ہی کہ آدمی اسکو دیکھتا نہین ہی کما قال تعالےٰ انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم شیاطین تو اس سبب کو دیکھتے
جدھر سے بندہ پر بقادیر امتحان آنے والے ہین اور وہ مشیت مین جاری ہو چکے ہین پھر جب شیاطین نے دیکھا کہ یہ حکم قضا اسپر
جاری ہوا ہی تو گمراہ کرنے کے قصد سے اسکے پیچھے پڑتے ہین کیونکہ وہ قضا و قدر تو مقدر ہی نہین ٹل سکتی پس اسمین اسکو موقع وساوس
سے راہ مستقیم سے نکال باہر کرین اور اگر وہ ثابت قدم ہی تو قضاء مقدر کو باطن مین خوشی سے برداشت کریگا اگرچہ ظاہر مین اسکو رنج
و کلفت پہونچی پس جب ایسا موقع پا کر شیطان اسکے پیچھے ہو سے اور بندہ اسکو دیکھتا نہین ہی جبتک کہ وہ اپنی شہوات کی تاریکی اور
اس سے حجاب مین پڑا ہوا ہی اور نیز شیطانون کو کبھی نہین دیکھ سکتا جبتک کہ اپنی طبیعت کی تاریکی و حجاب مین گرفتار ہی پس شیاطین جب
قابو پا کر جو کچھ انکی حرکتین گمراہ و تباہ و برباد کرنے کی ہین سب اسکے ساتھ مناسب طور سے عمل مین لاتے ہین اور اگر بندہ اپنے نفس
کی سیاہی اور خواہش نفسانی کی تاریکی سے درگاہ نورانی حضرت عزت عز و جل کی طرف رجوع لایا اور آسمان غیب کو دیکھا اور درگاہ
مولیٰ عز و جل مین اپنے نفس و شیاطین کے شر و فساد سے پناہ مانگی و التجی ہوا حتی کہ اسکو قرب حاصل ہوا تو اللہ تعالےٰ اُس کو

نور بصیرت عطا فرماتا ہی جس سے شیطانون کو اور انکے مکر کو دیکھ لیتا ہی پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ وغیرہ سے اسکو آگ کے گرز پھرہیا
حاصل ہوجاتا ہی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید و قوت سے ان سب شیاطین کو ایک دم مین جلا ڈالتا ہی اور سب کو اپنی نظر سے دیکھکر
دور بھگا دیتا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید مین واضح دو آیتین فرمائی ہین جس سے صریح معلوم ہوا کہ بندہ نیک کی یہ حالت ہی کہ شیاطین
کو انکے مواقع حیلہ گری و اشکال مین دیکھکر اپنے آپ کو اُنسے بعنایت الٰہی محفوظ کرتا ہی پس اول آیت تو قولہ تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسہم
طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون۔ البتہ جو لوگ متقی ہوے جبکہ انکو کچھ وسواس شیطانی پہونچے تو یاد کرتے یعنی ہوشیار ہوجاتے ہین
بیاد الٰہی و آیات پاک کے پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہوجاتے ہین اور دوسری آیت قولہ تعالیٰ لا یسمعون الی الملا الاعلی و یقذفون من کل جانب
دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب الآیۃ۔ شیخ ذو النون رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے
دیکھتا ہے کہ تو اسکو نہین دیکھتا تو اللہ تعالیٰ لے تیرا پروردگار عزیز جلیل سبحانہ و تعالیٰ اسکو ایسی راہ سے دیکھتا ہی کہ وہ اللہ
تعالیٰ کو نہین دیکھتا پس تو اپنے پروردگار عزوجل سے استعانت طلب کر پس اسکی نظر رحمت کے سامنے بھلا شیطان و اسکا مکر کیا ہی جیسا کہ
قال تعالیٰ ان کید الشیطان کان ضعیفا الآیۃ۔ البتہ مکر شیطان بہت ضعیف ہی **قال المترجم** شیطان ہو یا فرشتہ ہو شیر ہو یا بھیڑیا کوئی
چیز ہو سب حکم الٰہی عزوجل کے تحت قدرت مین مسخر ہین کسی کو ذرہ برابر یعنے کچھ بھی خلاف کی مجال نہین ہی اگر صدق دل سے مومن ہو تو شیطان
کی کیا مجال ہی کہ جسکے واسطے نظر رحمت الٰہی جل سلطانہ ہو اسکی طرف آنکھ اُٹھا سکے وقد قال تعالیٰ وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یؤمن
بالآخرۃ ممن ہو منہا فی شک و ربک علی کل شیء حفیظ الآیۃ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شیطان کو اپنے اولیاء یعنے مومن بندون سے
جو اسکی جناب مین عاجزی و بندگی کرتے ہین اور سوائے اسکے کسی کو شریک نہین لاتے بلکہ اسکی جناب پاک مقدس مین شرک کا سبب کہین نشان
ہی نہین اور اس درگاہ عظمت مین اسکا امکان نہین تو شرک کی نفی کرتے ہوے فرماتے ہین سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون بالجملہ اسکا کرم و فضل ہی کہ مومن بندون
سے شیطان کا مُنھ پھیر دیا اور اعداء یعنی کافرون و مشرکون کی طرف کر دیا کہ وہ سب شیطان کے دوست ہوگئے اور یہ کافر و مشرک
مع شیطانون کے سب کے سب اہل ایمان کے دشمن ہوئے وقد قال تعالیٰ انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون۔ آیتین تصریح کر
کہ یہ سب کچھ ہماری قدرت و مشیت سے ہی کسی اور کو یہان کوئی بات کرنے کی مجال نہین ہی۔ جب بندہ کو ایمان نصیب ہوا تو وہ سچا بینا
و دیکھتا ہو اور نعوذ باللہ تعالیٰ اگر کافر و مشرک بنا یا گیا تو وہ ٹاپتا پھرتا اور دوسرون کو خالق بناتا پھرتا ہی تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون
علوا کبیرا یہ سب چیز فقط اسی پاک پروردگار عزوجل کی قدرت کاملہ و مشیت محکمہ سے پیدا ہوئی ہی اسی نے مومنون کے دلون مین اپنی
الفت دیدی اور آپس مین وہ مومنین ایک جان دو قالب ہین اور اُسی نے فاسقون کافرون و مشرکون کے دلون مین شیطان و اُنکے تابعون کی
الفت دیدی کہ وہ مومنون کے دشمن ہین لیکن مومنون کو ان شیاطین کی عداوت سے کچھ ضرر نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ تمین حفاظت ازلیہ میا
ان دشمنون کے شر و فساد سے محفوظ ہین **ابن عطا** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ انا جعلنا الشیاطین۔ اور قولہ تعالیٰ انہم اتخذوا الشیاطین
اسمین حقیقی نسبت تو وہ ہی جو اپنی طرف اضافت فرمائی یعنے ہمنے ایسا کر دیا اور جو انکی طرف نسبت کی ہی وہ معارف ہین اور یہی حال
تمام قرآن مین خطاب الٰہی کا ہی کہ اورون کی طرف جہان اضافت ہی وہ بطریق معارف ہے کہ عارف سمجھے گا۔ فافہم۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور جب کبھی کچھ عیب کا کام کرین ہمنے دیکھا اسطرح کرتے اپنے باپ دادونکو اور اللہ نے ہمکو یہ حکم کیا تو کہ اللہ حکم نہین کرتا عیب کے کام کو کیون جھوٹھ بولتے ہو اللہ پر جو معلوم نہین رکھتے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً فاحشہ وہ گناہ کہ جسکی برائی و قباحت درجہ انتہا کو پہونچ گئی ہو اور اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد ننگے طواف کرنا ہی
ابن عباس و سدی وغیرہ کا ہو اور عطاؒ نے کہا کہ وہ شرک ہو اور مفسرؒ نے اختیار کیا کہ وہ عام ہو ہر فاحشہ کو شامل ہو خواہ شرک ہو یا ننگے طواف
ہو یا کوئی اور ہو اگرچہ اس عبارت کے نازل ہونے کا سبب ظاہری یہی واقع ہوا کہ ننگے طواف کرنے سے باز نہ آئے قال الحافظ فی التفسیر
مجاہدؒ نے کہا کہ مشرکین ننگے طواف کرتے اور کہتے کہ ہم ویسے طواف کرتے ہیں جیسے ہماری ماؤں نے ہمکو جنا تھا لیکن عورت اپنی فرج پر کوئی
ٹکڑا چمڑے کا یا کوئی اور چیز رکھ لیتی اور طواف کرتے ہیں کہتی جاتی ؎ الیوم یبدو بعضہ او کلہ ۔ وما بدا منہ فلا احلہ یعنے آج کا دن ہو کہ جائے
شرمگاہ تھوڑی کھلی اور سے یا سب کھلجاوے سو نہیں ہو اور جو کچھ ہم میں کھلجاوے اسکو میں حرام ہی رکھتی ہوں حلال نہیں کرتی ہوں پس اللہ تعالیٰ نے نازل
فرمایا واذا فعلوا فاحشۃ الآیۃ قال الحافظ تمام عرب والے سوائے قریش کے اُن کپڑوں کو جنکو پہنا ہو پہنکر طواف نہ کرتے اور کہتے
کہ ہم ان کپڑوں میں طواف نہیں کرتے جن میں ہمنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو اور قریش جو حمس کہلاتے تھے البتہ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے
تھے اور احمسی نے اگر کسی کو کپڑا مانگے دیا تو اسمیں یا نیا کپڑا ہوا تو اسمیں طواف کرتا پھر پھینک دیتا کہ کوئی اسکا مالک ہوتا ورنہ ننگا طواف کرتا اور
ایسے ہی عورتوں کا حال تھا لیکن عورتیں اکثر رات میں طواف کرتیں اور یہ بات ان لوگوں نے اپنے نفس سے بوسوسۂ شیطان نکالی تھی پس
اللہ تعالیٰ نے اسکو منکر قرار دیا اور زجر کیا چنانچہ فرمایا۔ واذا فعلوا فاحشۃ یعنی اور جب مشرکین کوئی فحش گناہ انتہا درجہ کا کرتے
ہیں تو قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَا اٰبَاءَنَا کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے باپ دادوں کو اسی فعل پر پایا پس ہمنے انکی اقتدا کی ہو وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا
یعنی اور یہی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اس کام کا حکم کیا ہو ما حصل آنکہ شرک و ننگے طواف و جانوروں کی گت بنانا وغیرہ فحش باتیں کرتے
اور جب تنبیہ کیے جاتے کہ یہ سب فحش و حرام ہو تو دو عذر کرتے ایک یہ کہ ہم نے باپ دادوں کی تقلید کی ہو اور وہ بہر حال ہم سے اچھے تھے
اور دوم یہ کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہو اور شاید دوسرا عذر اسوجہ سے بیان کرتے تھے کہ باپ دادے جب اچھے تھے تو خواہ مخواہ
انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا ہوگا پس یقین کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہو قال البیضاوی مشرکوں نے دو باتوں سے حجت پکڑی ایک تو باپ
دادوں کی تقلید کیا تھا اور دوم اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کے ساتھ پس پہلی بات کا باطل ہونا تو ظاہر ہوا تھا اسکو ترک فرمایا اور دوسری بات کو رد کر دیا بقولہ
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نہیں حکم کرتا فحش باتوں کا پس تم جو کہتے ہو کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہو یہ تمہارا افترا ہو قال البیضاوی
یعنی عادت الٰہی عزوجل یونہی جاری ہو کہ محاسن افعال و مکارم اخلاق کا حکم فرماتا ہو فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا اور بعضے جو بعض لوگوں نے سمجھا کہ کسی فعل کا قبیح
ہونا اس معنی کر کے کہ آیندہ اسپر مذمت عائد ہو یہ عقل سے ثابت ہو کیونکہ عدم امر الٰہی انحصار سے انکے اقرار کو رد کیا اور انکے فعل کو فحش
قرار دیکر مذمت کی تو معلوم ہوا کہ یہ عقلی ہو تو بیضاویؒ نے رد کر دیا کہ اس کلام میں کچھ بھی دلالت نہیں کیونکہ فاحشہ سے تو مراد یہاں وہ فعل ہی
جس سے طبیعت نفرت کرے یعنی نہ وہ کہ عقل اسمیں باعتبار ترتب مذمت فی حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کرے فافہم۔ اور بعض نے کہا کہ مشرکین نے
یہ دونوں جواب دیے ہیں گویا انسے کہا گیا کہ تمنے یہ فعل فاحشہ کیوں کیا تو انھوں نے کہا کہ وجدنا علیہا آباءنا پھر کہا گیا کہ تمہارے باپ دادوں
نے کہاں سے پایا تو کہا کہ اللہ امرنا بہا پھر بیضاویؒ نے کہا کہ بہر صورت تقلید کرنا بھی منع ہو کہ جب دلیل شرعی اسکے برخلاف قائم ہو اور
مطلقاً منع نہیں ہو یعنی اگر تقلید سے کوئی فعل کیا پھر دلیل شرعی قائم ہوئی کہ یہ فعل یوں نہیں بلکہ اسطرح ہو تو اسوقت میں دلیل شرعی کی اتباع کرے
اور تقلید حرام ہو اور مطلقاً منع نہیں۔ واضح ہو کہ اعتقادات میں تقلید کا کام نہیں اور افعال جوارح میں یہ گفتگو ہو پس یہ صحیح ہو کہ جب دلیل
سے فعل تقلیدی کی خلاف ثابت ہو تو اس فعل میں ضرور تقلید چھوڑ دے اور لازم ہو کہ جہاں کچھ اشتباہ ہو وہاں مسئلہ میں تفتیش و تلاش کرے

واللہ یہدی من یشاء وہو اعلم بالمہتدین - پھر مشرکون کے افترا باندھنے پر انکار کے ساتھ ملامت فرمائی بقولہ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ کی جناب مین وہ بات کہ تم نہین جانتے یعنے نہین جانتے کہ اوتعالے نے فرمائی یا نہین - مگر جہالت سے کہتے ہو کہ اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا ہو پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی جناب مین افترا باندھے وہ اسی ملامت کا مصداق ہو اور حدیث مشہور بلکہ متواترین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا لے اور بعض روایات مین ہو کہ اگر کوئی میرے ذمہ لگا وے وہ بات جو مین نے نہین کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے لہذا اسلما ایماندار کو روا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو بے جانے بوجھے نسبت کردے پس یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے یون فرمایا ہو یا فلان شخص سے یون سُنا ہو یا یہ چیز آپ کی ہو یا آپ نے ایسا کیا - یا آپ نے فلان شخص کو کرتے دیکھا - یا فلان شخص کو یہ خبر دی ایسے ہی بہت سے امور ہین کہ جب تک یقیناً یہ ثابت نہو کہ فلان حدیث سے ثابت ہو اور صحیح ہو تب تک زبان کو روکے ورنہ جہنمی ہو جانے کا خوف ہو واللہ سبحانہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا کہ مشرکین گمراہون کو راہ عدل و صراط مستقیم جو تحقیق حکم الٰہی ہو سُنا دے اور راہ ہدایت بتلا دے بقولہ تعالیٰ

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ

تو کہہ میرے رب نے فرمائی ہو دینداری اور سیدھے کرو اپنے مُنھ ہر نماز کے وقت اور پکارو اُسکو نرے اُسکے حکم بردار ہو کر جیسے تمکو پہلے بنایا

تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

دوسری بار ہوگے   ایک فرقہ کو راہ دی اور ایک فرقہ پر ٹھہری   گمراہی   اُنھون نے پکڑے   شیطان   رفیق   اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

اور سمجھتے ہین کہ وہ راہ پر ہین

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ یعنی اے محمد صلعم کہدے کہ حکم دیا میرے رب نے بقسط یعنی عدل کے ساتھ یعنی عدل و استقامت رکھنے کا حکم دیا ہے وَاَقِيْمُوْا یہ معطوف ہو بالقسط کے معنی پر اسطرح پر ان اقسطوا واقیموا - عدل کرو اور اقامت کرو - یا اس سے پہلے اقبلوا مقدر ہو یعنی امر بالقسط فاقبلوا واقیموا یعنی حکم دیا میرے پروردگار نے عدل کا پس اسکو قبول کرو اور قائم کرو راست و ٹھیک وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اپنے چہرون کو ہر سجدہ کے وقت سجدہ مصدر یعنی سجود ہو اور عند ظرف زمان ہو اور یعنی یہ کہ خالص کرو اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے اپنے سجود کو وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور عبادت کرو اسی کی درحالیکہ خالص کرنے والے ہو اسکے واسطے دین کو شرک سے قال اسحاق فی التفسیر حاصل آیت آنکہ میرے پروردگار نے تمکو حکم دیا کہ عدل کرو اور اسکی عبادت کو اپنے موقع پر ٹھیک رکھو اور اسکی عبادت مین اخلاص کا برتاؤ کرو پس عبادت اپنے موقع پر یون ٹھیک ہوگی کہ رسول جو تجویز و مستقیم کیا گیا ہو وہ جو شریعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے لایا ہو اسمین پوری پوری اسکی پیروی کرو پھر اخلاص سے عمل کرو کیونکہ اللہ تعالے کسی نیک کام کو قبول نہین کرتا جب تک کہ یہ دونون باتین اسمین نہ پائی جاوین ایک یہ کہ شریعت کے موافق ہو اور دوم یہ کہ شرک سے پاک خالص ہو كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنے جیسے تمکو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے ایسے ہی عود کروگے یعنی پھر تمکو قیامت کے روز زندہ کرکے اٹھا دیگا حاصل آنکہ ہر فحش و شرک سے بچو اور روز جزا سے ڈرو اور وہ قیامت ہو اسکے منکر مت ہو جیسے تمکو ابتدا ...

پیدا کر دیا کہ تمھارا کچھ بھی وجود نہ تھا وہ ضرور قادر ہے کہ پھر دوبارہ تمکو زندہ کر دے پس ضرور تم قیامت کے لیئے اُٹھائے جاؤ گے
فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ یعنے ایک فریق کو تم مین سے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہ ہونا ٹھیک کر دیا واضح
ہو کہ یہ تفسیر جو مفسر رح نے ذکر فرمائی ہے وہی حضرت حسن رح و قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی حضرت مجاہد رح کا ظاہر قول ہے کہ فرمایا یعنی بعد موت کے
تمکو زندہ فرماویگا۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ معنی یہ کہ جیسے تمکو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تمکو آخر مین اعادہ فرماویگا اسی قول کو
شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہے حدیث جو حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا
اور فرمایا کہ اے لوگو تم حشر کیئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے پھر پڑھی یہ آیت کما بدأنا اول خلق
نعیده وعدا علینا انا کنا فاعلین رواہ البخاری ومسلم ایضاً اور سدی رح نے یہ معنی بیان کیئے کہ کما بدأکم تعودون یعنے جیسے تمکو ایک فریق ہدایت یافتہ
اور ایک گمراہ مقدر کیا ہے ایسے ہی اپنی ماؤن کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہو **قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس** رض اللہ تعالیٰ
نے اولاد آدم کی خلقت مین مومن و کافر رکھے ہین چنانچہ فرمایا ہو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن پھر روز قیامت کو جیسے پیدا کیا ویسے
ہی اعادہ فرمائیگا **قال الحافظ** اسکی تائید بحدیث ابن مسعود رض ہے جسمین حضرت صلعم سے یون روایت ہے کہ پھر قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے
سوا کوئی معبود نہین ہے کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اسکے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہے پھر
اسپر تقدیر غالب ہوتی ہے پس دوزخیون کا کام کرگذرتا ہے پس دوزخ مین داخل ہوجاتا ہے اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک
کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہے پس جنتیون کا کام کرتا ہے جس سے جنت مین داخل ہوجاتا ہے۔ رواہ
البخاری اور قصہ قزمان کی حدیث بخاری مین مانند اسکے مضمون آیا ہے اور آخر مین ہے کہ اعمال کا اعتبار تو خواتیم پر ہے یعنے جس عمل پر خاتمہ
ہوا اسکا اعتبار ہے اور جابر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر نفس اسی حالت پر مبعوث ہوگا جسپر وہ دنیا مین تھا رواہ ابن حبان
اور بلفظ صحیح مسلم یہ ہے ہر آدمی اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر وہ مرا ہے وقد رواہ ابن ماجہ ایضاً **قال الحافظ** اگر آیت سے یہ معنی مراد ہون کہ
جسطرح مقدر ہوا ہے اسی پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ اسمین اور قولہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ مین اور حدیث
کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ مین توفیق دی جاوے اور وجہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکو پیدا کیا تاکہ ثانی الحال مین کافر و مومن ہون اگرچہ
ابتدا ار فطرت مین سب کے سب توحید و اسلام پر مفطور ہوئے ہین جیسا کہ ان سے عہد و میثاق لے لیا تھا فافہم اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ یعنی غیر اللہ سوائے خدا کے وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ یہ کلام تعلیل ہے انپر ضلالت ثابت ہونے کی
کہ انھون نے شیاطین کو اولیا بنایا اور خیال کرتے ہین کہ ہم ہدایت پر ہین **قال الشیخ ابن جریر** رح بعض لوگون نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ
کسی شخص کو فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت پر عذاب نہین کریگا مگر جبھی کہ ٹھیک وجہ سے راہ راست کا اور اس فعل کی معصیت اور اس
اعتقاد کی ضلالت ہونے کا علم اسکو ہوا ہو پھر اسنے یہ فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت باقی رکھا ہو اور یہ زعم ان لوگون کا غلط وخطا ہے
اسواسطے کہ اگر یہی ہوتا تو یہان فریق ہدایت مین اور فریق ضلالت مین کچھ فرق نہوتا اسواسطے کہ فریق ضلالت اپنے آپ کو ہدایت پہ
سمجھتے ہین حالانکہ انکے نام و احکام سے اللہ تعالےٰ نے دونون مین فرق فرمایا ہے **ف فی العرائس** جب قوم نے راہ عدل و احسان
سے منھ موڑا اور گمراہون یعنے شیطانون کے پیچھے چلے تو آنحضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جو باتین عدل و توحید و اخلاص وغیرہ
جناب الٰہی کے لائق ہین اور کسی اور کو انکی لیاقت نہین ہے وہ اس قوم برگشتہ کو اعلام فرمادے بقولہ قل امر ربی بالقسط اسمین اشارہ ہے

کہ قسط باطنی یہ ہے کہ سر باطن کو دیدار قدم میں حدوث سے مجرد و مقدس کرے اس صفت کے ساتھ کہ درمیان میں حظ نفس کو کچھ بھی دخل نہو کیونکہ
وہاں نفس کو بھی حظ ملتا ہے کہ مشاہدہ کی حلاوت میں مشغول ہوجاتا ہے بسبب اداے عبادت کے پس نفس کے اس مزہ کے واسطے ایسا نہ کرے
بلکہ حظ حق پر رہے وہ یہ ہے کہ انوار عزت ازل کا سر باطن پر ظاہر ہونے کے وقت نفس کو آتش توحید میں جلادے پس صفات ازلیہ کے ساتھ
استقامت پر مستوی رہے تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر اہل شہود کو انوار جلال سے مکاشفہ دیکر انقطاع حدوث کی دعوت فرمائی بقولہ واقیموا وجوہکم
عند کل مسجد جب انوار قدرت ظاہر ہوں تو دعا و تضرع کے ساتھ اغیار کو درمیان سے دور کرتے ہوے اپنے چہروں کو اور پیشانیوں کو
درگاہ عزت کے سامنے خاک پر رکھو کیونکہ دعا یہی ہے کہ لقاء رب میں قلب کو تمام شوق ہو اسطرح کہ درمیان میں غیر کو دخل نہ رہے قولہ وادعوہ
مخلصین لہ الدین یعنی حدوث کی کدورت اور غیر کی طرف نظر سے صاف ہوکر توحید و دعا کرو پھر جب یہ صفات پورے ہوے تو حقائق عبودیت
پورے ہوے جنکو اللہ تعالےٰ نے دین فرمایا ہے شیخ جنیدؒ نے اس آیت میں کہا کہ سر باطن کی حفاظت اور ہمت کے بلند رکھنے کا اور تمام
جہان کے عوض اللہ تعالےٰ کو لینے پر راضی ہونے کا حکم دیا شیخ رویمؒ نے کہا کہ اخلاص دعا یہ ہے کہ اپنے افعال سے اپنی نظر اٹھا دے
حارث محاسبیؒ نے فرمایا کہ معاملہ الٰہی عزوجل کے درمیان سے مخلوق کو نکال دینا یہی اخلاص ہے۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ ہمیشہ خالق عزوجل ہی
کی طرف نظر رہنے کے واسطے مخلوق کی طرف نظر رکھنے کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہے بعض نے فرمایا کہ ہمیشہ مراقبہ رکھنا اور جملہ حظوظ کو فراموش
کرنا یہی اخلاص ہے **قال الاستاذ** فی قولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد اسمیں اشارہ یہ ہے کہ ہر حالت میں دوامی شہود ہو اور کسی وقت کوئی
لحظہ اسکو فراموش نہ کرے خواہ کچھ آوے یا جاوے مقدم ہو یا مؤخر ہو پھر جب سب کو خالص عبودیت کا حکم دیا اور واسطے [illegible]
مخاطب کیا بعد ازانکہ سب کے سب پردۂ عدم سے موافق قضا و قدر کے شقاوت و سعادت و ہدایت و ضلالت پر نکالے
ہیں تو سب کو مشیت سابقہ پر حوالہ کیا یعنی انکو یہی نہیں ہے کہ جو عبودیت کی طرف متوجہ ہوا وہ واصلین میں سے ہے اور جو بھاگا وہ مہجورین میں
سے ہے اسواسطے کہ طاعت و عبودیت تو درمیان میں طاری ہوگئی ہیں بلکہ جسکی فطرت بندگان مقبول کی فطرت ہے وہ ہر حال میں مقبول ہے
اور جسکی فطرت مردودہ ہے وہ مردود ہے چنانچہ مصرح کردیا بقولہ کما بداکم تعودون۔ فریقا ہدی وفریقا حق علیہم الضلالۃ سب کو دو نشان سے
موسوم کیا ایک کو یہ نشان لطف اور دوسرے کو یہ نشان قہر پس جو بر صفت لطف ہوا اسکو تلوین کی گردش سے کچھ مضرت نہیں اور
جو بر صفت قہر ہوا اسکو ظاہری تمکین کی منفعت سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس محل امتحان سے نکالنے کے بعد اصلی فطرت پر ہونگے ایک فریق تو
انوار معرفت پر ہوگا اور ایک فریق تاریکی ضلالت پر ہوگا **قال ابو الحسن النوریؒ** یعنے جو تیر ازل میں مقدر ہوا وہ ابد میں واقع ہوگا **قال
الحسین** اعمال پر مغرور مت ہو کیونکہ وہ کبھی انجام کار سے موافق ہوتے ہیں اور کبھی مخالف ہوتے ہیں **قال المترجم** یہ سب اقوال
قریب قریب ہیں **قال بعضہم** اسی سے اسی کی طرف عود کرگئے اپنے وجود سے انکو دیگر اشیاء کی لذت سے چھڑایا اور اپنے علم و
معرفت کے ساتھ انکو غیر کے علم سے نکالا اور اپنے ارادۂ غالب کی معرفت سے انکو اغیار کے ارادہ سے آزاد کیا **قال الشیخ**
مجھے یہاں ایک نکتہ معلوم ہوا یعنے بعض کو دیدار جمال سے پیدا کیا تو معرفت میں پڑے اور بعض کو دیدار جلال سے پیدا کیا تو وہ نکرت
میں پڑے لیکن عین قدم کے دروازہ پر جا پڑے اور وہاں افہام کو تقصیر دامنگیر ہوتی ہے پس میدان نکرت میں پڑے رہجاتے ہیں
اور بعضے کثرت النکرۃ میں رہتے ہیں اور بعضے معرفۃ المعرفۃ میں رہتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مساجد شہود میں اقامت وجوہ
کا حکم فرمایا تو اسکے بعد مواقف مراتبات میں زینت اور درستی و استقامت کا حکم دیا بقولہ تعالےٰ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ

اے اولاد آدم کی لے لو اپنی رونق ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور مت اُڑاؤ اُسکو خوش نہین آتے اُڑانے والے تو کہہ کسنے

حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُسنے اپنے بندونکے واسطے اور ستھری چیزین کھانے کی تو کہہ وہ ہے ایمان والون کے واسطے دنیا کی زندگی مین نری اُنکی ہے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

قیامت کے دن یون بتاتے ہین ہم آیتین جن لوگون کو بوجھ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے اولاد آدم خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ لو اپنی زینت کو یعنی ایسے لباس پاک کو جو تمھارے اتنے بدن کو ڈھکے جسکا ڈھکنا واجب ہے عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے نزدیک **قال الحافظ** اس آیت کریمہ سے وہ برا طریقہ جسپر مشرکین اعتماد کرتے تھے یعنی ننگے ہو کر طواف کرنا وہ مٹا دیا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرک لوگ مرد و عورتین سب خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن ادا کرتے تھے سو مرد تو دن مین اور عورتین رات مین اور بعضی عورت طواف کرنے مین کہتی جاتی تھی الیوم یبدو بعضہ او کلہ و ما بدا منہ فلا احلہ پس اللہ تعالی نے حکم دیا کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد رواہ مسلم والنسائی وابن جریر اور عوفی نے ابن عباس سے اس معنی کے ساتھ اسقدر زائد روایت کیا کہ زینت لباس ہے یعنی وہ کہ شرمگاہ کو ڈھکے اور سوا اسکے بیش قیمت کپڑے و متاع پس لوگونکو حکم دیا گیا کہ ہر مسجد پاس اپنی زینت کو لیوین وکذا قال مجاہد وعطاء وابراہیم النخعی وسعید بن جبیر وقتادۃ والسدی والضحاک والزہری وغیر واحد من ائمۃ السلف فی تفسیر الآیۃ یعنی مشرکون کے ننگے طواف کرنے کی رسم کو مٹانے کے واسطے یہ حکم نازل ہوا **قال المترجم** امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد کو ناف سے گھٹنون تک ڈھکنا واجب ہے اور گھٹنے بھی شامل ہین اور آزادہ عورت کا تمام بدن عورت ہے باستثناء قدم و ہتھیلیون کے اور تمام تفصیل شروح مذکور ہے مجھے صرف تنبیہ مقصود ہے پھر آیت کریمہ اگرچہ طواف کے بارہ مین نازل ہوئی لیکن کلام عام ہے پس حکم بھی عام لیا گیا لہذا مفسرین نے عند کل مسجد کی تفسیر مین کہا کہ طواف کے وقت اور نماز کے وقت یعنی حکم عام ہے پھر یہان یہ اشکال پیش کیا گیا کہ طواف کے وقت تو ستر ڈھکنا واجب ہے اور نماز مین فرض ہے پھر تفریق کیونکر ہے اور شافعیہ پر یہ اشکال وارد نہین ہوتا کیونکہ وہ وجوب و فرض مین فرق نہین کرتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک بھی حق عمل مین دونون یکسان ہین لیکن پوشیدہ نہین کہ حق حکم مین عموماً مساوات نہین چنانچہ جسنے نماز مین ایک آیت پڑھی تو فرض ساقط ہوگیا اگرچہ وجوب قراءۃ سورۂ فاتحہ و دیگر زائد کے نہ پائے جانے سے نقصان رہا جسکا اعادہ واجب ہے حالانکہ شافعیہ کے نزدیک فرض بھی ساقط نہین ہوتا اور نماز باطل ہے بالجملہ حنفیہ پر یہان جواب لازم ہے پس جواب یون دیا گیا کہ آیت سے تو نماز مین بھی وجوب ہی ثابت تھا لیکن فرضیت بدلیل اجماع ثابت ہوئی ہے کذا قیل وفیہ نظر فان الافتراق بین الوجوب والفرض انما ہو اصطلاح لنا دون الشارع والاجماع الذی لیفید القطع ہو اجماع السلف فکیف الاجماع الآن لا یقال انہ ثبت من اجماعہم بطلان الصلوٰۃ عند عدم الستر فدل ذلک علی الفرضیۃ لکن فی اثبات ذلک مشقۃ فلیتامل حافظ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ زینت کا حکم جو اس آیت سے ثابت ہے اسکے معنی مین جو احادیث سے ثابت ہے وہ چند باتین ہین چنانچہ نماز کے واسطے تجمل مستحب ہے خصوصاً نماز جمعہ و عیدین کے واسطے اور خوشبو لگانا کیونکہ وہ زینت ہے اور مسواک کرنا اسکا متمم ہے اور افضل لباس سپید رنگ کا ہے اور عمدہ سرمہ اثمد کا ہے اور سرمہ بھی بغرض تجمل بہتر ہے اور سنگار کی غرض سے اگر عورتون سے تشابہ کرے تو حرام ہے **قال المترجم** ستھرائی اور سنگار مین فرق ہے پس تجمل مین وہی چیزین ہین جو

ستھرائی و زینت ہون اور عورتون کے سنگار مرد پر حرام ہین اور ایسے ہی عورتون پر مرد کی مشابہت حرام ہے اسکو محفوظ رکھنا چاہیئے ۔ اور منجملہ تجمل کے کنگھی کرنا اور تیل لگانا ہے تمیم داری نے ہزار درم کو ایک چادر خریدی اسکو اوڑھکر نماز پڑھتے تھے وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنے حلال کھانا جو چاہو وہ کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف مت کرو اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اللہ تعالے مسرفون کو دوست نہین رکھتا اور سورۂ اسرائی کی آیت مین فرمایا کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا یعنی مسرف لوگ شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اللّٰهم استغفرک فیما اسرفت وفیما اعلنت واسررت فی تفسیر الحافظ بعضے سلف رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالے نے تمام طب کو آدھی آیت مین جمع کر دیا یعنی کلوا واشربوا ولا تسرفوا مترجم کہتا ہے کہ جب پوری سچی بھوک پر کھاوے اور ہنوز بھوک باقی ہو کہ ہاتھ کھینچ لیوے تو انشاء اللہ تعالی بیمار نہوگا اور پرہیز کرنا جسوقت لائق ہے اسوقت کھانا اسراف ہے فقال۔ اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے وہ کھا اور جو تیرا جی چاہے وہ پہن جب تک کہ اسراف کرنا اور اترانا دونون خصلتین تجھسے دور رہین۔ کما علقہ البخاری اور اسند ابن جریر من طریق طاؤس عنہ اللہ تعالی نے کھانا و پینا حلال کیا جب تک کہ اسراف یا اترانا نہو۔ اسنادہ صحیح اور امام احمد نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعًا روایت کی اسمین ہے کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو بدون اترانے اور بدون اسراف کرنے کے کیونکہ اللہ تعالے محبوب رکھتا ہے کہ اپنی نعمت کو اپنے بندہ پر دیکھے۔ ورواہ النسائی و ابن ماجہ اور بعض روایت مین ہے کہ اللہ تعالی کو محبوب ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے مقدام کندی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہین بھرا۔ آدمی کو چند لقمہ کافی ہین جو اسکی پشت کو استوار رکھین پھر اگر وہ خواہ مخواہ کھاویگا تو خیر یہ کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پیٹ پانی کے واسطے اور تہائی پیٹ سانس کے واسطے رکھے رواہ احمد والنسائی والترمذی وقال فی نسخۃ حسن صحیح انس بن مالک رض سے مرفوع روایت ہے کہ یہ بھی اسراف مین سے ہے کہ ہر چیز جسکو تیرا جی چاہے اسکو تو کھاوے رواہ الدارقطنی فی الافراد وغریبہ تفرد بقیۃ **قال المترجم** لعلہ لبقیۃ بن الولید وفیہ ضعف وقد وثق واللہ اعلم۔ ابن عباس رض نے کہا کہ قولہ انہ لا یحب المسرفین یعنی کھانے پینے مین اسراف کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔ ابن جریر نے اسکی تفسیر مین کہا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے نہین دوست رکھتا مسرفون کو یعنی ان لوگون کو جو حرام و حلال کی حد سے تجاوز کرتے ہین حتی کہ غلو کرکے حرام کو حلال کر لیتے ہین یا حلال کو حرام کر لیتے ہین بلکہ انھین کو دوست رکھتا ہے جو اللہ تعالے کے حرام کیئے ہوئے کو حرام رکھین اور حلال کیئے ہوئے کو حلال رکھین اور کچھ تجاوز نہ کرین اور یہی وہ عدل ہے جسکا حکم فرماتا ہے قُلْ انکارًا علیہم کہدے یعنی انکار کے طریق سے کہدے مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور کون ہے جسنے حرام کر دیا اللہ تعالے کی زینت کو جو اُسنے نکالی ہے اپنے بندون کے واسطے یعنی لباس مین سے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور پاکیزہ چیزون کو رزق مین سے حاصل آنکہ مشرکون جاہلون نے بہت سے حلال و طیب چیزونکو حرام کر لیا تھا اور طواف کی حالت مین زینت لباس کو ترک کیا اور ننگے طواف کرتے تھے پس ملامت و انکار کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالے نے زینت و رزق کو بندون کے واسطے پیدا کیا پس جب اسنے پیدا کیا اور حلال کر دیا تو پھر وہ کون شخص ہے جسنے حرام کیا ہے حاصل آنکہ کوئی نہین حرام کر سکتا ہے اور جو حرام جانے وہ باطل و کذاب ہے **قال البیضاوی** اس آیت مین دلیل ہے کہ مطاعم و ملابس و انواع تجملات مین در اصل اباحت ہے پس سواے ان مطاعم و ملابس وغیرہ کے حرام نہونگے جو کسی دلیل خاص سے حرام یا مکروہ ثابت ہوئے ہین اور یہ بیان اصول مین بھی متقرر ہوچکا ہے۔ اسمین ہمارے زمانہ کے عالمونکو رہ رشد یہ ہے کہ بلا دلیل شرعی کے

بعضی چیزونکو حلال کهتے ہین اور بعض کو حرام کر لیتے ہین اور ایسے ماسواے کهانے پینے کے دیگر اشیا مین بهی انکو بیباکی ہی حالانکہ علما متقدمین نے تصریح کردی
کہ عمدًا تحریم و تحلیل کرنا اگر خلاف حکم اللہ تعالی و رسول اللہ صلعم ہو تو کفر ہی پس ان عالمونکو اللہ تعالی توفیق دے کہ ان باتون سے باز آوین
اور عوام کو ضرور نہین ہی کہ انکی بات کو بلا دلیل شرعی مان لین بلکہ غور کرین کہ اپنا دین کس سے لیتے ہین اور اس آیۂ کریمہ مین فکر کرکے
بعضے اہل تصوف بهی جو نفس کشی اسی مین جانتے ہین کہ اچها کهانا نہ کهاوین اور اچها کپڑا نہ پہنین اور مانند اسکے وہ بهی باز آوین اور نیز جو لوگ
ان چیزون کے حاصل کرنے کے واسطے اسراف کرتے ہین اور بہت سے شبہات بلکہ حرام طریقون سے حاصل کرتے ہین وہ بہت
ہی برا کرتے ہین اللہم اہدنا ویسر لنا وعافنا واعف عنا وانت ارحم الراحمین قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تو کہدے کہ یہ
زینت وطیبات رزق ثابت ہی مومنون کے واسطے زندگانی دنیا مین یعنی مومنین اسکے مستحق ہین اگرچہ غیر مومن بهی ان کے شریک ہین
کذا قال المفسر خَالِصَةً نافع کی قراءۃ مین بالرفع ہی بنا بر آنکہ خبر بعد خبر ہی گویا تقدیر کلام یون ہی قل ہی غیر خالصۃ للذین آمنوا فی الحیوۃ
الدنیا خالصۃ لہم يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنے قیامت مین یہ طیبات وزینت خالص یعنے مخصوص مومنون ہی کے واسطے ہین اور جمہور کی قراءۃ
مین خالصۃ بنصب ہی بنا بر آنکہ حال واقع ہی اور معنی یہ ہین کہ درحالیکہ یہ طیبات وزینت خالص و بلا شرکت ثابت ہین مومنون کے لیئے
قیامت مین اور دنیا مین مومنون کے واسطے مطلقا ثابت فرمایا اور غیر خالص نہین فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ اصلی استحقاق مومنون کا ہی اور کفار اگر
انکے شریک ہوئے تو تبعًا شریک ہوئے ہین ۔ واضح ہو کہ زینت لباس وطیبات طعام مین ایک معنی ادار شکر وعبادت کے اور
لحاظ پاکیزگی شرعی کا معتبر ہی اور یہ ایمان پر موقوف ہی پس خالص وغیر خالص کی تفصیل کی درحقیقت ضرورت نہین کیونکہ کفار کی شرکت اس راہ
سے نہین ہی بلکہ اس معنی کر شرکت ہی کہ یہ اموال دنیاوی و مشتہیات نفس ہین جسمین مومنون کی شرکت نہین ہی کیونکہ قیامت مین مومنون کو
یہی چیزین بدون شرکت نہین حاصل ہونگی بلکہ زینت وطیبات کے مصداق کو جو نعمتہاے جنت سے ہونگی حاصل ہونگی اور اسمین کافرون
کی شرکت نہوگی بلکہ یہان کے مانند وہان بهی بدون زینت وطہارت کے کفار کو پیپ لہو ملیگا اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ
كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ نبینہا مثل ذلک التفصیل جیسے ہمنے مفصل بیان کیا ایسے ہی ہم آیات کو مفصل بیان کرتے ہین لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ایسی قوم کے واسطے جو دانائی رکھتے ہین پس وہ فکر کرکے علم حاصل کرتے ہین اور اسی قوم کی خصوصیت اسواسطے کہ آیات الٰہی سے
انتفاع انہین کو حاصل ہوتا ہی ف فی العرائس قولہ تعالی خذوا زینتکم عند کل مسجد بندہ کی زینت وہ لباس ہی جسکا طراز (نقش) تواضع ہی
اور تانا بانا اسکا استقامت واخلاص ہی جسکا دامن حوادث سے قطع اور اسکی آستین دونون جہان سے مقصور ہی اور جیب اسکی خشوع ہی
اور عطف اسکا خضوع ہی اور پہننے والا منور بنور آخرت اور مشرف بحسن الثواب ہی پس تائبین کا لباس تو سوزش دل وگریہ وزاری ہی
اور پرہیزگارون کا لباس تضرع وشتاب ہی اور زاہدون کا لباس انکے چہرون پر نشان نور سجود ہی اور لباس عابدین انکی آنکهون سے ظہور
نور غیب ہی اور محبین کا لباس بیتابی محبت وہیجان درد ہی مشتاقون کا لباس پیاپے آنسو جاری ہونا اور ہیجان ہی عاشقین کا لباس وجد و
علیا شئ ہین اور مستانسین یعنی حضرت اللہ تعالی سے مقام انس مین مشرف ہونیوالون کا لباس سکینت و وقار ہی اور عارفون کا لباس ہیبت
واجلال ہی اور موحدین کا لباس حیرت وفنا ہی اور ادنی درجہ والا عبودیت مین اور اونچے درجہ والا انوار ربوبیت مین ہی جو عبودیت کو
بجالایا اسکا لباس افعال ہین اور جو ربوبیت مین حاضر ہی یعنے از خود رفتہ ہی اسپر لباس صفات ہی اور جو فنا ہوکر قبلۂ قدم کی طرف
متوجہ ہو اسکا لباس انوار ذات ہین پس احوال مین بڑا تفاوت اور لباس مین بڑا تفاوت اور بندون مین بڑا تفاوت ہی واسطے نے

کہا کہ یا بنی آدم کا خطاب تعریض بعابد ہے گویا فرمایا کہ اے اولاد نقص وعیب اسمین انکو تنبیہ کی تاکہ اپنے نفوس پر نظر والتفات نہ رکھین
استاد رح نے فرمایا کہ زینت آدمی کی یہ ہے کہ نفس سے پاک ہو کر درگاہ باری تعالے مین حاضر ہون اور اسکی چوکھٹ کو لازم پکڑین اور ہر دم مشاہدہ
شہود حقیقت مین رہین بعض نے کہا کہ عابدون کی زینت یہ کہ آثار سجدہ ہون اور عارفون کی زینت انوار وجود ہین پس عابد تو بارگاہ کبریا کے
دروازہ پر بندگی کرتا ہے اور عارف بساط احترام پر بیٹھا رہتا ہے پس بندون مین بڑا فرق ہے بعض نے کہا کہ زینت نفوس تو خدمت پر کمر
اور زینت قلوب حفظ حرمت پر اور زینت ارواح یہ کہ درگاہ کبریائی مین ہیبت کے ساتھ سر جھکائے رہین بعض نے کہا کہ زبان کی زینت
دوام ذکر ہے اور قلب کی زینت صفات قدرت مین فکر ہے بعض نے کہا کہ زینت ظاہری سجود ہے اور زینت باطنی شہود ہے بعض نے
کہا کہ نفوس کی زینت یہ کہ مجاہدات وریاضات مین اخلاص وغیرہ سے اچھا معاملہ رکھین اور قلوب کی زینت یہ کہ مشاہدات سے دائمی
واصل رہین پھر زینت کو جو آثار قرب مین ذکر کرنے کے بعد انکو توبیخ کی جو بلا دلیل اہل حق سے انکار کرتے ہین اور لباس تقوی واسکے آثار سے
اپنے نفوس سرکش کو محروم رکھتے ہین **قولہ** قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق خطاب پاک مین دو باتون کا
احتمال ہے ایک تو اعداء پر غضب کا اور دوسرا اولیا پر فضل ورحمت کا یعنی کس شخص کو یہ جرأت ہے کہ ایسے بندون خاص پر انکار کرے
جو زینت عبادات وانوار حقائق ومعارف سے آراستہ ہین۔ واضح ہو کہ یہ زینت ولباس جس سے خواص بندے آراستہ ہین وہ کسی کے
امکان مین نہین ہے کہ خود حاصل کرے اسیواسطے اخرج لعبادہ سے اپنی ہی طرف اسکو مضاف کیا اور مخصوص کردی اسکی خلعت اپنے بندون
کے واسطے اور اسکے بندے وہی ہین جو اہل الحق کہلاتے ہین جنمین کوئی خیانت نہین اور کچھ شائبہ شرک وبدعت نہین ہے اور انکو مباح کردیا
کیونکہ بدون علت وکلفت کے انکی توکل برضا ومحبت پر انکو حاصل ہوا پھر واضح ہو کہ ظاہری زینت وطیبات مین کافرونکو شرکت ہے اور
باطنی لباس ورزق مین کسی کو شرکت نہین وہ دونون جہان مین مومنون کے واسطے مخصوص ہے وقد قال اللہ تعالی قل ہی للذین آمنوا فی الحیوة
الدنیا خالصة یوم القیمة وہان ان انوار کا خلوص کے ظہور ہوگا۔ اور نیز وہ نور جلال وجمال ہے جو عارفین کے بشرے سے ظاہر ہوتا ہے اور طیبات
رزق وہ ثمرات ہین جو درختان تجلی وقرب سے انکو حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ یہ زینت تو جنگلون کی مباحات ہین اور آبادیون سے
جو حلال کمائی سے حاصل ہوا وطیبات رزق سے مراد وہ مال غنیمت ہے جو جہاد مین حاصل ہو شیخ ابو عمرو الدمشقی نے فرمایا کہ جو
معونات بندگان مخلص کو پہونچتے ہین اور جو کرامات انکو حاصل ہوتی ہین استاد رح نے کہا کہ طیبات تو وہ ارزاق ہین جو نفوس کو اسکے
افضال سے حاصل ہوتے ہین اور قلوب کو اسکی طرف اقبال سے حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ عابدون کا رزق الہام ہے
اور عارفون کا ماسوائے حق کے سب کو فراموش کرنا پھر واقعی محرمات جنکو اہل جہالت حلال رکھتے ہین اور برعکس اہل معرفت کے
اپنی ضلالت سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہین بیان فرمانے کا حکم دیا بقولہ تعالے

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ

تو کہہ میرے رب نے منع کیا ہے سو بےحیائی کے کام جو کھلے ہین انمین اور جو چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور یہ کہ جھوٹھ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہین

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ فواحش جمع فاحشہ اور وہ کبیرہ گناہ ہین مانند زنا کے یعنی جنپر عذاب دوزخ کی وعید ہوا ہو

اسمین ننگے طواف کرنا بھی داخل ہی جو مشرکین کرتے تھے اور بعض مفسرین نے جملہ حرام گناہون کو شامل لیا بسبب کلمہ انما کے جو مفید حصر ہوا اور علی ہذا اجنبی عورت پر بدنظر کرنا بھی حرام ہی فافہم مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ای جہرًا وسرًّا یعنے علانیہ ظاہر دکھلے ہوئے پوشیدہ ہر حالت مین حرام کیا ہی پس مشرکین جو پوشیدہ زنا کو عیب نہین جانتے تھے انکی جہالت تھی بلکہ فواحش خواہ علانیہ ہون یا پوشیدہ ہون سب طرح انکو اللہ تعالے نے حرام فرمایا۔ پھر فواحش پر عطف کیا وَالْاِثْمَ یعنے حرام کیا اثم کو وہ معصیت ہی **قال البیضاوی** یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہی یعنے فواحش بھی معصیت ہین پس فواحش اور جملہ گناہ کو حرام کیا اور بعض نے کہا کہ اثم سے مراد شراب پینا اور یہ ضعیف ہی واسیواسطے بعض نے کہا کہ فواحش سے وہ محرمات معاصی مراد ہین جو فروج و شرمگاہ سے متعلق ہین اور اثم سے تعمیم کردی یا ماسوائے اسکے مراد ہین وَالْبَغْيَ علی الناس۔ یعنے ایسے گناہ جو کرنے والے ہی تک نہ رہین بلکہ انکا ضرر غیرون پر متعدی ہو پس چور کا ہاتھ کاٹنا و زنا کا کوڑے مارنا وغیرہ اگرچہ ایسا فعل ہی کہ اسکا ضرر دوسرے پر متعلق ہی لیکن اسکو خارج فرمایا بقولہ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنے دوسرے پر متعدی ناحق ہوا ور وہ ظلم ہی پس اول مین تو ان افعال بد سے ممانعت ہوئی جنمین دوسرون پر تعدی کا قصد نہو اور بغی بغیر الحق سے ہر ایسے فعل ہی سے ممانعت ہی جسمین ناحق دوسرے پر تعدی مقصود ہو اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے تکبر ہی۔ پھر ایسے ظلم سے ممانعت کی جو اپنے اور پر و غیرون کے اوپر تہمت ناحق ظلم اور سب سے پلید و بدتر ہی یعنے وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ای بالم ینزل باشراکہ ان تہمتینھی اور حرام کیا یہ کہ شرک کرو تم اللہ تعالے کے ساتھ وہ چیز کہ نہین اتاری اللہ تعالے نے اس چیز کو اپنے ساتھ شریک ہونے کی کوئی حجت **قال البیضاوی** اسمین مشرکون پر تہکم ہوا ور آیت مین تنبیہ ہی کہ جس بات پر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اسکا اتباع نہ چاہیئے پھر ان تشرکوا پر عطف کیا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اور حرام کیا یہ کہ کہو تم اللہ تعالے پر وہ بات جو تم نہین جانتے ہو پس جو اللہ تعالی نے حرام نہین کیا اسکو مشرکون کیطرح بیان کرنا کہ اللہ تعالے نے حرام کیا ہی یا جو حلال نہین کیا اسکو حلال بیان کرنا کہ اللہ تعالے نے حکم دیا ہی یہ سب حرام و کفر ہی اور ایسے ہی صفات الٰہی مین الحاد کرنا و دیگر امور جنکے واسطے کوئی شرعی دلیل نہین ہی اسی حکم مین ہین **ف** قولہ قل انما حرم ربی الفواحش فحش ظاہری وہ ہی جو آدمی کو خالص عبادت سے مشغول کرے اور باطنی فحش وہ ہی جو قلب کو ایسا وسواس پہونچے جو اسکو مشاہدہ حق کے درمیان پردہ ہوجاوے اور نیز ظاہری فحش جو افعال معروف ہین در باطنی ہین جو ان افعال کی حلاوت نفس مین باقی رہے وہ بھی شامل ہی قولہ والاثم والبغی اثم مین اللہ تعالے کے نیک بندون سے انکار کھلے طور پر داخل ہوا و بغی مین جو باطن مین انسے حسد ہو شامل ہی قولہ وان تشرکوا باللہ الخ او تعالی اپنے جلال و علو کبریائی مین اس شان پر ہی کہ الوہیت مین اسکا کوئی شریک ہونا یا اکل محال ہی اور درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین ہی پھر جو لوگ علوم لدنی کے مدعی ہین انکے منھ مین خاک جھونکی جیسا قال تعالی وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون **سہل** رح نے کہا کہ جسنے کلام کیا اللہ تعالی کی طرف بدون اجازت کے بغیر طریقہ حرمت وادب کے تو اسنے اپنا پردہ پھاڑا اور حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالے نے اس کلام سے تحذیر فرمائی **ابو عثمان** رح نے **قولہ** انما حرم ربی الفواحش مین کہا کہ جو طاعت تو ایسی ادا کرے کہ مقصود اسمین کوئی غیر ہو خواہ آدمی یا کوئی اور چیز تو یہ فواحش مین سے ہی **قال المترجم** یہ پسندیدہ قول ہی اسواسطے کہ وہ ریا ہی اور ریا شرک ہی جو افحش الفواحش مین ہی بعض نے کہا کہ فواحش مین سے جو ظاہر ہین ازانجملہ جھوٹ بولنا اور غیبت کرنا اور بہتان باندھنا اور باطن جو پوشیدہ ہین ازانجملہ غلول اور کھوٹ اور حقد و حسد ہی استاد نے کہا کہ ظاہر مین سے ذلت وگناہ حرام ہیں اور باطن مین سے غفلت ہی اور بعض نے کہا کہ نسب سے یہ بات بھی گناہ ہی کہ محبوب سے صادر ہو **قال المترجم** پھر اللہ تعالی

نے شرک وکبیرہ گناہ و اوتعالیٰ پر افترا باندھنے والونکو سخت تہدید فرمائی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○

اور ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے پھر جب پہونچا اُن کا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلد ی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور واسطے ہر امت کے اَجَلٌ مدت ہے یعنی وقت معین ومحدود ہے جسمین اُنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہے پس یہ اہل مکہ کو تہدید ہے حاصل آنکہ اس مدت مہلت مین فواحش وافترا بجناب باری تعالیٰ سے باز رہکر اپنے آپ کو صالح کرین - یا بمعنی یہ کہ اس مدت پر انکو موت دیجاتی ہے اور احتمال ہے کہ آیت دونون معنی کو شامل ہو اور عام ہو فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ یعنی پھر جب امت کی اجل مقدر آگئی تو اُنپر عذاب یا جو مقدر ہے طاری ہوجاتا ہے بعض نے کہا کہ اجل سے مراد وقت نزول عذاب ہے بعض نے کہا کہ زندگی وعمر کی مدت مراد ہے وعلیٰ ہذا ہر ایک کے واسطے ایک وقت مقرر ہوگا جسمین تقدیم وتاخیر نہین نافع ہے اور اجل کا اطلاق عمر کی تمام مدت پر بھی آتا ہے اور اخیر جزو پر بھی ہوتا ہے جسمین موت نے حلول کیا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہین تاخیر دیے جاتے ہین ایک ساعت وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہین تقدیم دیے جاتے ہین پس یستاخرون ویستقدمون بمعنی لایتاخرون ولایتقدمون ہوگا اور ساعت سے خاص کر ایک ساعت بالخصوص مراد نہین ہے بلکہ عرف مین نہایت کمتر وقت پر بولا جاتا ہے پس مراد نفی تاخیر وتقدیم ہے - اور بیضاوی نے کہا کہ باب استفعال اپنے معنی پر ہو سکتا ہے یعنے نہ طلب کرینگے تاخر وتقدم کو بسبب شدت ہول کے **قال المترجم** اس تقدیر پر ساعت بالکل غیر مربوط ہوا جاتا ہے کما لا یخفی - جمہور نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ ہر میت اپنی اجل مقدر پر مرتی ہے اگرچہ قتل ہو یا گر کر مرے - اور اسی کے مانند ہے قولہ تعالیٰ مایسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون - اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ لوگ بڑے احمق ہین کہ یون کہا کرتے ہین کہ اے میرے پروردگار اسکی عمر مین درازی دیدے حالانکہ اوتعالےٰ فرماتا ہے کہ فاذا جاء اجلہم لایستاخرون ساعۃ الآیۃ - اور سعید ابن المسیبؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کاری سے زخمی ہوئے تو کعب احبارؒ نے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تو انکی موت مین تاخیر کیجاتی تو کعب سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ فاذا جاء اجلہم لایستاخرون ساعۃ الآیۃ تو کعب نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ واضح ہو کہ قولہ ولا یستقدمون مین بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہے کہ لوگ اپنی موت مقدر سے پہلے نہین مرسکتے ہین بلکہ اس مدت کا پورا کرنا ضرور ہے جیسے کہ انکو ذرہ برابر بھی تاخیر نہین حاصل ہوتی ہے پس یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ لایستاخرون پر عطف ہے اور یہی ظاہر قول شیخ مفسر ودیگر مفسرین کا ہے اور تفتازانی رحمہ کرخیؒ نے جملہ مستانفہ ہونا اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بمنزلہ مثل کے ہے اس مجموع کلام سے یہی مقصود ہے کہ وقت مقرر ہوچکا اسمین تغیر وتبدل نہوگا فقط واضح ہو کہ اہل علم نے اس مسئلہ مین طول کلام کیا اسکو بعض متاخرین نے جمع کیا اور بعض معاصرین نے درج کیا جسکی تلخیص مین ترجمہ کرتا ہون کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ موت کے وقت مقدر مین تقدیم وتاخیر نہین ہوتی ہے اور اسی کے مانند ہے قولہ وما یسبق من امۃ اجلہا الآیۃ - اور ایسا ہی قولہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر الآیۃ اور قولہ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا الآیۃ اور قولہ ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا الآیۃ - پس ان آیات سے تو تعیین وتقدیر وقت کہ اس سے تقدیم وتاخیر نہین ہو سکتی ہے ثابت ہوتا ہے اور ظاہر مین وہم ہوتا ہے کہ یہ معارض ہے قولہ تعالےٰ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ اور قولہ ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ الآیۃ پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عمر زیادہ

وکم نہین ہوتی ہو اور اُنھون نے اُن آیات متقدمہ سے استدلال کیا ہو اور نیز احادیث صحیحہ سے استدلال کیا ہو مانند حدیث ابن مسعود رضی
کے تم مین سے ہر ایک کی خلقت چالیس روز مین مجتمع ہوتی ہو پھر وہ علقہ ہوتا ہے پھر مضغہ ہوتا ہے اسیقدر دنون مین پھر اللہ تعالیٰ
ایک فرشتہ بھیجتا ہو اور چار باتون کا حکم دیا جاتا ہو کہ اسکا رزق و عمل اور اجل اور شقی ہو یا سعید لکھدے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہو
اور اسی معنی مین اور احادیث صحیحہ آئی ہین اور جمہور نے قولہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کے معنی مین یہ تاویل کی ہو کہ جو شرائع و فرائض چاہتا ہو
منسوخ فرماتا ہو اور جو چاہتا ہو ثابت رکھتا ہو اور اسکو منسوخ نہین کرتا اور جملہ ناسخ و منسوخ اسکے نزدیک ام الکتاب مین موجود ہین
قال المؤلف پوشیدہ نہین کہ یہ تخصیص عموم آیت کی بلا مخصص ہو **وقال المترجم** وجہ تخصیص تو آیات و احادیث متقدمہ سے
ظاہر ہو ثم قال اور نیز کہا جائیگا کہ قلم قدرت تو قیامت تک واقع ہونے کو لکھ چکا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہو اور اسی مین سے
نسخ شرائع و فرائض ہو پس یہی مثل عمر کے ہین پس جب انمین محو و اثبات جائز ہو تو عمر مین بھی جائز ہوگا **قال المترجم** یہ مؤلف مذکور کا
سہو ہو اسواسطے کہ جمہور کا منشا یہ ہو کہ قلم قدرت نے جو امر قیامت تک کیواسطے لکھدیا وہ ام الکتاب مین موجود ہو پس محو و اثبات یعنی حدوث
امر جدید نہین ہو بلکہ حدوث تعلقات ہو چنانچہ صریح انھون نے کہدیا کہ ناسخ و منسوخ ہر دو ام الکتاب مین موجود ہین پس یہ سمجھنا کہ فرائض
و شرائع مین حدوث امر جدید ہوتا ہو یہ غلط فہمی ہو اور علی ہذا عمر مین بھی جو سوانح و وقائع ہین سب بجائے خود موجود ہین اور نسخ اسمین جاری
ہونے کے کوئی معنی نہین حاصل آنکہ فرائض و شرائع مین محو و اثبات موافق قلم قدرت کے جو قدیم سے جاری ہوا ہو اب اُسکا تعلق ظاہر ہوتا ہو
نہ آنکہ محو و اثبات وقتاً فوقتاً جدید پیدا ہوتا ہو فافہم ثم قال اور بعض نے جواب دیا کہ آیت مین محو و اثبات سے جو ملائکہ حفظہ کے دفتر مین ہو
ماسوائے حسنہ و سیئہ کے اسکا محو و اثبات مراد ہو کیونکہ حفظہ تو سب کچھ لکھ لیتے ہین جو آدمی سے واقع ہو **قال المترجم** یہ تاویل کیا بے ہو
اگرچہ اسپر مؤلف مذکور کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا جیسا کہ مین جواب دے چکا ہون ثم قال اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ
جو چاہتا ہو بخشتا ہو اور جو چاہتا ہو چھوڑتا ہو قلت و ہو خلاف الظاہر و کذا ما قال بعضہم ان المعنی یمحو ما یشاء من القرون کقولہ الم یروا کم اہلکنا
من قبلہم من القرون و قال تعالیٰ ثم انشانا من بعدہم قرنا آخرین فیمحو قرنا و یثبت آخر اور بعض نے کہا کہ وہ ایسے شخص کے حق مین ہو جو طاعت
الٰہی بجا لاتا تھا پھر گناہ کرنے لگا پھر توبہ کی تو جو کچھ اسکے دفتر گناہ سے چاہتا محو کرتا ہو اور جو دفتر نیکی سے چاہتا باقی رکھتا ہو اور بعض نے
کہا کہ جو دنیا سے چاہتا محو کرتا ہو اور آخرت کو باقی رکھتا ہو اور مانند اسکے دیگر اقوال تاویلی ہین وقال المؤلف یہ سب مجرد دعوی ہین اپنر
دلیل قائم نہین ہو اور اسمین شک نہین کہ محو و اثبات کی آیت عام ہو جسکو اللہ تعالیٰ چاہے محو کرے اور جو چاہے ثبت کرے پس تخصیص
بدون مخصص کے نہین ہو سکتی ہو **وقال المترجم** مشیت الٰہی یعنی داخل تحت قدرت ہونے مین کلام نہین ہو ولیکن جب موت کیواسطے
وقت مقدر ثابت ہو تو باہم انکا تعارض دفع کرنا ضرور محتاج تاویل ہو پس تاویل کی کچھ تخصیص نہین الا بعض احوال مین بعض امور سے
تخصیص تاویل محتاج استثنا ہو فتامل اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب اسمین یہ تاویل مذکور ہو کہ معمر سے طویل العمر
مراد ہو اور ناقص سے قصیر العمر مراد ہو۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ لا ینقص من عمرہ کی ضمیر معمر کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہوے کہ نہین ناقص
ہوتی عمر اس معمر مین سے الا آنکہ وہ کتاب مین مقدر ہو پس یہ ظاہر معنی کلام ہین اور جو تاویل مذکور ہوئی وہ بنا بر آنکہ ضمیر راجع بمرجع غیر مذکور کہ
اور یہ خلاف ظاہر ہو اور بعض نے کہا کہ ما یعمر من معمر سے عمر آیندہ مراد ہو اور لا ینقص من عمرہ سے عمر گذشتہ مراد ہو اور یہ بھی خلاف ظاہر ہو
کیونکہ یہ نقص از عمر نہین ہو جو بمقابل زیادت ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ سن ہرم کو پہونچا اور لا ینقص سے دوسرے شخص کی عمر

جو اس سن سے کم رہا ہو مراد ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ ساٹھ برس تک پہونچا اور ناقص سے جو اس سے کم مین مرگیا اور بعض دیگر اقوال
تاویل مذکور ہین جنکی صحت مین تامل ہو اور ایک جماعت اہل علم نے کہا کہ عمر گھٹتی بڑھتی ہو اور استدلال انکا آیات متقدمہ سے ہو کیونکہ محو و اثبات
عام ہین جو عمر و رزق وغیرہ سب کو عموماً شامل ہین اور سعادت و شقاوت کو بھی شامل ہین اور ایک جماعت صحابہ و تابعین اتباع صالحین
سے ثابت ہوا کہ وے اپنی دعا مین کہا کرتے کہ اللھم ان کنت کتبتنی فی اہل السعادۃ فاثبتنی منہم وان کنت کتبتنی من اہل الشقاوۃ فامحنی
عنہم واثبتنی فی اہل السعادۃ یعنی اے پروردگار تعالےٰ اگر تو نے مجھ بندے کو اہل سعادت مین لکھا تو انھین مین ثابت فرما اور اگر تو نے
مجھکو اہل شقاوت مین لکھا تو مجھکو انمین سے محو فرما وے اور اہل سعادت مین لکھدے اور جو لوگ کہ کمی بیشی عمر کے تابع ہین وہ اپنے
قول کے واسطے آیات مثبت کی تاویل مین کوئی ایسی بات نہین لائے جو عموم کے واسطے مخصص ہو اور آیت محو و اثبات دلالت کرتی ہو
کہ عمر مین کمی بیشی ہو سکتی ہو اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب بھی اسی معنی پر دلیل ہو اور ایسے ہی قولہ تعالےٰ
ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ بھی دلالت کرتا ہو کہ آدمی کے واسطے دو اجل ہین انمین سے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہتا ہو زائد کو یا ناقص کو آدمی
کے واسطے حکم فرماتا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو صحیحین وغیرہ مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو کہ صلہ رحم بڑھاتا ہو عمر مین
اور صحیحین مین ہو کہ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ اور ایک روایت مین ہو من احب ان یمد اللہ فی عمرہ واجلہ
ویبسط فی رزقہ فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ اور ایک روایت مین ہو صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ و نیز کتاب مجید
مین بندون کو دعا کرنے کا حکم وارد ہوا ہو چنانچہ فرمایا ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ اور قولہ
امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء اور قولہ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور قولہ
واسئلوا اللہ من فضلہ۔ اور جن احادیث مین دعا کا حکم آیا ہو وہ کثرت سے متواتر ہین اور انمین آیا ہو کہ دعا دفع بلا ہو اور بعض مین ہو کہ دفع
قضا ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا اللھم انی اعوذ بک من سوء القضاء ودرک الشقاء وجہد البلاء وشماتۃ الاعداء
اور حدیث قنوت الوتر مین ہو۔ وقنی شر ما قضیت پس اگر دعا کچھ بھی مفید نہوتی تو اسقدر تاکید شدید سے فائدہ نہوتا اور نیز صدقہ کے
بارہ مین ہو کہ دفع البلاء ہو اور نیز دوا کے واسطے بھی حکم ہو پس محو و اثبات اپنے ظاہر پر ثابت ہو پھر اگر کہا جاوے کہ جن آیات مین
ثبوت ہوا کہ اجل مین تقدم و تاخر نہین ہوتا انکو کس تاویل پر محمول کیا جائیگا تو جواب یہ ہو کہ انمین کوئی تاویل نہین بلکہ نفس آیات سے
جو معنی ظاہر ہین جیسا کہ بعض سلف نے اسپر تنبیہ کی اور خلف مین سے بعض نے بیان کیا ہو وہی لیے جاوین یعنے مخصر اس اجل
سے جو آجاوے پس موت جب آگئی تو اسوقت موخر و مقدم نہین ہوتی اور خود مؤید ہو کہ آیت مین اسکی تقیید موجود ہو چنانچہ فرمایا
اذا جاء اجلہم۔ اور نیز فرمایا ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا۔ اور نیز فرمایا ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر پس جملہ آیات مین اتفاق و
اجتماع اس طرح ممکن ہو کہ اجل جب آگئی تب مقدم و موخر نہین ہوتی ہو اگرچہ اس حالت کے سوا سے مین تقدیم و تاخیر رد انکی خواہ
دعا سے یا صلہ رحم سے یا کسی فعل خیر سے جیسے کہ تقدیم بوجہ عمل بد کے ممکن ہو اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالےٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ
لنا اور مانند اسکے دیگر آیات مین ثابت ہو کہ امر مقدر ہو جواب یہ ہو کہ یہان بھی اتفاق وجمع ہو پس یہ محمول ہو عدم تسبیب از بندہ
با سباب خیر یا شر پر دیگر محمول ہین تسبیب از بندہ با سباب خیر پر مثال المترجم ایسا ہی مؤلف مذکور نے طول کے ساتھ نقل کیا اور
مترجم کے نزدیک مؤلف مذکور نے ایک طول بحث متوحش کو صرف بحث لفظی پر مبنی کیا اسواسطے کہ افعال خیر و شر بھی بندہ کی

خلقت سے نہیں ہین اور وقوع موافق تقدیر الٰہی ہوا ور خود مؤلف مذکور نے آگے نقل کیا کہ اگر کہا جاوے کہ دلائل کتاب وسنت سے صحیح تقرر ہوا کہ تمام افعال الٰہی سب ازلی ہین اور وہ ہر شئی مین سابق ہو چکے ہین اور یہ صحیح نہین کہ اسکے علم کے خلاف واقع ہو ورنہ جہل لازم آویگا اور یہ قطعًا و بالاجماع جائز نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ ہان بے شک اسکا علم ازلی وسابق ہی اور ہر چیز کو واقع ہونے سے پہلے اوتعالے لے جانتا ہی اور تمام اہل الحق کے درمیان اس بات مین کچھ خلاف نہین ہی لیکن یہان صرف ابطال ایسی قوم کا ہی جنھون نے غلو کر کے دعا و صلہ رحم و تقوی وغیرہ اعمال خیر کے فوائد کو باطل سمجھا ہی حالانکہ جسنے اپنے علم ازلی وسابق تقدیر کا ہمکو وابستہ کیا اسی نے اُن اعمال و افعال خیر کے بجالانے کا حکم دیا ہی **قال المترجم** اصل بحث تو اجل کے بیان مین تھی اور مؤلف مذکور نے کسی رسالہ سے نقل کیا اور بحث سے خروج ہوا بالجملہ جن لوگون نے یہ زعم کیا کہ بندہ محض مجبور ہی وہ گمراہی وضلالت مین پڑ گئے جیسے وہ لوگ گمراہ ہین جنھون نے بندہ کو قادر مختار خیال کیا ہی بلکہ واقعی تحقیق ہی کہ جو فوائد دعا وغیرہ کے حدیث وآیات سے ثابت ہین وہ برحق ہین اور یہ بہت بڑی جہالت ہی کہ آدمی کھیتی نہ کرے اور پیداوار کی ہوس کرے اور **مترجم** نے قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ کی تفسیر مین تھوڑا سا اسکا بیان کر دیا ہی اور مؤلف مذکور نے یہان بہت اطناب کیا ہی اور مفید باتین لایا ہی **مترجم** کو زیادہ گنجائش نہین اسواسطے ترک کرتا ہی اور قدر مذکور مین کفایت ہے واللہ ولی التوفیق والهدایۃ ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اے اولاد آدم کی کبھی پہونچین تم پاس رسول تم مین کے سناوین تمکو آیتین میری تو جسنے خطرہ کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہی اُنپر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور نہ وہ غم کھاوین اور جنھون نے جھٹلائین آیتین ہماری اور تکبر کیا انکی طرف سے وہ ہین دوزخ کے لوگ اُسمین رہ پڑے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا در اصل اِنْ مَا تھا ۔ ان شرطیہ اور ما زائدہ ہی يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ یہ جملہ شرط ہی جسپر حرف ان شرطیہ داخل ہی اور وہ حرف شک کا ہوتا ہی پس حرف شک کے ساتھ اسواسطے ذکر کیا کہ تنبیہ ہون کہ رسولون آنا امر جائز ہی واجب نہین ہی جیسا کہ اہل تعلیم نے گمان کیا کذا قال البیضاوی اور بعض نے کہا کہ اہل تعلیم ایک قوم ہی روافض مین سے فافہم قال البیضاوی ان شرطیہ کے ساتھ ما زائدہ بغرض تاکید معنی شرط کے ملایا گیا اسیواسطے فعل کو مؤکد بنون تاکید فرمایا اور جزا اسکی جملہ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ یعنے سو جسنے تقوی کیا شرک سے اور درست کیئے اپنے اعمال یعنے رسولون کے حکم کے موافق اعتقاد و اعمال کو درست کیا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنے آخرت مین انپر کچھ خوف واندوہ نہین ہی وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ استکبار بمعنی تکبر ہی اور استکبروا عنہا یعنی آیات سے تکبر کیا پس ایمان نہ لائے **بیضاوی رح** نے کہا کہ حاصل معنی آیت کے یہ ہین کہ تم مین سے جسنے شرک سے تقوی کیا اور اپنے اعمال درست کیئے تو اسکے واسطے یہ جزا ہے خیر ہی اور تم مین سے جسنے ہماری آیات کو جھٹلایا اُسپر یہ عذاب شدید ہی اور اول کی خبر پر فاء داخل کی یعنی فلا خوف بالفاء فرمایا اور دوسرے کی خبر پر نہین داخل کی تو اسوجہ سے کہ وعدہ خیر مین مبالغہ فرمایا اسواسطے کہ فاء لزوم پر دلالت کرتی ہی پس وعدہ مین مبالغہ ظاہر ہوا اور وعید مین مسامحہ فافہم **فی العرائس** قولہ فمن اتقی واصلح ۔ یعنے اللہ تعالے کی دید اعظمت وجلال مین وہ غیر اللہ کی طرف نظر رکھنے سے پاک و مقدس رہا اور جو اسکے و اللہ تعالے کے درمیان معاملہ ہی اسکو اصلاح پر رکھا حتی کہ کوئی سانس بدون شوق

الٰہی وبلا حظہ جمال وجلال کی نہین نکلی کیونکہ بندہ کی جو سانس بغیر ان اوصاف کے نکلتی ہو وہ فاسد ہو اور بندہ پر اسکی اصلاح کرنا مراقبہ ورعایت سے واجب ہو پس جو ان اوصاف کے ساتھ رہا اسپر نفس کے جنایات وجرم سے کچھ باقی نہین رہا پس اسکو مقامات سے محروم ہونے کا خوف نہوگا اور مشاہدہ سے محجوب ہونے کا غم واندوہ نہوگا۔ کما قال تعالےٰ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور بعض نے کہا کہ تقویٰ اسطرح پر کہ ظاہر مین تو ایسے کھانے پینے سے بچا جسمین شبہہ ہو اور ٹھیک ٹھیک اسکے حلال ہونے کا یقین نہین ہو اور باطن کو اسطرح درست کیا کہ ہمیشہ باطن مین اللہ تعالےٰ کا مراقبہ رکھا اور خیالات فاسد وخطرات شیطانی کو دخل نہین دیا **قال المترجم** اسمین اشارہ ہو تقویٰ کو کسی خاص چیز سے مقید نکیا کیونکہ تقویٰ کے مختلف مراتب مختلف درجہ پر ہین اور ہر ایک کے واسطے عدم حزن بھی مختلف ہو اور کچھ آخرت کی خصوصیت نہین فافہم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ

پھر اس سے ظالم کون جو جوٹھ باندھے اللہ پر یا جھٹلادے اُسکے حکم کو وہ لوگ پاوینگے جو انکا حصہ لکھا کتاب مین

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

یہانتک کہ جب پہونچے اُن پاس بھیجے ہمارے جان لینے کو بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوائے اللہ کے بولے ہمسے گم ہوئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اور قائل ہوئے اپنی جان پر کہ وہ تھے منکر فرمایا داخل ہو ساتھ اور امتون کے جو تمسے پہلے ہوچکے ہین جن اور انسان

فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

آگ مین جہان داخل ہوئی ایک امت لعنت کرینگے دوسریکو جبتک گر چکے اسمین سارے کہا پچھلون نے پہلون کو

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

اے رب ہمارے انھین نے گمراہ کیا انکو سو تو دے دونا عذاب آگ کا فرمایا دونونکو دونا ہو پر تم نہین جانتے اور کہا پہلون نے

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

پچھلونکو سو کچھ نہوئی تمکو ہمپر زیادتی اب چکھو عذاب بدلہ اپنی کمائی کا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ کون زیادہ بڑھکر ظالم ہو یعنے کوئی بھی زیادہ ظالم نہین مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تاکید لان الافترا لا یکون الا کذبا یعنے کذبا فقط تاکید افترا ہو کیونکہ افترا تو کذب ہی ہوتا ہو اسکا حاصل اپنی جان پر ظلم کرنیوالا بڑھکر نہین ہو اس شخص سے جسنے افترا باندھا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ یعنی اللہ تعالےٰ کا کسی کو شریک قرار دیا خواہ زبان سے یا فعل سے یا اعتقاد سے یا کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے فرزند ہو خواہ بیٹا یا بیٹیان یا کہا کہ فواحش بجالانے کا ہمکو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہو بالجملہ اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہین جسنے اللہ تعالےٰ خالق رزاق منعم کبیر متعال جل جلالہ پر افترا باندھا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اللہ تعالےٰ کی آیات کو یعنی قرآن مجید کو اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ انکو نصیبہم ایسے لوگون کو پہونچ جائیگا نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ انکا حصہ مما کتب لہم فی اللوح المحفوظ من الرزق والاجل وغیر ذلک۔ انکا حصہ اس چیز سے جو لکھا گیا ہے انکے واسطے لوح محفوظ مین موافق مشیت الٰہی کے رزق واجل وغیرہ ایسا ہی محمد بن کعب القرظی وربیع بن انس وعبد الرحمن بن زید نے تفسیر فرمایا اور مجاہد نے کہا کہ جو انکو بھلائی برائی کا وعدہ دیا گیا ہے

وہ پہونچیگا اور یہی قتادہؒ وضحاک وبہتون کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور حافظ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ قول بحسب المعنے قوی ہے اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی قولہ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجاوینگے انکے پاس ہمارے رسول یعنی ملائکۃ الموت کہ يَتَوَفَّوْنَهُمْ انکو وفات دینگے تو قَالُوْٓا ملائکہ کہینگے ان منکرون مفتریون سے ذلیل کرنیکو کہ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وہ کہان ہین جنکی تم عبادت کرتے تھے سوا ے اللہ تعالیٰ کے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا مفتری جواب دینگے کہ ہماری نظر سے غائب ہو گئے ہمکو اب نہین سوجھتے ہین یعنی ہمکو اب کچھ انکے نفع ومدد کی امید نہین رہی کرخیؒ نے کہا کہ جواب بحسب المعنی ہے کیونکہ سوال تھا کہ اینما کنتم وہ کون جگہ ہین تو ظاہر جواب یہ تھا کہ وہ فلان جگہ ہین اور حق یہ ہے کہ سوال وجواب یکسان ہین کیونکہ سوال مین انکے باطل معبودون کا ٹھکانا پوچھنا مقصود نہین ہے بلکہ یہی مقصود ہے کہ وہ تمہارے جھوٹے معبود کہان چلے گئے اب اس وقت مین تمہارے آڑے نہین آتے تو انھون نے جواب دیا کہ ہمسے تو گم ہو گئے اب ہمکو انکے نفع کی کچھ امید نہین ہے یعنے یقین لا دینگے کہ ہمنے غلطی کی اسیواسطے فرمایا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ یعنے موت کے وقت اپنے اوپر یہ گواہی دینگے کہ ہم ضرور کافر تھے قَالَ یعنے اللہ تعالیٰ یا اسکے حکم سے کوئی فرشتہ یا دوزخ کا خازن فرشتہ ان لوگون سے قیامت کے روز کہیگا اور ماضی کا صیغہ اسواسطے کہ یہ قطعی الوقوع ہے پس گویا تہدید ہے کہ اسکو واقع ہوا سمجھو ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ یعنے حکم ہوگا کہ داخل ہو تم بھی جملہ امتون کے ساتھ مین جو تمسے پہلے جن وانس کے گزرے ہین آگ مین قولہ فی النار متعلق ادخلوا ہے یعنے نار مین داخل ہوا اور قولہ فی امم یعنی فی جملۃ امم اور قد خلت جملہ صفت امم ہے اور خلت بمعنی مضت یعنی ایسی امتون مین شامل ہوا جو تم سے پہلے کافر ومشرک گزر چکے ہین اور من الجن والانس بیان امم ہے یعنے وہ امتین جنون وانسانون مین سے ہین یہ حکم تہدید اہل مکہ کو ہے اسیواسطے آیت اولی مین قولہ رسل منکم سے بعض نے آنحضرت صلعم کو مراد لیا اور لفظ جمع کو تشریف وتکریم پر یا جامع وخاتم رسالت ومصدق جملہ رسل ہونے سے بلفظ جمع بار ہونے پر محمول کیا كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ہر بار جب داخل ہوئی کوئی امت دوزخ مین لعنت کریگی اپنے پہلی کو یعنے اُس دوزخی امت کو جو اس سے پہلے گزری ہے کیونکہ اسی پیروی واقتدا کرنے کی وجہ سے پچھلی خراب ودوزخی ہوئی حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا اداركوا افاعل ہے اور معنی تدارکوا اور تلاحقوا اور حاصل آنکہ جو داخل ہوگی وہ اگلے پر لعنت کریگی یہانتک کہ جب متلاحق ومتداخل ہو جاوینگے فِيْهَا جَمِيْعًا سب کے سب دوزخ مین تو قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ کہیگی پچھلی امت انکی جو داخل ہونے مین پیچھے ہے یا منزلت مین پیچھے ہے یا بحملہ اقتدا کرنیوالی امت کہیگی لِاُوْلٰىهُمْ اى لاجل اولاہم واسطے اپنی اولی امت کے یعنی متبوع گروہ کے واسطے اللہ تعالےٰ سے پچھلی امت عرض کریگی رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا اے پروردگار یہی لوگ ہین جنھون نے ہمکو گمراہ کیا یعنے گمراہی کی راہ نکال گئی تھی پس انکے پیچھے ہم بھی اسی راہ پر چلے اور انکی تقلید کر کے گمراہ ہوے فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس تو ان لوگون کو دوزخ مین سے زیادہ گونہ عذاب دینے کیونکہ ایک تو یہ خود گمراہ تھے اور دوسرے انھون نے دوسرونکو گمراہ کیا پس ضعف یہان کئی گونہ ہے چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ دنیا مین جب کوئی قتل ناحق واقع ہوتا ہے تو حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے یعنی قابیل پر ایک حصہ عذاب کا قائم ہوتا ہے کیونکہ اسی نے قتل ناحق پہلے نکالا ہے **قال المترجم** افسوس ہے لوگون کے حال پر نیچریہ وغیرہ کے مانند کفر وشرک وحرام ومکروہ بدعتین نکالے چلے جاتے ہین اور خوف نہین کرتے کہ تا قیامت انکے نامۂ اعمال پر عذاب بڑھتا چلا جائیگا اللّٰهم انی اعوذ بک واستغفرک واتوب الیک یا بجملہ اتباع واقتدا کرنیوالون نے اپنے متبوع لوگون کے واسطے مزید عذاب کی درخواست کی اور یہ انکی جہالت تھی کہ اس سے

غافل تھے کہ ہر ایک پر اسکے گناہ کی قدر عذاب ہے اسیواسطے فرمایا قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ یعنے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مین سے اور انمین سے
ہر ایک کیواسطے عذاب مضعف ہے وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ولیکن جانتے نہین کہ ہر فریق کے واسطے جو کچھ عذاب ہے کیونکہ پچھلون کے
طریقہ گمراہی سے بھی اور لوگ گمراہ ہوے ہین تعلمون بالتاء الفوقیۃ اکثرون کی قراءۃ ہے پس تتمہ خطاب ہے اور عاصم کی قراءۃ مین
بالیاء التحتیہ ہے پس انکی جہالت کا بیان ہے **قال البیضاوی** متبوع لوگون پر بسبب ذاتی کفر کرنے اور دوسرون کی تضلیل کرنیکے
ضعف عذاب ہوا اور تابع لوگون پر بسبب خود کفر کرنے کے اور گمراہون کی تقلید کرنے کے دونا عذاب ہوا وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ
یعنے جب اگلون نے پچھلون کے حق مین حکم الٰہی سن لیا تو کہا کہ جب ایسا معاملہ ہے فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ تو تمکو ہمپر کچھ تفضیلت
نہین ہے قال البیضاوی اگلون نے جواب الٰہی پر اپنے گفتگو کو مرتب کرکے کہا کہ پھر تم لوگونکو ہمپر کچھ فضیلت نہین ہے بلکہ گمراہی اور استحقاق عذاب مین ہم تم دونون
متساوی ہین آیت سے ثابت ہوا کہ جہالت کے ساتھ تقلید کرنا بھی عذر نہین ہے لہذا چاہیے کہ آدمی اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول معصوم کے
حکم کو دریافت کرلے اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسکے معنی معلوم کرے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ پس چکھو بدلے
بدلے اُس چیز کے جو تمنے کمایا ہے یہ تتمہ قول فریق اولیٰ ہے یا فرمان الٰہی ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى
بیشک جنھون نے جھٹلاوین ہماری نشانیان اور اُنسے تکبر کیا تو نہ کھلینگے انکو دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہونگے جنت مین جبتک
يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ○ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ
پیٹھے اونٹ سوئی کے ناکے مین اور ہم یون بدلہ دیتے ہین گنہگارونکو اُنکو دوزخ کے فرش ہین اور اوپر سائبان
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
اور ہم یون بدلہ دیتے ہین بے انصافون کو اور جو یقین لائے اور کین بھلائیان ہم بوجھ نہین رکھتے کسی پر مگر اسکے مقدور کا وہ ہین جنت کے لوگ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
وہ اسمین رہ پڑے اور نکال لی ہمنے جو اُنکے دل مین تھی خفگی بہتی ہین انکے نیچے نہرین اور کہتے ہین شکر اللہ کو جسنے
هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ
ہمکو یہان راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہمکو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے تحقیق بات اور آواز ہوئی کہ
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
جنت ہے وارث ہوئے تم اُسکے بدلہ اپنے کامون کا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا مراد آیات سے قرآن ہے یا عام اس سے جو تمام اللہ تعالیٰ کی معرفت پر دلالت کرین وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا
اے تکبروا عنہا فلم یومنوا بہا ۔ اور تکبر کیا ان آیات سے پھر انپر ایمان نہ لائے **وقال البیضاوی** عنہا ای عن الایمان بہا ۔
حاصل آنکہ جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اُنپر ایمان لانے سے تکبر کیا تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نہین کھولے جاوینگے
انکے واسطے آسمان کے دروازے بعض نے کہا مراد یہ کہ آسمان سے انکا کوئی عمل صالح و دعا نہین چڑھائی جاویگی کذا
قالہ مجاہد و سعید بن جبیر و رواہ العوفی و علی بن ابی طلحہ و عطا عن ابن عباس ظاہر آنکہ معنی آیت کے اسکو شامل ہین اور اصل یہ

یہ ہیں کہ بعد موت کے جب انکی روحیں چڑھا کر آسمان کی طرف لیجاوینگے تو دروازہ نہ کھولے جاوینگے یہی سدیؒ وغیرہم کا قول ہو
اور یہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو حدیث جو امام احمدؒ نے
براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازہ میں نکلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز
قبر کھودی نہ گئی تھی پس حضرت صلعم بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر چڑیاں ہیں اور آنحضرت صلعم کے دست
مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے زمین پر چونکتے جاتے تھے پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو اسکو دو مرتبہ
یا تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے جدا ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کو ہوتا ہو تو آسمان سے ایسے
ملائک جنکے چہرہ روشن گویا آفتاب ہیں جنت کے کفن اور حنوط جنت کے ساتھ لیے ہوئے اسکی طرف اسکی مدنظر پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت
آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہو پس کہتا ہو کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف نکل آ پس وہ روح پاکیزہ
اسطرح سائل ہوتی ہو جیسے پانی کا قطرہ دہانہ مشک سے روان ہو کر نکل آتا ہو پس ملک الموت و فرشتہ اسکو لیکر پلک مارتے اپنے
ہاتھ میں نہیں رکھتے حتی کہ اسکو اسی کفن اور حنوط میں رکھدیتے ہیں پس اس سے نہایت پاکیزہ خوشبو نکلتی ہو جیسے روئے زمین پر اگر نہایت
عمدہ مشک پایا جاوے پس اسکو اوپر چڑھا لیجاتے ہیں اور جس گروہ ملائکہ پر گذرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا خوب روح پاکیزہ خوشبودار ہو
تو جواب دیتے ہیں کہ فلان بن فلان ہو اسکا بہت اچھا نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہانتک کہ اُسکو آسمان دنیا تک
لیجاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں پس دروازہ کھول دیا جاتا ہو پس ہر آسمان سے اس آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے
آسمان تک اسکے ساتھ ہو جاتے ہیں یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتے ہیں پس اللہ عز وجل فرماتا ہو کہ میرے بندے کا نام
دفتر علیین میں لکھو اور اسکو زمین کی طرف اعادہ کرو کیونکہ میں نے اُسی سے انکو پیدا کیا اور اُسی میں لوٹاؤنگا اور اُسی سے دوبارہ
نکالونگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر اسکی روح اعادہ کردیجاتی ہو پس دو فرشتے آکر اسکو بٹھلاتے ہیں اُس سے کہتے ہیں کہ کون
تیرا پروردگار ہو وہ کہتا ہو کہ میرا رب اللہ ہو پھر دونوں کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہو وہ کہتا ہو کہ اسلام میرا دین ہو پھر کہتے ہیں کہ یہ کون مرد
ہو جو تم میں مبعوث ہوا وہ کہتا ہو کہ وہ رسول اللہ ہو صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دونوں کہتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہو وہ کہتا ہو کہ میں نے
کتاب الٰہی کو پڑھا اور اسپر ایمان لایا اور اسکو سچ مانا پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہو کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت سے
اسکے واسطے فرش کردو اور جنت سے اسکو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اسکا دروازہ کھولدو پس اسکو جنت کی خوشبو و طیب آتی ہو اور
قبر اسکے واسطے کشادہ ہو جاتی ہو بقدر درازی نظر کے اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکے پاس ایک مرد خوبصورت خوش لباس آتا ہو
جس سے خوشبو چلی آتی ہو اور کہتا ہو کہ بشارت ہو تجھکو مسرور کرنیوالے آج وہ دن ہو کہ جسکا تجھکو وعدہ دیا جاتا تھا اس سے کہیگا
کہ تو کون ہو کہ تیرے چہرہ سے آج بھلائی آتی معلوم ہوتی ہو وہ کہیگا کہ میں تیرا عمل صالح ہوں پس بندہ مومن کہیگا اے پروردگار
قیامت قائم کر اے پروردگار قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے اہل و عیال کیطرف لوٹ جاؤں بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور
آخرت کیطرف راجع ہوتا ہو تو آسمان سے ملائکہ اترتے ہیں جنکے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور انکے ساتھ مسوح ہوتے ہیں پس
درازی نظر کی دوری پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کافر کے سرہانے بیٹھتا ہو اور فرماتا ہو کہ اے نفس خبیث نکل طرف خشم الٰہی
اور اُسکے غضب کے حضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ روح اس جسم میں دوڑی ہوئی پھیلتی ہو اور ملک الموت اسکو کھینچ لیتا ہے

جیسے صوف مبلول سے سفود کھینچا جاتا ہو پس اسکو پکڑ لیتا ہو اور پلک مارتے دیر نہین ہوتی کہ اسکو اسی مسوح مین کر دیتے ہین اور اس سے
سخت بدبو جیسے نہایت سڑے ہوسے مردار مین سے روئے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہو پس اسکو آسمان کو چڑھا لیجاتے ہین اور کسی گروہ
ملائکہ پر نہین گزرتے مگر آنکہ وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خبیث روح ہو پس جواب دیتے ہین کہ یہ فلان بن فلان ہو اسکا نہایت قبیح نام لیتے ہین جس سے
وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا پھر جاکر اُسکے واسطے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہین مگر دروازہ نہین کھولا جاتا پھر حضرت صلعم نے پڑھا قولہ
تعالیٰ لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ عزوجل فرماتا ہو کہ اسکا نوشتہ لکھو زیرین تہ زمین کے
نیچے پس اسکی روح مطروح کر دی جاتی ہو پھر آپ نے پڑھا قولہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان
سحیق پس روح اسکے جسم مین اعادہ کی جاتی ہو اور دو فرشتہ اسکے پاس آتے ہین اور بٹھلا کر اس سے کہتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہو وہ کہتا ہو
ہاہ ہاہ مین نہین جانتا کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہو وہ کہتا ہو کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پھر کہتے ہین کہ یہ کون شخص ہو جو تم مین مبعوث کیا گیا تو کہتا ہو
کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہو کہ یہ جھوٹ بولا اسکے واسطے آگ سے فرش کر دو اور دوزخ کی طرف
دروازہ کھول دو پس دوزخ کی گرمی و سموم سے اسکی طرف پہونچتی ہو اور قبر اُسپر نہایت تنگ ہوتی ہو یہانتک کہ اُسکی پسلیان
ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہین اور ایک بدشکل اور خراب کپڑے پہنے بدبودار آدمی اُسکے پاس آتا ہو اور کہتا ہو کہ بشارت ہو تجھکو
ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے آج تیرا وہی دن ہو جس سے تو ڈرایا جاتا تھا اور وعید کیا گیا تھا کہیگا کہ تو کون ہو کہ تیرے چہرہ سے
برائی کے آثار ظاہر ہین وہ کہیگا کہ مین تیرا خبیث عمل ہون تب دعائین مانگیگا کہ پروردگار قیامت نہ قائم کیجیو۔ و رواہ النسائی و
ابن ماجہ و ابن جریر و کذا رواہ ہولاء باسنادہم الی ابی ہریرة عن النبی صلعم اور عذاب قبر کے بارہ مین احادیث متواترہ ہین حتی کہ منکر
اسکا غیر ماول ہو تو کافر ہو اور واضح ہو کہ اس حدیث مین ملائکہ کا آنا اپنی حقیقت پر ہو اور روح مومن کی خوشبو اور نیز روح کافر کی بدبو
اپنی حقیقت پر ہو اور لباس جنت اور مسوح کا بیان تفہیم ہو اور آنکی حقیقت معلوم نہین ہو ہان اسقدر معلوم ہو کہ ایسا ہی ہوگا اور جو شخص اسمین
استبعاد کرتا ہو وہ احمق ہو کہ بلاوجہ کہتا ہو کہ عقل سے بعید ہو پس اگر بلا دلیل اس احمق کی عقل سے بعید ہو تو علماء عقلاء کی عقل صحیح سے
موافق ہو اور حدیث ہی لاتفتح مجہول از فتح کی قرارة ظاہر ہوتی ہو اور تفتیح از تفعیل بھی ہو سکتا ہو فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مقامات علیین و سجین
واقعی موجود ہین اور زیرین طبقہ زمین بیان ہو حقیقی حالت کا جیسے بہشت و دوزخ موجود ہین اور وہ آنکھون سے پوشیدہ ہین اور نیز
مردون پر عذاب ہوتا ہو اور انکی گریہ وزاری کو تمام مخلوق سنتی ہو سوائے جن و انسان کے جو امتحان مین رکھے گئے ہین پس اگر امر ظاہر نظر
آوے تو امتحان باقی نہ رہے پس جس شخص نے زعم کیا کہ زمین گول ہو تو امریکا والون کے واسطے سجین اس طبقہ حقیق سے متصل ہوگا اور
طبقہ حقیق والون کا سجین امریکا سے متصل ہوگا پس یہ زعم بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ زمین گول ہو تاہم جہالت ہو اور جہالت کا منشاء
یہ ہو کہ اسنے امر عذاب و ثواب کو اپنے گھر کے چولھے چکی کے مانند اپنے حس مین جلنا و چلنا تصور کیا حالانکہ شرع حکیم نے بارہا بدلائل
اس امر پر تنبیہ کر دی کہ بندہ کے افعال و اسکے لواحق و متعلقات کا مدار تو محسوسات پر ہو اور تصدیق و امور غیب و عذاب و ثواب کا
مآل غیر محسوس پر ہو اور عجیب حکمت الٰہی ہو کہ جسکو ان امور مین سے کسی امر مین استبعاد ہو اسکی نظیر خود آفاق یا اسکے نفس مین موجود پائیگا پس
اگرچہ صفت مین فرق ہو پس محض اسکا استبعاد کرنا بدون دلیل کے جہالت ہو جیسے کسی جاہل کے سامنے کہا جاوے کہ میرے سے دو فٹ
لمبی اور ڈیڑھ فٹ چوڑی کتاب کے چار صفحہ زید نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر اتار لیے تو وہ ضرور نہایت بعید جانیگا حالانکہ جو

جانتے ہیں کہ فوٹوگراف کے عکس سے بخوبی آسکتے ہیں اور دور دور سے پڑھے جاسکتے ہیں وہ کبھی مستبعد نہیں جانینگے پس اس احمق کا مستبعد جاننا اسکی جہالت سے ہوا اور یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ خارج از بحث ہے یہاں تو غرض یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ کی تفسیر یہ ہے کہ کافروں کے مرنے کے بعد انکی روح خبیث کے واسطے آسمان کے دروازے نہ کھولے جاوینگے بلکہ اہانت کے ساتھ عذاب سجین میں پھینک دیے جاوینگے وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ اور داخل ہونگے جنت میں یہانتک کہ گھس جاوے اونٹ سوئی کے ناکے میں یعنی یہ غیر ممکن ہے ایسے ہی انکا جنت میں داخل ہونا غیر ممکن ہے پس حتیٰ انتہا ہے انکے عدم دخول کے مشروط ایک محال بات پر پس یہ مبالغہ ہے کہ نہ کبھی یہ محال بات ہوگی اور نہ وے جنت میں داخل ہونگے قال البیضاوی جمل و سم میں قراءات ہیں ایس پڑھا گیا جُمَّل بروزن قُمَّل اور جُمَل بروزن نُغَر اور جُمُل بضمتین اور جُمْل بروزن قُفْل یعنی کتان کی موٹی رسی اور بعض نے کہا کہ کشتیوں کے رسے اور سُم بالضم والکسر مشہور جَمَل بفتحتین معنی اونٹ ہے اور سَم بالفتح ہے معنی سوئی کا ناکا معالم میں ہے کہ عرب جب کسی شے کو مؤکد کرتے ہیں تو ہونیوالی بات پر معلق کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں لا افعل ذالک حتی یشیب الغراب اور ابیض القار یعنی میں ایسا نہ کرونگا یہانتک کہ کوے کے پر بڑھاپے سے سپید ہوجاوین یا جب تک ہیاانڈے دیوسے اور مراد یہ کہ کبھی نہ کرونگا ایسے ہی مراد آنکہ کافر کبھی جنت میں داخل نہونگے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ای مثل الجزاء المذکور نجزی الذین اجرموا بالکفر۔ مانند سزا مذکور کے بدلا دیتے ہیں ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کا جرم کیا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ انکے واسطے جہنم سے مہاد یعنی بستر ہے وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور انکے اوپر غواش ہیں۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مہاد میں جمع لحاف اور یہی محمد بن کعب القرظی و ضحاک و سدی سے مروی ہے حاصل آنکہ اوپر سے آگ کے لحاف ہیں اور غطا بمعنی غطا یعنی سرپوش اور جسمین کوئی چیز لپیٹی جاوے اور مراد یہاں اوپر کا اوڑھنا ہے غواش جمع غاشیہ اور تنوین اسکی سیبویہ کے نزدیک یا محذوفہ کا عوض ہے اور دوسروں کے نزدیک صرف کی ہے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور ایسی ہی ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں جنت سے محروم ہونے میں جرم کا ذکر کیا اور دوزخ میں داخل ہونے میں ظلم فرمایا اس تنبیہ کے واسطے کہ سب سے بڑا جرم ظلم کفر و شرک ہے پھر وعید کفار کے بعد اکرام مومنین کو ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے یعنی تصدیق کی اور نیک کام کیے موصول مع صلہ کے مبتدا ہے اور قولہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یہ جملہ معترضہ ہے درمیان مبتدا و خبر کے اور اسکے معنی یہ ہیں نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت بھر یعنی جسقدر وہ عمل کرسکے قال الزجاج وسع استطاعت کہ جس پر قدرت ہو اور اس سے عاجز نہو۔ اور جسنے کہا کہ وسع بمعنی بذل المجهود ہے اسنے غلط کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ فرائض و واجبات جسطرح شرع میں آئے ہیں سب داخل وسعت ہیں خارج نہیں ہیں لہذا جو شخص کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا مثلاً وہ بیٹھکر پڑھے اور لیٹکر اشارہ سے پڑھے بالجملہ وسعت سے خارج تکلیف نہیں حتی کہ ہے باوجود قدرت کے نماز کے وقت سوگیا وہ گنہگار نہوگا لیکن جب جاگے تو قضا کرے پھر مبتدا مذکور کی خبر یہ ہے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ایشان اصحاب جنت کے لوگ جنہوں نے دل سے سچ مانا اور نیک کام کیے یہی جنتی ہیں یہ جنت میں ہمیشہ رہینگے اہل جنت کے درجے جدا جدا ہونگے اور کبھی بعض مومنوں کا بعض کی طرف سے دنیا میں میل رہا پھر اگر جنت میں اونچے درجہ کی ہوس یا جس سے میل تھا اسکے دیکھنے سے ملال ہو تو جنت میں کوئی ملال نہیں چنانچہ اسکا ذکر فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور نکال ڈالا ہم نے جو انکے سینوں میں تھا غل یعنی جو کچھ دنیا میں انکے درمیان ہوگیا تھا اور نیز حسد قال فی المعالم یعنی ہمنے انکو بھائی بھائی کردیا کہ آپس میں

تختون پر رہینگے کوئی دوسرے سے کسی بات پر جس سے اللہ تعالیٰ نے اسکو مخصوص فرمایا ہی حسد نکریگا کما فی قولہ تعالیٰ اخوانا علی سرر متقابلین الآیۃ **قال الحافظ** قولہ تعالے ونزعنا ما فی صدورہم من غل یعنی حسد و بغض جیسا کہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب مومنین اس سے نجات پاجاوینگے کہ دوزخ میں بھیجے جاوین تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس جو مظلمہ کہ دنیا مین انکے درمیان تھے انکا قصاص لیا جائیگا یہانتک کہ جب مہذب و صاف ہوجاوینگے تو انکو جنت میں داخل ہونیکا حکم دیا جائیگا پس قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ ہر شخص جنت مین اپنے مسکن کو اس سے زیادہ پہچانیگا جتنا کہ دنیا مین اپنے گھر کو پہچانتا تھا رواہ البخاری - اور **سدی** رح نے کہا کہ جب جنتی لوگ جنت کو روانہ کیے جاوینگے تو اسکے دروازہ پر ایک درخت پاوینگے کہ جسکی اصل ساق سے دو چشمہ جاری ہونگے پس ایک سے پانی پینگے تو جو کچھ انکے سینہ مین غل ہوگا سب نکل جائیگا پس یہ شراب طہور ہی اور دوسرے چشمہ سے نہاوینگے تو ان پر نضرۃ النعیم جاری ہوگی پس اسکے بعد انکو پراگندگی و کلفت کبھی نہوگا اور حضرت امیر المومنین علیؓ سے بھی اسی کے مانند مروی ہی کما سیاتی فی قولہ وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا الآیۃ انشاء اللہ تعالے - قتادہ رح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ مین اور عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم انھین لوگون مین سے ہون جنکی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل - رواہ ابن جریر اور عبد الرزاق نے روایت کی کہ حسن بصری رح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ ہم ہی اہل بدر کے حق مین نازل ہوا قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل مترجم کہتا ہو اسمین دلالت ہی کہ یہ میل انکے سینون مین تھا ہولیکن انکے دل صاف تھے والحمد للہ علی ذلک - پھر اور انکا حال پاکیزہ بیان فرمایا تجری من تحتہم الانہار جاری ہونگی انکے نیچے یعنی انکے مکانون کے نیچے نہرین پھر جب ان عالیشان مکانون مین اس نعمت سے قرار پکڑینگے تو شکر یہ ادا کرینگے چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا اور کہینگے کہ جمیع حمد ثابت ہی واسطے اللہ تعالیٰ کے جسنے ہمکو ہدایت دی اسکی یعنی ایسے عمل خیر کی جسکے عوض یہ ثواب ہی وما کنا لنہتدی لولا ان ھدانا اللہ اور ہم خود نہ تھے کہ ہدایت پاوین اگر ہمکو اللہ تعالے نے ہدایت نفرماتا لولا کا جواب بسبب دلالت ماقبل کے محذوف ہی اگر کہا جاوے کہ ماقبل کیون جواب نہین توکہونگا کہ لولا کا جواب اسپر مقدم نہین ہوتا جیسا کہ علماء نحو نے تصریح کی ہی اور محذوف جواب کے ساتھ اسطور پر شائع و ذائع مستعمل ہی لقد جاءت رسل ربنا بالحق یعنی اہل جنت کا اقیہ قول ہی کہ البتہ لائے تھے ہمارے پروردگار کے رسل علیہم السلام سچی بات یعنی سچے ایمان و اعمال کی باتین اور سچے وعدے دیے تھے نسائی و ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر جنتی اور ہر آدمی دوزخ مین سے اپنا ٹھکانا دیکھیگا پس کہیگا لولا ان ہدانی اللہ پس یہ اسکے واسطے شکر ہوجائیگا اور ہر دوزخی اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھیگا پس کہیگا لو ان اللہ ہدانی پس اسکے واسطے حسرت ہوجائیگا اسی واسطے جب اہل جنت نے جنت مین اپنے ٹھکانے پائے ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون پکارے گئے کہ یہ تمہاری جنت ہی جسکے تم وارث کیے گئے بسبب اپنے اعمال صالحہ ادا کرنے کے **قال محی السنۃ البغوی فی المعالم** بعض نے کہا کہ یہ ندا اس وقت ہوگی کہ جب دور سے جنت کو دیکھینگے اور بعض نے کہا کہ یہ ندا جنت مین ہوگی جب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاوینگے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آواز دینے والا پکاریگا کہ تمہارے لیے ثابت ہوا کہ زندہ رہو پھر کبھی نہ مروگے اور تمہارے لیے ثابت ہوا کہ نعمت مین رہو پھر کبھی محتاج نہوگے پس یہی ہی قولہ ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون

رواہ مسلم۔ قال الحافظ یعنے بسبب تمہارے اعمال کے تمکو رحمت الٰہی پہونچی پس تم جنت مین داخل ہو کر اپنے اپنے اعمال کے موافق
اپنے اپنے ٹھکانے پہونچے قال الحافظ اور یہ تاویل اسوجہ سے واجب ہی کہ صحیحین مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ تم مسدد و (راست ۱۲)
مقارب رہو اور خبردار ہو کہ تم مین سے کوئی بسبب اپنے اعمال کے ہرگز جنت مین داخل نہوگا یعنی بدون رحمت الٰہی کے تو صحابہ رضی اللہ
عنہم نے عرض کیا کہ اور نہ آپ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ اور نہ مین مگر آنکہ اللہ تعالے مجھکو اپنے فضل و رحمت سے ڈھانپ لے
قال المترجم خود اللہ تعالے نے فرمایا۔ ذلک الفضل من اللہ یعنے جنت مین داخل ہونا فضل ہی اللہ تعالی کی طرف سے اور نیز فرمایا
فسیدخلہم فی رحمۃ منہ و فضل یعنی عنقریب اللہ تعالی ان نیکوکار بندونکو اپنی رحمت و فضل مین داخل کریگا یہی اہل سنت کا مذہب ہی اور
کشاف مین معتزلہ کے قول کے موافق کہا کہ قولہ بما کنتم تعملون یعنی بسبب اپنے اعمال کے وارث ہوئے نہ بسبب فضل الٰہی کے قال
المترجم یہ قول اُسکا مردود ہی جیسا کہ حدیث صحیح و آیات دیگر سے ثابت ہوا اگر کہا جاوے کہ آیت مین تصریح ہی کہ بسبب عمل کے وارث
ہوئے اور حدیث مین اسکی نفی ہی تو جواب یہ ہی کہ بسبب اعمال کے رحمت ملی جس سے وارث ہوئے کما سبق۔ اور حافظ ابن حجر رح نے
فتح الباری مین جواب دیا کہ حدیث مین نفی ہی بسبب ایسے اعمال کے داخل ہونے کے جو قبولیت سے خالی ہوں یعنی کوئی شخص اپنے ایسے
اعمال سے جو اللہ تعالے نے قبول نہین فرمائے جنت مین نہ داخل ہوگا اور آیت کریمہ مین ایسے اعمال کے سبب داخل ہونا ثابت کیا گیا
جنکو اللہ تعالی نے قبول فرمایا ہی اور اعمال کا قبول کرنا فضل ہی اللہ تعالی کی طرف سے قال القرطبی بالجملہ جنت و اُسکے منازل
بدون رحمت الٰہی کے نہین مل سکتے ہین پس جب اپنے اعمال کیوجہ سے داخل ہوئے تو اللہ تعالی کی رحمت سے وارث ہوے
اور اُسکے فضل سے داخل ہوئے اسواسطے کہ انکے اعمال حضرت اللہ تعالی کی طرف سے رحمت و فضل ہین قال المترجم
توضیح یہ ہی کہ اعمال صالحہ بندے کے مخلوق نہین ہین بلکہ نیکوکاری فضل و رحمت ہی اللہ تعالی کیطرف سے اور انھین اعمال کیوجہ سے جب
جنت مین داخل ہوا تو درحقیقت اللہ تعالی کے فضل و رحمت سے داخل ہوا کیونکہ عمل صالح اسی وقت صالح ہی جب اُس کو
اللہ تعالے قبول فرماوے اور قبول فرمانا اس کا فضل ہی پس اعمال صالحہ پر کچھ اعتماد نہین بلکہ اللہ تعالی کی قبولیت پر اور اُس کی
رحمت پر بھروسا ہی پس جو نیک کام بندہ سے صادر ہو وہ اللہ تعالے کا فضل ہی اور پھر اسکے قبول فرمانے کی آرزو کرے جو
کہ اسکے فضل پر موقوف ہی پھر جب قبول ہوئے تو اُسکے یہی معنی ہین کہ جنت و رضوان مین داخل ہوا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ
جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اعمال نیک کچھ چیز نہین محض بیکار ہین اُسنے غلط کیا اور نیز جسنے یہ وہم کیا کہ اعمال پر اعتماد ہی وہی
سبب ہین وہ بھی راہ غلط پر چلا اور تحقیق اسکی انشاء اللہ تعالی آویگی ف فی العرائس قولہ و نزعنا ما فی صدورہم من غل یہین
حق تعالے عزوجل نے ثابت فرمایا کہ اہل ولایت و قرب و منزلت کے سینے باوجودیکہ نور اسلام و یقین کے مقامات ہین لیکن علت
بشری یعنی غل و غش وغیرہ کے انکے بھی یہان گنجائش ہی اور ایسی علتون و بشریت کی جہت سے ولی مومن خارج نہین ہو جاتا پس کوئی گمان
کرنیوالا یہ گمان نہ کرے کہ یہ لوگ مقدس پیدا ہوئے اور اگر یہی ہوتا تو اپنے یہ احسان کیونکر ہوتا کہ انکے سینے ہر ایسے خطرات سے
پاک فرمائے جو حضرت اللہ تعالے کے لائق نہین اور تصدیق اسکی قول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہی کہ فرمایا یہ آیت واللہ ہمین
اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی ہی اور نیز احتمال ہی کہ یہ نزع یعنے نکال لینا اشارہ ہی کہ انکے دل اس میل کچیل یعنی غل و حسد وغیرہ سے
پاک پیدا ہوئے ہین اور پاک کئے گئے ہین کیونکہ وہ اللہ تعالی کی نظر کا مقام ہین اور یہ علت حقد و حسد کی انکے سینون پر جاری ہو سکتی ہی

جو دل سے الگ ہین کیونکہ وہ شیطانی وسوسہ کا مقام ہین کمافی قولہ تعالیٰ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ اور علت جب دل مین داخل نہو تو اوپر سے طاری ہو اسکا اثر کچھ جانہین رہ سکتا پس اولیاء کی علت تو سینون مین ہوسکتی ہو اور عوام کی علت البتہ دلون تک سما جاتی ہو۔ بعض نے کہا کہ غل سے مراد باہمی حسد وبغض ہو جس سے آنحضرت صلعم نے فی قولہ لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا الخ مین منع فرمایا اور بقولہ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ سے بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا (باہم حسد وبغض اور غیبت کرو ۱۲)۔ بعض نے فرمایا کہ جو بندہ درگاہ قرب مین داخل ہوا اس سے نفس کی رعونت اور شیطان کے حظوظ نکل جاتے ہین (اللہ تعالیٰ کے بندے باہم بھائی بھائی ہو ۱۲) جیسا کہ قولہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔ سے ثابت ہو میرے نزدیک واللہ اعلم یون ہو کہ کوئی شخص درجہ ولایت کو نہین پہونچتا مگر آنکہ اوتعالیٰ قبل اسکے کہ وہ درجہ ولایت پر پہونچ جاوے اسکے سینہ کو تمام علتون سے پاک کردیتا ہو **قال المترجم** مجھے اسمین تامل ہو کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو اثر پہلے مروی ہوا اس سے صریح ثابت ہو کہ قیامت مین انکے سینون سے پاک کیا جائیگا اور یہ ظاہر ہو کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ درجہ ولایت سے جو معروف ہو بہت بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ کوئی ولی اُن کے مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا فافہم واللہ اعلم۔ ثم قال الشیخ۔ پھر اس آیت کے بعد اوتعالیٰ نے ان بندونکی ثنا وصفت فرمائی باینطور کہ انھون نے اپنے اوپر ازلی فضل الٰہی وقدیم لطف واحسان کو جو علت اعمال واکتساب سے بری ہو پہچانکر حمد الٰہی ادا کی جب کہ دیدار کی فضیلت وانعام جنت سے اپنے آپ کو مشرف دیکھا چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔ واضح ہو کہ اَن بمعنی اَنَّہٗ ہو یعنی ان مشددہ کا مخفف ہو یا اَنْ مفسرہ بمعنی اَیْ ہو اور یہی مابعد کے چار مقامون مین بھی ہوسکتا ہو۔ اور معنی آنکہ ہمکو خود اوتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی طرف ہدایت فرمائی اور یہ اسکا سابق انعام مقدر ہو جو ازل مین ہوچکا تھا بعض نے کہا کہ ہمکو اپنی توحید پر دلالت فرمائی اور ہمکو اپنے علم قدیم مین اپنے خاص بندون مین سے قرار دیا اور ہمارے واسطے نہایت عزیز دین کو اختیار فرمایا اور اگر ہمکو ہمارے نفوس کی سپردگی مین فرماتا تو ہم اول ہی لحظہ مین تباہ وبرباد ہوجاتے بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ ہیبت الٰہی پر نظر کرنے سے حال مین انقباض طاری ہوتا ہو اور بسا اوقات انبساط بھی ہوتا ہو اور بندہ ان دونون حالتون کے درمیان مین متردد رہتا ہو پس حال انبساط کا نتیجہ تھا کہ جو انھون نے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا کہا شیخ ابن عطاءؒ نے کہا کہ جب انھون نے دیکھا کہ حق عز وجل نے انکو ہدایت فرمائی اور اس ہدایت کو حق جل وعلا کی طرف سے دیکھا تو وہ لوگ اپنے افعال واعمال کو بھول گئے اور پہچان لیا کہ یہ فضل اپر احسان ہی احسان ہو پس شکر سے ہو کر شکریہ ادا کر نیلگے

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

پکارا جنت والون نے آگ والون کو کہ ہم پاچکے جو ہمکو وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے تحقیق سو تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے وعدہ دیا تھا تحقیق

قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا

بولے ہان پھر پکارا ایک پکارنیوالے نے انکے بیچ مین کہ لعنت ہو اللہ کی بے انصافون پر جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہین

عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝

اسمین کجی اور وہ آخرت سے منکر ہین

وقف

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ اور پکارینگے جنت والے أَصْحَابَ النَّارِ دوزخیون کو یعنی دوزخیون کو قائل کرنے اور لاجواب وتحسر کیا کرنے کو جنت والے آواز دینگے اور ظاہر یہ ہو کہ مطلقاً جنتی لوگ دوزخیون کو آواز دینگے اور بعض نے کہا کہ اصحاب الجنۃ

واصحاب النار مین لفظ جمع کا مقابلہ جمع سے ہے پس توزیع ہو کر فرد بمقابلہ فرد ہوگا تو جنت والون مین سے ہر فریق دوزخیون مین سے ہر فریق کافر کو جسکو دنیا مین پہچانتا تھا آواز دیگا اور لفظ اصحاب النار سے ظاہرا وہ لوگ مراد ہین جو دائمی دوزخ مین رہینگے کیونکہ گنہگار مسلمان جو دوزخ مین جاوینگے انکو وعدہ و وعید الٰہی مین شک نہین تھا پس انکو اقرار کرانے کے کوئی معنی نہین ہین پھر ندا کو بیان فرمایا اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ہمنے پایا جو ہمکو ہمارے رب نے وعدہ دیا تھا برحق یعنے وعدۂ ثواب ہمنے برحق پایا یعنے اسکی تحقیق تاویل ظاہر ہوگئی فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا پھر کیا تمنے بھی پائی جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کی وعید فرمائی تھی برحق یعنے تمنے بھی وعید عذاب کو برحق پایا اور یہ استفہام تقریری ہے بغرض تبکیت و حسرت دلانے کی لہذا دوزخیون نے ناچار جواب دیا جیسا کہ نقل فرمایا قَالُوْا نَعَمْ دوزخی بولے کہ ہان تحقیق پایا فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فنادی منادی بین الفریقین پھر پکارا ایک پکارنے والے نے دونون فریق کے درمیان مین سب کو سنا کر اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ لعنت ہے اللہ تعالی کی ظالمون یعنی کافرون و مشرکون پر اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنے ایسے ظالم لوگ جو اپنی جانون پر ظلم کرنے کے باوجود لوگون کو دین الٰہی سے روکتے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور طلب کرتے سبیل کو اسطرح کہ ٹیڑھی ہووے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالے کے سوا ایسے اور کے لیئے عبادت نماز وغیرہ ادا کرتے اور جسکی اللہ تعالے نے تعظیم نہین فرمائی اسکی تعظیم کرتے عوجا بمعنے ٹیڑھا ہوا بکسر عین مہملہ دین مین اور رائے مین اور ایسی چیزین جو قائم نہو اسکی کجی کو کہتے ہین اور بفتح عین ایسی چیزین جو دیوار و نیزہ وغیرہ کے مانند منتصب ہوتی ہین حاصل انکہ راہ مستقیم پر جسطرح وہ مستقیم ہے نہین چلتے بلکہ اسمین کجی و میلان چاہتے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت و قیامت سے کافر ہے بعض نے کہا کہ یہ مؤذن ملائکہ ہونگے اور بعض نے کہا کہ اسرافیلؑ ہونگے قال الحافظ جیسے اہل جنت کا دوزخیون کو توبیخ کرنا مذکور ہوا ایسے ہی رسول اللہ صلعم نے جنگ بدر کے روز کافر مقتولون کو جو قلیب بدر مین ڈالے گئے تھے تقریع فرمائی تھی یعنے قلیب مذکور کے کنارے کھڑے ہو کر ابوجہل و عتبہ و شیبہ وغیرہ مقتول کافرون کا نام لیکر فرمایا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعدنی ربی حقا پس عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسی قوم سے خطاب فرماتے ہین جو مردار جیفہ ہوگئے ہین تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ جو مین کہتا ہون اسکو اس قوم سے زیادہ سننے والے تم نہین ہو ولیکن یہ قوم اسکا جواب دینے کی استطاعت نہین رکھتی ہین مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق مردے نہین سنتے ہین بدلیل آیات جو آیندہ انشاء اللہ تعالے اپنے مقام پر آوینگی اور حدیث مذکور مین معجزہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا کلام ان مقتولون نے سن لیا والمسئلۃ [?]

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ

اور دونون کے بیچ مین ایک دیوار ہے اور اسکے سرے پر مرد ہین کہ پہچانتے ہین [illegible] اور پکارے جنت والون کو کہ سلامتی ہو

عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۞ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

تمپر داخل نہین ہوئے جنت مین اور وہ امیدوار ہین اور جب پھری انکی نگاہ دوزخ والون کی طرف بولے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞

اے رب ہمارے نہ کر ہمکو گنہگارون کے ساتھ

ع ۵ ۸

وَبَيْنَهُمَا اى بين اصحاب الجنة واصحاب النار یعنی جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان مین حِجَابٌ ایک حجاب ہے جو درمیان مین حائل ہے بعض نے کہا کہ وہی سور اعراف ہے کما فی قولہ تعالیٰ فضرب بينهم بسور الآیۃ۔ اور احتمال ہے کہ بینہما کی ضمیر خود جنت و دوزخ کی طرف راجع ہو یعنے دوزخ وجنت کے بیچ مین ایک حجاب ہے جو ایک مین دوسرے کا اثر پہونچنے سے مانع ہے ذکرہ البیضاوی وَعَلَى الْأَعْرَافِ اعراف دیوار جنت ہے اور وہی حجاب ہے اور یہ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے اسیواسطے الاعراف معرف باللام آیا کیونکہ مراد اس سے حجاب مذکور ہے اور زمخشری نے کہا کہ الاعراف اى اعراف الحجاب یعنی عالیہ یعنی حجاب مذکور کے اعراف پر یعنی بلند بون پر قال البیضاوی اعراف جمع عرف اور وہ مستعار از قول عرف الفرس وعرف الدیک ہے یعنے اسکی گردن کے بال اور بعض نے کہا کہ انکو عرف اسواسطے کہتے ہین کہ بہ نسبت باقی جسم کے اونچے ہوتے ہین اور عرف ہر وہ چیز جو کسی شی مین سے مرتفع ہو کیونکہ وہ بسبب ظہور کے اعراف ہوتی ہین بالجملہ معنی یہ کہ اعراف پر رِجَالٌ تھوڑے سے مرد ہین یعنے اعراف پر ایک گروہ مردون کا ہوگا يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ اى يعرفون كل واحد من اہل الجنة والنار بعلامتهم وہى بياض الوجوه للمومنين وسواد ہا للكافرين لرؤيتهم لهم اذ موضعهم عال۔ جو پہچانینگے ہر ایک فریق کو یعنی اہل جنت کو اور اہل دوزخ کو انکی علامتون کی وجہ سے اور وہ علامت یہ ہے کہ مومنین کے چہرے منور سپید ہونگے اور کافرون کے چہرے سیاہ ہونگے اور اعراف والے اس وجہ سے پہچانینگے کہ ان دونون فریق مین ہر ایک کو دیکھینگے کیونکہ وہ اونچی جگہ پر ہونگے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شناخت انکو الہام سے ہوگی یا ملائکہ کے سکھلانے سے حاصل ہوگی سیما بر وزن فعلی ماخوذ از قولہم سام ابلہ یعنی چراگاہ مین اپنے اونٹ کو علامت لگاکر چھوڑا۔ یا وسم بمعنی داغ وعلامت ونشان سے ماخوذ ہے پس یہ مقلوب ہے جیسے جاہ کا لفظ مقلوب از وجہ ہے مترجم کہتا ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ اعراف پر جو مرد ہونگے یہ کون لوگ ہین اسمین تیرہ قول ہین جنکو قرطبیؒ نے مفصل ذکر کیا جنمین بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ از قسم ملائکہ ہین بصورت رجال اور بعض سے آدمی ہونا پھر بعض سے انکا اہل جنت سے افضل ہونا اور بعض سے مفضول ہونا معلوم ہوتا ہے ولیکن ان اقوال کے واسطے کوئی دلیل قطعی نہین اور مترجم کو بہتر معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر سے یہ مقام ملخص ترجمہ کرے قولہ تعالیٰ وبينهما حجاب الآیۃ حجاب حاجز جو دوزخیون کو جنت مین آنے سے مانع ہے قال ابن جریرؒ وہ سور یعنی دیوار ہے جسکو اوتعالیٰ نے قولہ فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب الآیۃ مین فرمایا ہے اور یہی اعراف ہے جسکو حق تعالیٰ نے قولہ وعلى الاعراف رجال مین ذکر فرمایا ہے پھر سدیؒ سے روایت کی کہ حجاب وہ سور ہے اور وہ اعراف ہے۔ وقال مجاہد اعراف ایک حجاب درمیان جنت و دوزخ کے ہے ایک دیوار ہے جسمین دروازہ ہے ابن جریرؒ نے کہا کہ اعراف جمع عرف ہے اور ہر مرتفع زمین کو عرب والے عرف بولتے ہین اور عرف الدیک بسبب ارتفاع کے عرف کہلایا عن ابن عباس۔ اعراف ہر اونچی چیز کو کہتے ہین۔ مجاہد عن ابن عباس اعراف ایک دیوار ہے مانند عرف الدیک کے۔ وفی روایۃ عنہ۔ اعراف ایک اونچا ٹیلہ درمیان دوزخ وجنت کے ہے جسپر کچھ گنہگار لوگ محبوس رہینگے۔ وفی روایۃ عنہ اعراف دوزخ وجنت کے درمیان دیوار ہے اور یہی ضحاک وبہتیرے علماء تفسیر سے مروی ہے اور سدیؒ نے کہا کہ اعراف اسواسطے نام ہوا کہ وہان کے لوگ ایسے ہونگے کہ اور لوگون کو شناخت کرینگے پھر مفسرین کی عبارات مختلف ہین کہ اعراف پر یہ کون لوگ ہین ولیکن معنی ان مختلف عبارات کے قریب قریب ہین اور مرجع انکا ایک معنی کی طرف ہے یعنی ایسی قوم ہوگی جنکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی اور حضرت حذیفہ وابن عباس وابن مسعود وبہت سے سلف رضی اللہ عنہم وخلف رحمہم اللہ سے

یہ صریح منصوص روایت کیا گیا اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ جسکی نیکیان و بُرائیان برابر ہون اسکا حال آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہی اعراف والے لوگ ہین جو جنت مین داخل نہین ہوے مگر طمع کرتے ہین **قال الحافظ** ہذا حدیث غریب۔ عبد الرحمٰن المزنی سے مرفوع روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے اہل اعراف کو فرمایا کہ وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے باپ کی معصیت کی اور راہ خدا مین شہید ہوے پس باپ کی نافرمانی سے تو جنت مین داخل ہونے سے روکے گئے اور راہ خدا مین شہید ہونا انکو دوزخ مین داخل ہونے سے مانع ہوا۔ رواہ سعید بن منصور وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن جریر والبیہقی والطبرانی وابو الشیخ وعبد بن حمید وابن منیع۔ وقد رواہ ابن ماجہ مرفوعًا من حدیث ابی سعید الخدری وابن عباس رضی اللہ عنہما **قال الحافظ** ان احادیث کا مرفوع ہونا واللہ اعلم صحیح ہی یا نہین لیکن آخر اس سے کم نہین کہ یہ خبر موقوف ہو یعنے انھین صحابہؓ کا قول ہو تب بھی جو ہمنے ذکر کیا اسکے واسطے دلیل ہی۔ حذیفہؓ سے روایت ہی کہ وہ ایسے لوگ ہین جنکی نیکیان و برائیان برابر ہین پس برائیون نے جنت مین جانے سے روکا اور نیکیان دوزخ سے آڑے آئین پس دیوار پر ٹھہرا رکھے گئے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکے درمیان حکم کرے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عمرو بن جریر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم سے اعراف والے لوگون کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ بندون مین سے سب سے آخر جنکے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا وہ اہل اعراف ہین پس جب اللہ تعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا تو فرماویگا کہ تم ایسی قوم ہو کہ تمھاری نیکیون نے تمکو آگ سے نکالا اور تم جنت مین داخل نہوئے پس تم میرے آزاد کیئے ہوئے ہو پس تم جنت مین سے جہان چاہو کھاتے پھرو۔ رواہ سعید وقال الحافظ ہذا مرسل حسنٌ اور مجاہدؒ سے مروی ہی کہ اعراف والی قوم صالحین فقہاء وعلماء ہونگے اور ابو مجلزؒ سے روایت ہی کہ وہ ملائکہ ہونگے اور حافظؒ نے ان دونون قولون کو غریب بلکہ قول دوم کو اغرب خلاف سیاق وخلاف جمہور قرار دیا مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ نے بھی قول جمہور اختیار کیا کہ وہ ایک قوم ہی جسکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی۔ اور ابن الجوزیؒ نے ذکر کیا کہ وہ ایک قوم ہوگی جن سے انکے باپ راضی رہے اور مائین ناراض رہین یا برعکس ہوا اور اسکو ابراہیم بن نخعیؒ سے روایت کیا اور پہلے معلوم ہوا کہ یہان دیگر اقوال ہین جنکے ثبوت مین کلام اور صحت مین مقال اور غرابت مین کمال ہی انکے ذکر سے تطویل بیفائدہ ہی بلکہ ترک کرنا صواب ہی قولہ یعرفون کلا بسیماہم۔ یعنی اہل جنت کو انکے چہرون کی سپیدی کے ساتھ اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی کے ساتھ پہچانینگے۔ رواہ علی بن ابی طلحہ والضحاک عن ابن عباس اور بیضاویؒ نے جو کہا کہ یہ شناخت انکو یا الہام یا تعلیم ملائکہ ہوگی یہ قول بعید ہی اور صواب وہ ہی جو مفسرؒ نے کہا کہ اونچے مقام سے وہ دونون کو دیکھکر پہچانینگے چنانچہ قولہ واذا صرفت ابصارہم سے یہ بات خود ظاہر ہی اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسمقام پر انکو اسواسطے اتارا کہ جو لوگ جنت مین ہین اور جو لوگ دوزخ مین ہین انکو پہچانین اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی سے پہچانین اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگین کہ انکو قوم ظالمین کے ساتھ نہ کرے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اور اعراف والے یہ لوگ آواز دینگے اہل جنت کو کہ سلام علیکم یعنے اہل جنت کو تحیت ہو پہنچا دینگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ یعنے اعراف والے جنت مین اب تک داخل نہین ہوئے اور وہ طمع کرتے ہین حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت کریمہ پڑھکر کہا کہ واللہ انکے دلون مین یہ طمع اسی واسطے ڈالدی کہ انکے حق مین کرامت کا ارادہ فرمایا ہی اور قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو انکے مقام طمع سے آگاہ فرمایا۔ اور عوفی عن ابن عباسؓ مین ہی کہ اعراف والے اپنی حالت مین

اہل جنت کو تحیت پہونچاوینگے ابھی تک وہ داخل نہین ہوئے اور طمع کرتے ہونگے کہ داخل ہون اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ داخل ہوجاوینگے
وکذا قال مجاہد والضحاک والسدی والحسن وغیرہم۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہین ہو کہ پھر اعراف والے اس حال مین ہونگے کہ ناگاہ تو تعالیٰ
عزوجل انپر تجلی فرماویگا اور حکم دیگا کہ جاؤ جنت مین داخل ہو کہ مین نے تمکو بخشدیا۔ رواہ الحاکم۔ بالجملہ جسوقت اعراف پر ہونگے تو طمع کے
ساتھ اہل جنت پر سلام پہونچاوینگے وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ۔ اور جب پھیری جاوینگی نظرین اہل اعراف
کی بجانب دوزخیون کے قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ تو کہینگے اے ہمارے پروردگار تو ہم بندون کو قوم ظالمین
یعنے کافرون ومشرکون کے ساتھ دوزخ مین مت کیجیو۔ اسمین اشارہ ہو کہ اہل جنت پر انکی نظر جمی ہوگی اور دوزخیون کی طرف پھیری
جاوینگی اور یہ دعا بھی بسبب رحمت ومغفرت ہو فافہم **ف فی العرائس** قولہ تعالیٰ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم الآیۃ
دنیا مین کچھ بندے ایسے ہین کہ انکے قلوب مقام ملکوت مین پرواز کرتے ہین اور انکی روحین انوار جبروت مین پرواز کرتی ہین اور انکی
عقلین اسرار پر مطلع ہوتی ہین اور انکے اسرار خاص انوار پر مطلع ہوتے ہین پس وہ نور الٰہی کے ساتھ عرش سے تحت الثریٰ تک
بقوت الٰہی دیکھتے ہین اور تمام کو پہچانتے ہین کہ کون مقرب ہو اور کون دور پڑا ہوا ہو اور یہ بات اس مخلوق کے چہرون سے ظاہر ہوتی ہو اور
چہرون پر سعادت وشقاوت کی مہر ہو جسپر یہ امر لکھا ہوا ہو کہ اسکو سوائے عارف ربانی کے کوئی نہین پڑھ سکتا ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم
نے اشارہ فرمایا۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنے مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہو اعراف
والے قیامت کے روز درگاہ عالی کی بلندیون پر ہونگے اور ہر دو جہان کے احوال پر مطلع ہونگے پس دوزخی ان لوگون کی طرف
نظر کرینگے تو عذاب کی بوجھ انکے دیدار سے برداشت کرلینگے۔ اور اہل جنت ان لوگون پر نظر کرینگے تو انکا عیش دوسرا زیادہ ہوگا
یہ لوگ ہر قصوروار کے حق مین شفاعت کرینگے اور ہر نعمت والے کے لیے توفیر ومزید نعمت کے داعی ہونگے اور اسی پر دلالت
کرتا ہو قولہ تعالیٰ ونادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اہل اعراف کی طرف سے اہل جنت پر سلام ہونا جنتیون کے حق مین مزید
تقرب ہو اور قولہ تعالیٰ لم یدخلوہا وہم یطمعون۔ یعنے اعراف والے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہو مخلوق کی شفاعت
کرنے کو اس مقام پر روکے جاوینگے حالانکہ وے طمع کرتے ہونگے کہ جنت مین داخل ہو کر عوام کے ساتھ عیش کرین پس مثال
انکی مانند بادشاہون کے ہو کہ کم مرتبہ لوگون کے ساتھ انکو بیٹھنا پڑتا ہو حالانکہ دل انکے بادشاہت کی عیش کو چاہتے ہین ابوالحسن
الفارسی نے سہل بن عبداللہؒ سے روایت کی کہ اہل معرفت ہی اعراف والے ہونگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یعرفون کلا بسیماہم پس انکو
اس مقام پر اسواسطے رکھا کہ دونون جہان والون کے لوگون پر انکو مطلع فرماوے جیسے دنیا مین بندون کے احوال و اسرار پر مطلع کردیا تھا مشتری ۱۲
بعض نے کہا کہ اعراف والے اور لوگون کو اس نشانی سے پہچانینگے جس سے انکو دنیا مین دیکھا تھا پس بہت سی قومین تو ایسی پاوینگے
جنپر انوار قرب کے نشان ہوگا اور بہت سی قومین الٰہی پہچانینگے جنپر مطرود ومردود ہونے کا نشان ہوگا **قال الاستاذ** یہ لوگ جو اعراف پہ
ہونگے اشراف لوگ ہونگے جو آج کے روز انوار بصائر سے مخصوص فرمائے گئے ہین اور اپنے اسرار سے مقادیر خلق پر مشرف
ہوئے ہین وہ کل کے روز یعنے قیامت مین سب کے مقامات وطبقات پر اپنے ابصار سے مطلع ہونگے **قال المترجم** عرائس کے
بیان سے اہل اعراف کا اکابر وعارفین ہونا ظاہر ہوا اور تفسیر علماء مفسرین سے بھی ایسا احتمال ذکر کرنا بیان ہو نا سب معلوم ہوا
پس قشیریؒ نے شرحبیل بن سعدؓ سے ذکر کیا کہ اعراف والے شہید لوگ ہونگے مجاہدؒ سے مروی ہو کہ مومنین مین سے افضل وعلماء

رفقہار ہونگے جو اپنے ذاتی احوال سے فارغ ہو کر لوگون کے احوال دیکھنے کو مشغول ہونگے بعض نے کہا کہ وہ انبیا علیہم السلام مین سے ایک گروہ ہوگا اُسکو زجاج نے ذکر کیا اور ابن الانباری نے حکایت کیا ہو۔ بعض نے کہا کہ وہ عادل لوگ ہونگے جو قیامت مین لوگون پر انکے اعمال کے شاہد ہونگے اور وہ ہر امت مین سے کچھ لوگ ہونگے۔ اور اسی کو ابو جعفر النحاس نے اختیار کیا اور کہا کہ جملہ اقوال مین سے یہ بہتر قول ہو اور تجھے معلوم ہو چکا کہ بسبب ظاہر قولہ تعالیٰ لم یدخلوہا وہم یطمعون کے ان اقوال مذکورہ مین بعد و غرابت ہو اور سب سے بعد قول ابو مجلز ہو کہ وہ ملائکہ ہونگے فلیتامل۔

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ○

اور پکارے دیوار کے سرے والے کچھ مردونکو کہ انکو پہچانتے ہین نشان سے بولے کیا کام آیا تمکو جمع کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے۔

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ○

اب یہ وہی ہین کہ تم قسم کھاتے تھے نہ پہونچاویگا انکو اللہ کچھ مہر چلے جاؤ جنت مین نہ ڈر ہو تم پر اور نہ تم غم کھاؤ

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا ای من اصحاب النار اور پکارینگے اعراف والے کچھ لوگون کو یعنی کچھ دوزخیون کو۔ یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ جنکو انکی نشانیون سے پہچانینگے کلبیؒ نے کہا کہ انکو نام بنام آواز دینگے کہ او فلانے او فلانے قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ من النار جَمۡعُكُمۡ ای جماعتکم وکثرتکم او جمعکم المال یعنی نہ بچایا تمکو آگ سے تمھاری جمع نے یعنی تمھاری جماعت و جتھے نے یا تمھارے مال جمع کرنے نے وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۔ ما مصدریہ ہو ای واستکبارکم عن الایمان۔ اور تمھارے تکبر و سرکشی نے ایمان لانے سے یہ جمعکم پر عطف ہو یعنی تمھارے جمع نے اور تمھارے استکبار نے آج تمکو آگ مین پڑنے سے کچھ بھی فائدہ نہ دیا کلبی نے کہا کہ پھر جنت کی طرف نظر کرینگے اور اسمین فقیر و غریب مسلمانونکو دیکھکر انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوزخ والے متکبر کافرون سے کہینگے اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ یعنی کافرونکو سرزنش و ملامت کرتے ہوئے کہینگے کہ بھلا یہ وہی لوگ ہین جنکے حق مین تم دنیا مین قسم کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انکو نہ پہونچیگی حالانکہ ان لوگون سے کہدیا گیا کہ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ تم لوگ جنت مین داخل ہو رحمت و فضل کے ساتھ درحالیکہ تمھارے حق مین مقدر ہوا کہ نہ تم پر خوف ہو اور نہ تم غمگین ہو۔ واضح ہو کہ جنھون نے اہل اعراف کی تفسیر مین کہا کہ اعراف والے لوگ بہ نسبت اہل جنت کے اشرف و افضل ہونگے انھون نے آیت کی تفسیر یون بیان کی ہو کہ اعراف والے پہلے سے اس مقام پر بیٹھینگے اور وہ جنتیون اور دوزخیون مین سے ہر فریق کو اسکی علامت سے پہچان جاوینگے پس جب اہل جنت اپنے اچھے مسکن مین جانے کو قریب پہونچین گے تو انکو آواز دینگے کہ سلام علیکم یعنی جنت مین آنے کی مبارک باد و سلامتی دینگے لم یدخلوہا وہم الخ درحالیکہ جنت والے جنت مین پہونچ جانے کی طمع کرتے ہونگے اور ہنوز داخل نہوئے ہونگے۔ اور جب دوزخیون کی طرف نظر ڈالینگے تو دعا و پناہ مانگینگے کہ پروردگار ہمکو ان ظالمون کے ساتھ نفرمائیو۔ اور دوزخیون کو پہچانکر کہینگے کہ آج تمھارے تکبر و جمع نے تمکو دوزخ سے نجات دلانے مین کچھ فائدہ نہ دیا اور ضعیف مسلمانون کی طرف اشارہ کرکے ان دوزخیون کو حسرت دلانے کو کہینگے کہ یہی ہین جنکی نسبت تم قسم کھایا کرتے تھے کہ انکو رحمت الٰہی ہرگز نہین پہونچے گی پھر ان مسلمانون سے کہینگے کہ شاباش تم اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جاؤ جنت مین داخل ہو رہنا بر قول جمہور کے تقدیر کلام یون ہو کہ یقولون مشیرا الی ضعفاء المسلمین اہؤلاء الذین اقسمتم لا ینالہم اللہ برحمتہ وقد قیل لہم

ادخلوا الجنۃ الخ جیسا کہ مذکور ہوا **قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس** یعنے اصحاب اعراف کہینگے کہ ادخلوا الجنۃ الخ -
اور ابن جریرؒ نے بطریق دیگر ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب اعراف والے جنتیون و دوزخیون سے وہ بات کہ چکینگے جو اللہ تعالیٰ نے کہنا مقدر
فرمائی ہو تو تکبر کرنیوالون اور مالدارون سے اللہ تعالیٰ فرماویگا اہولاء الذین اقسمتم لاینالهم الخ اور **حافظ ابن کثیرؒ** نے یہان
ذکر کیا کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اعراف والے ایسی قوم ہین کہ انکے اعمال نیک و بد مخلوط ہونگے پس نیک اعمال تو جنت مین جانے
سے کمی کرینگے اور بد اعمال بھی ایسے نہونگے کہ دوزخ مین لیجاوین پس وہ اعراف پر رکھے جاوینگے کہ لوگون کو شناخت کرین پھر جب
اللہ تعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ پورا کر دیگا تو ان لوگون کو اجازت فرما دیگا کہ اپنے واسطے سفارشی ڈھونڈو پس آدم علیہ السلام کے
پاس آکر کہینگے کہ آپ ہمارے باپ ہین آپ پروردگار عزوجل کے حضور مین سفارش فرماوین آدمؑ فرمائیگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے میرے سوا کسی کو اپنے ہاتھون پیدا کر دیا اور اسمین روح پھونکی اور اسکی طرف رحمت الٰہی نے غضب الٰہی پر سبقت فرمائی اور
اسکے واسطے ملائکہ نے سجدہ کیا ہو تو کہینگے کہ نہین تب آدمؑ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا ہون اور مین تمہاری سفارش نہین کر سکتا
ولیکن تم لوگ ابراہیمؑ کے پاس جاؤ پس ابراہیمؑ کے پاس آکر شفاعت کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا
کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ اپنا خلیل بنایا اور جانتے ہو کہ بھلا کسی اور کو اسکی قوم نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین آگ مین ڈالا
تو کہینگے کہ نہین تب ابراہیم فرماویگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور مین تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم میرے فرزند موسیٰؑ کے پاس جاؤ
پس وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے اور وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام
کیا اور مناجات مین اسکو مقرب کیا تو کہینگے کہ نہین وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم عیسیٰؑ
کے پاس جاؤ پس عیسیٰؑ سے آکر سفارش کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ نے
یہ کیا ہو کہ اسکو بدون باپ پیدا کیا اور اسنے مادرزاد اندھے و کوڑھی باراده الٰہی اچھے کیے اور مردے باراده الٰہی زندہ کیے ہون
تو کہینگے کہ نہین - وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس وہ محمد
صلعم کے پاس آوینگے حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مجھ سے آکر سفارش چاہینگے تو مین ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر اقبال کرونگا پھر چلکر عرش کے
روبرو حاضر ہونگا پس ایسی ثنا و صفت و حمد الٰہی مجھکو علم مین حاصل ہو جائیگی جو سننے والون نے کبھی نہین سُنی پھر مین سجدہ مین ہو جاؤنگا تو مجھسے
ارشاد ہوگا کہ اے محمد اپنا سر اُٹھا اور مانگ کیا مانگتا ہے تجھکو عطا ہوگا اور سفارش کر کہ تیری سفارش سُنی جاویگی پس مین سر اُٹھا کر عرض کرونگا
کہ یا ربّ امتی - اے پروردگار میری امت کو بخشدے پس او تعالیٰ عزوجل فرماویگا کہ وہ تیرے واسطے ہین یعنے تجھے بخشدئے گئے پس کوئی نبی
مرسل اور کوئی فرشتہ مقرب نہ رہیگا جو مجھپر غبطہ نہ کرے اور یہی مقام المحمود ہے پھر مین انکو جنت مین لاونگا اور وہ لوگ نہر الحیاۃ پر لیجاکر
نہلائے جاوینگے پس اُن کے اجسام مثل چمکتے تارے کے ہو جاوینگے ولیکن انکے سینون مین سپید تل ہونگے جس سے انکی شناخت
ہوگی اور ان لوگون کو مساکین اہل جنت کہینگے **قال المترجم** یون ہی اس مقام پر شیخ ابن کثیرؒ کے نسخہ تفسیر مین لکھا ہے اور شفاعت و
مقام محمود کی احادیث کثرت سے متواتر المعنی مروی ہین ولیکن انمین یون ہے کہ بہت لوگون کو دوزخ مین سے نکال لاوینگے پس شاید
کہ اول مین ابتدا انھین لوگون سے ہو جو اہل اعراف ہین بنا بر آنکہ اہل اعراف ایسے لوگ ہونگے جو دوزخ مین نہین داخل ہوئے اور جنت
مین بھی نہین داخل ہوئے بلکہ نیکیان و برائیان برابر ہونے کی وجہ سے اعراف پر محبوس رہے ہین جیسا کہ قول جمہور ہے اور البتہ ثابت

ہوا کہ مطلقاً شفاعت اس مقام محمود کی شفاعت سے عام ہو اور وہ حساب کے واسطے بھی ہوگی جیسا کہ احادیث صحاح مین ثابت ہوا ہو اور یہ مقام اسکے بیان کا نہین ہو اور مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اہل اعراف وہ لوگ ہونگے جنپر قرضہ ہو - کما رواہ ابن ابی حاتم اللہم سہل علی اداء الدین واقض دینی یا ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اہل اعراف مشرکون کے بچے جو مر گئے - اور بعض نے کہا کہ جنون مین سے مومن لوگ ہونگے اور بعض نے کہا کہ زمانہ فترت مین جو لوگ موحد رہے ہین - بالجملہ اسمین کوئی بات قطعی نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہو کہ کون مراد ہین -

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ

اور پکارے آگ والے جنت والون کو کہ بہاؤ ہمپر تھوڑا پانی یا جو روزی تمکو دی اللہ نے بولے اللہ نے یہ

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا

دونون بند کیے ہین منکرون سے جنھون نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور بہکے دنیا کی زندگی پر سو آج ہم انکو بھلا دینگے جیسے

نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝

وہ بھولے اپنے اسدن کا ملنا اور جیسے تھے ہماری آیتون سے جھگڑتے -

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے دوزخیونکے حال ذلت و رسوائی اور اہل جنت سے کھانا پانی مانگنے کو اور اس سوال گدائی کے قبول نہونیکو بیان فرمایا وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ یعنی دوزخیون نے پکار کر مانگا اہل جنت سے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ یہ کہ افاضہ کرو ہمپر کچھ پانی اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو تمکو اللہ تعالے نے رزق دیا ہو اسمین سے افاضہ بمعنی توسعہ یعنی کشایش و فراخی دینا اور معنی یہ کہ بہادو ہمپر کچھ پانی اور اسمین دلیل ہو کہ جنت بہ نسبت دوزخ کے اونچے پر ہوگی قالہ البیضاوی اور رزق سے مراد طعام ہو کما قال السدی یا اور پینے کی چیزین مراد ہین بہ نظر لفظ افاضہ کے اسمین سیلان کے معنی ہین اور مفسر رحمہ نے قول سدی رحمہ کو اختیار کیا پس افیضوا علینا متضمن معنے القاء ہے یعنے ہماری طرف ڈالدو خواہ بہاکر یا اور کسی طور سے اور فعل مین تضمین معنے دیگر کا ہونا استعمال عرب مین شائع ہے مانند قول شاعر ؎ علفتہا تبناً و ماءً بارداً ؛ یعنی مین نے ناقہ کو چرائی خشک گھاس اور ٹھنڈا پانی یعنی ٹھنڈا پانی پلایا پس تعلیف متضمن معنی سقایہ ہو پھر حرف او جو قولہ او مما رزقکم مین ہو یا تو اپنے معنی پر ہو یعنے دوزخیون نے بھیک مانگی کہ پانی یا کھانا جو کچھ تمہارا جی چاہے یا جسے ہو سکے ہمکو دیدو اور یا حرف او بمعنی واو ہو کیونکہ آگے دونون کی حرمت کافرون پر مذکور ہو اور عبدالرحمن بن زید نے تفسیر کی کہ دوزخی انسے پانی اور کھانا مانگینگے سعید بن جبیر سے روایت ہو کہ دوزخی آدمی اپنے باپ یا بھائی کسیکو پکاریگا کہ مین آگ سے جل گیا میری طرف ذرا سا پانی بہادے تو اہل جنت کو حکم ہوگا کہ انکو جواب دو تو وہ لوگ جواب دینگے جو مذکور فرمایا قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کہینگے کہ اللہ تعالے نے اس کھانے و پانی دونون کو کافرون پر حرام فرمایا ہو یعنے جنت کے کھانے و پانی کو حرام فرمایا ہو اور رہنا دوزخ کے حمیم اور غساق کو اعوذ باللہ منہ یہ لوگ پا دینگے چنانچہ انشاء اللہ تعالے کلام مجید مین اسکا بیان آویگا اگر کہا جاوے کہ تحریم و تحلیل تو ان لوگون پر ہوتی ہو جن سے ایمان کے موافق احکام کی بجا آوری کو کہا گیا ہو اور دار آخرت مین یون کوئی مکلف نہوگا بلکہ یہ تو فقط دنیا مین ہو پھر کیونکر کہا کہ اللہ تعالے نے کافرون پر حرام کیا - تو جواب یہ کہ حرمت بمعنی منع ہو یعنے کافرون پر ممنوع فرمایا جیسے دنیا مین بندہ مومن کو اشیاء محرمات سے منع فرمایا ہو جو لوگ یہان شراب وغیرہ حرام چیزون سے نہین بچتے انکو آخرت مین حسرت ہوگی وانسہم ابن عباس رضی سے

مروی ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ افضل الصدقہ پانی ہو اور اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ ابو صالح سے مروی ہو کہ جب ابو طالب
بیمار ہوئے تو مشرکون نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اپنے اس بھتیجے یعنی محمد صلعم کے پاس کسی کو بھیجین کہ وہ جنت سے ایک خوشہ آپکو منگوا دے تو آپکو اس سے
صحت ہو جاوے پس آنحضرت صلعم کے پاس آدمی آیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے پس ابو بکر نے اس آدمی کو جواب دیدیا کہ
ان اللہ حرمہما علی الکافرین پھر اللہ تعالےٰ نے کافرون کی حالت دنیاوی سے انکی مذمت بیان کی بقولہ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا
یعنے جنت کا کھانا پینا کافرون پر حرام کیا جنکی یہ بدخصلت تھی کہ انھون نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا لیا تھا۔ یہ بیان مبالغہ ہو کہ دین سے بالکل خارج
تھے اور جس چیز کے ساتھ بہت صرف کرنا خوب نہین اسمین مصروف ہونا لہو ہو اور جس سے خوشی کی خواہش کرنا خوب نہین اس چیز سے خوشی کو چاہنا لعب ہے
پس ہر شئ وہر طریقہ جو شرع مین روا نہین لہو ولعب ان دو اعتبار سے ہوگا فی السراج یہ لہو ولعب جیسے شیطان نے مشرکین عرب کی نظر مین سانڈ چھوڑنا
اور جانورون کے کان کاٹنا ننگے طواف کرنا وغیرہ بدکامون کی زینت ظاہر کی تھی بعض نے کہا کہ دین کو لہو ولعب اس معنی کر کے بنایا تھا کہ جو کوئی
پیغمبر یا نیک آدمی اُن کو ایمان کی طرف بلاتا تھا اس کو لہو ولعب و مسخر سے مسخرہ بناتے تھے اور اُنکو حقیر و ذلیل سمجھکر کہتے کہ کیا یہی لوگ جنت
کی نعمتون سے سرفراز ہونگے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور مغرور کر دیا تھا انکو زندگانی دنیا نے یعنی سردست جو راحت و آرام ناپید ہونے والا
انکو ملا اُسنے اپنے اوپر فریفتہ کر کے انکو اللہ تعالیٰ و رسول الٰہی پر ایمان لانے اور آخرت کا حصہ لینے سے غفلت مین ڈال رکھا یہانتک کہ اسی حال
خراب مین انکی موت آگئی۔ غرہ اس غفلت کو کہتے ہین جو جاگتے ہین ہوا ور وہ انسان کی طمع اس بات مین کہ عمر دراز ہوا ور خوب عیش ملے اور بہت
مال وجاہ حاصل ہو پھر جب ایسا ہوا تو دنیا کی لذتون مین ڈوب کر نجات سے غافل ہوگیا۔ کذا فی السراج۔ پھر جب کافرون کی یہ بدخصلتین
بیان فرمائین تو پھر فرمایا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ای فالیوم نترکہم فی النار جیاعا عطاشا کما نسوا لقاء ہذا الیوم تترکہم العمل لہ
یعنے پس آج کے روز ہم بھی انکو آگ مین بھوکے پیاسے چھوڑ دینگے جیسے وہ خود بھولے بیٹھے رہے اس روز کی ملاقات سے باین طور کہ آج کے
واسطے خود کچھ کام نہین کر رکھا اگر کہا جاوے کہ نسیان و بھول تو اللہ تعالےٰ کی جناب مین محال ہو پھر فالیوم ننساہم کیونکر فرمایا۔ تو جواب یہ ہو کہ ننساہم
کے یہ معنی کہ نعاملہم معاملۃ من نسیہم۔ انکے ساتھ ہم وہ برتاؤ کرینگے جیسے انکو بھولنے والا انکے ساتھ کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے علم پاک سے کوئی چیز فراموش
نہین چنانچہ خود فرمایا لا یضل ربی ولا ینسی۔ اور یہان بطریق مقابلہ کے مجازاً فرمایا ہو جیسے قولہ نسوا اللہ فنسیہم۔ اور جیسے فرمایا۔ کذلک اتتک آیاتنا
فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی۔ حاصل آنکہ آیت کے معنی یہ ہین کہ ہم انکے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسے کوئی بھول کر اپنے بھولے ہوئے سے معاملہ کرتا ہو
کہ ہم انکی کچھ دستگیری نکر دینگے اور بالکل انکو آگ مین چھوڑ دینگے اور فالیوم کی فا فصیحہ ہو پس نسیان یہان مجازاً استعارہ ہو اور قرآن مجید مین
ایسے استعارات بہت آئے ہین کیونکہ جو معانی عالم الغیب کے ہین انکو عالم الشہادۃ مین ایسی چیز سے تعبیر کیا جائیگا جو اسکے مماثل و مشابہ ہو اور
یہ خود ظاہر ہو۔ **قال العوفی عن ابن عباس**۔ دوزخیون کو اللہ تعالےٰ نے بھلائی سے گویا فراموش فرمایا اور آگ و تکلیف و عذاب سے
فراموش نہین رکھا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے ننساہم کی تفسیر نترکہم سے روایت کی جیسا کہ منذر نے لکھا ہو۔ مجاہد نے کہا کہ ننساہم ای
نترکہم فی النار۔ اور سدی نے کہا ای نترکہم من الرحمۃ کما ترکوا ان یعملوا للقاء یومہم ہذا یعنے ہم انکو رحمت سے متروک رکھینگے جیسے انھون نے
ترک کر رکھا تھا اس بات کو کہ آج کے دن کے واسطے کچھ کار خیر کرین۔ حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کہ
بھلا مین نے تجھے جورو نہین دیدی مین نے تجھے مکرم نہین کر دیا مین نے تیرے زیر فرمان گھوڑے و اونٹ نہین کر دیے مین نے تجھے نہین چھوڑ دیا
کہ تو کھاتا پیتا سیر ہو کر وہ عرض کریگا کہ ہان کیون نہین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے یقین تھا کہ مجھسے ملیگا وہ عرض کریگا کہ نہین پس فرماویگا کہ پھر آج

کے روز ہم بھی تجھے فراموش کرینگے جیسے تو ہمکو بھولا ہوا تھا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ اور جیسا کہ وہ انکار کرتے تھے ہماری آیات سے اور جیسے انہوں نے
ہماری آیات سے انکار کیا تھا اسمین دلیل ہو کہ نسیان قیامت اور نسیان الٰہی انھین بندونکو ہو جو کافر ہین اور جو ایمان لایا وہ فراموش
کرنیوالا نہین ہو مگر جو کوئی قیامت کے لیئے سامان نہ کرے اسکے حق مین تہدید ہو۔ تنا مل ف ابن العربیؒ نے رحمت الٰہی کے غضب
پر سبقت کیئے ہوئے ہونے کو ہر چیز مین ثابت کیا حتی کہ دوزخیون کے حق مین بھی بیان کیا اور اسی طور پر شیخ شیرازیؒ نے عرائس البیان
مین قولہ ونادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء الآیۃ کے اشارہ مین کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ بات
ہو کہ دوزخیون کے واسطے اہل جنت کا پردہ اُٹھا دیا ہو حتی کہ جنت و جنتیون کے دیکھنے سے وہ لوگ عذاب سخت کو اُٹھا لیتے ہین اور یہ اُو
تعالےٰ کے لطائف خفیہ مین سے ہو تو نہین دیکھتا کہ عاشق اگر برف یا زمہریر مین پڑا ہو اگر معشوق پر اسکی نظر رہے تو اسکے دیدار کی حلاوت
مین برف سے گل جانے کا دکھ نہین پاتا تجھے چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یاد کر کہ عورتون نے انکے دیدار مین کیونکر اپنے
ہاتھ کاٹ لیئے اور کٹنے کے درد سے خبر نہوئی مین نے سُنا کہ مشائخ مین سے کوئی بزرگ تھے کہ اپنے مکان کے پڑوس کی مسجد مین
مغرب و عشاء کے درمیان جاتے تھے تاکہ عشاء کی نماز ادا کرین اور ان دنون برف گرا کرتا تھا پس راہ مین دیکھا کہ ایک جھروکے کے
نیچے ایک نوجوان آدمی اپنے معشوق سے باتین کرتا ہو اور معشوق جھروکے پر ہو اور یہ دونون اپنی باتون مین ایسے غافل تھے کہ انکو شیخ
موصوف کے آنے سے خبر بھی نہوئی پھر جب شیخ موصوف عشاء کی نماز کے بعد واپس ہوئے تو بھی انکو اسی حال مین دیکھتے آئے
پھر رات گزر کر جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہوا اور شیخ موصوف لالٹین لیئے ہوئے مسجد کو چلے تو دیکھا کہ وہ دونون اسی حال سے باتین
کرتے ہین اور برف اُسکے گھٹنون تک چڑھ گیا ہو جب قریب ہوئے تو معشوق نے عاشق سے کہا کہ ای پیارے اسوقت ٹلجا کہ شیخ نماز عشاء کو جاتا ہو۔
اور یہ جدائی پیش آنے سے دردناک شعر پڑھا شیخ یہ حال دیکھکر رو دیئے اور ایک چیخ مارکر بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو ایک نعرہ مارا
اور گریبان چاک کر ڈالا اور کہا کہ آدمیون کے آپس کے عشق مین یہ حال ہو کہ عشاء و فجر کی خبر نہین اور برف و سردی سے اثر نہین اور مین حضرت
خالق عزوجل کے اس پردۂ غفلت مین پڑا ہون ۵ عشق آن نبود کہ در مردم بود ٭ این فساد خوردن گندم بود ٭ عاشق صنع خدا با فر بود ٭
عاشق مصنوع او کافر بود ٭ عشق بر مردہ نباشد پائدار ٭ عشق را بر حی و بر قیوم دار ٭ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء ٭ یافتند از عشق او کار و کیا ٭
قولہ افیضوا علینا من الماء اسواسطے پانی مانگا کہ وہ آگ کا ضد ہو اور اشارہ ہو ای درگاہ بے نیاز کے بندو کچھ ہمپر بھی دریائے رحمت سے پانی بہادو
یا جو کچھ تمکو رزق تقرب حاصل ہوا آمین سے ہمکو بھی دلوا دو یعنی ہماری شفاعت کرو حضرت استادؒ نے فرمایا کہ انکو ایک قطرہ نہ دیا جاوے گا
باوجود اسکے کہ او تعالےٰ پاک پروردگار انکے عذاب دینے سے بے پرواہ ہو اور جو چاہے کہ انکو دیدے اور چاہے جس نعمت مین انکو رکھے ولیکن یہ قہر ربوبیت و
عزت احدیت ہو وہ قادر مختار ہو جو چاہے کرے کون وہان دم مار سکتا ہو لایسئل عما یفعل وہم یسئلون جیسے دنیا مین انکو ایک ذرہ معرفت
نہ دی ویسے ہی آخرت مین ان حالتون مین انکو ایک قطرہ عطا کریگا اور یہ لوگ پانی مانگین کہ اس سے روئین کیونکہ انکے آنسو منقطع ہونگے

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ
اور ہمنے انکو پہونچادی ہو کتاب جو کھول کر بیان کی ہو خبرداری سے راہ بتاتی اور مہربانی ایمان والے لوگون کو کیا راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ وہ پڑے خبدن
يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا
وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگین گے جو اسکو بھول رہے تھے پہلے سچ بات لائے تھے ہمارے رب کے رسول اب کوئی ہین سفارش والے تو ہماری سفارش کرین

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۟

یا ہمکو پھر جانا ہو تو ہم کام کریں سوا اُسکے جو کرتے تھے تحقیق ہارے اپنی جان اور بھول گیا جو جھوٹھ بناتے تھے

جب اللہ تعالے عزوجل نے کافرون کی آخرت کا حال اور جس خرابی کی طرف انکا انجام ہوا ہے بیان فرما دیا تو اب یہ بھی ظاہر فرمایا کہ دنیا مین انکے علل واعذار سب اس طرح دفع کر دیے تھے کہ رسول ہدایت کرنے والے اور کتابین رحمت سے بھیجدی تھین چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ اور البتہ اُتار دی ہمنے اُنکے پاس کتاب۔ یہان دو تفسیرین ہین ایک یہ کہ ضمیر ہم راجع بجانب اصحاب النار ہو یعنی اصحاب النار کی ہدایت کے لیئے دنیا مین ہمنے کتاب دیدی تھی اور کتاب سے جنس مراد ہو پس ہر فریق دوزخی کو کسی کتاب آسمانی کی پیروی کا حکم ہوا تھا مگر اُسنے نہ مانی اور آخر دوزخی ہوا۔ دوم یہ کہ ضمیر راجع باہل مکہ ہو اور کتاب سے قرآن مراد ہو اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا یعنی البتہ ہمنے اہل مکہ کو ایمان لانے وعمل نیک ادا کرنے کے واسطے کتاب دی جسکی یہ صفت ہو کہ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ای بیناه بالاخبار والوعد والوعید حال کوننا عالمین بانفصل فیہ یعنی ایسی کتاب ہے کہ ہمنے اسکو مبین کر دیا اخبار و وعدہ و وعید سے درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین جو کچھ اس کتاب مین مفصل ہوا ہو یعنے عقائد واحکام و وعظ ونصیحت سب کو ہمنے ظاہر کھلا کھلا فرما دیا اور ہمنے اسکی وجہ تفصیل سے آگاہی کے ساتھ بیان کیا یہانتک کہ کتاب موصوف ایک کتاب محکم ہوئی۔ کما فی قولہ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ اور قرآن مین نو قسم کی تفصیل وتبیین ہو حلال حرام محکم متشابہ۔ بشارت انذار قصص۔ وعظ۔ مثل۔ اور بعض نے کہا کہ تفصیل سے مراد حق و باطل کی تمیز ہو۔ بالجملہ قولہ علی علم حال ہو اسے فصلناہ عالمین۔ اور یہین دلیل ہو کہ اللہ تعالے عالم العلیم ہو یعنے یہ صفت پاک اسکی ذات پاک کے لیئے ثابت ہو اور بعض نے اسکو کتاب کی ضمیر سے حال قرار دیا یعنے مشتملاً علی علم درحالیکہ وہ کتاب مشتمل ہو علم خاص پر۔ اور بعض قراءۃ مین فضلناہ بضاد معجمہ آیا یعنے تفضیل دی ہمنے اس کتاب کو دیگر کتب آسمانی پر درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ ایسی فضیلت کے لائق ہو یہ قراءۃ موئد ہو تفسیر دوم کی جسکو مفسر رح نے اختیار کیا ہو پھر فصلناہ کی ضمیر ہ سے جو کتاب کی طرف راجع ہو حال فرمایا هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنے درحالیکہ یہ کتاب ہدایت و رحمت ہو ایسی قوم کے واسطے جو اسپر ایمان لاتے ہین پھر کافرون کو تنبیہ فرمائی هَلْ يَنْظُرُوْنَ ما ینتظرون نہین انتظار کرتے ہین اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ مگر اسکی تاویل کا۔ یعنے اس کتاب مین جو وعدہ و وعید مذکور ہین اور اس سے ظاہر ہوتے ہین انکے ظہور سے اسکی سچائی کھلجانیکا انتظار کر رہے ہین یعنے کافرون کے حق مین جو عذاب کا اور مومنون کے واسطے ثواب کا وعدہ ہو اور جنت و دوزخ کا بیان ہو اسکے انجام کا واقع وظاہر ہونیکا انتظار کر رہے ہین کذا قال مجاہد وغیر واحد من الائمہ رحمہم اللہ۔ ربیع بن انس رح نے کہا کہ برابر اس کتاب کی تاویل ایک ایک کرکے آتی رہیگی یہانتک کہ جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین داخل ہو جاوین پس اُسدن تاویل پوری ہو جائیگی۔ التاویل مرجع الشئ ومصیرہ یعنی تاویل ہر چیز کی وہ ہو جو انجام کار ہین اُس شی کا ظہور ہوا اور یہی معنی ہین کہ تاویل الشئ مایؤول الیہ امرہ یعنی تاویل ہر شی کی وہ ہو جس طرف اُس شی کا انجام کار ہو پس قرآن مین جو امور آیندہ کے واسطے مذکور ہین انکی تاویل وہی انکا واقع ہونا اور قرآن مجید کی سچائی برملا ظاہر ہو جانا پس کافرونکو تہدید فرمائی کہ ابھی نہین سچ مانتے ہین تو کیا اسکے وعدہ و وعید وغیرہ کی تاویل کے منتظر ہین يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ جسدن اسکی تاویل آجاویگی تو جن لوگون نے اسکو پہلے سے فراموش کر رکھا تھا وہ اسوقت کہینگے کہ البتہ ہمارے پروردگار کے رسول علیہم السلام سچ بات لائے تھے یوم سے مراد روز قیامت ہو جیسا کہ ابن عباس رض وجملہ مفسرین نے بیان کیا ہو مگر ربیع بن انس رح کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ مشرکین مکہ کے قتل وخوار ہونے کی تاویل اور ایسی ہی

یہود ونصاریٰ کے قتل وخوار وتابع ہونے کی تاویل جسکی خبر پہلے سے فرمائی تھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک مین دنیا مین بھی واقع ہوگئی
ولیکن اس کلام مین قیامت ہی کے روز کے واقع ہونے والی تاویل مراد ہے اور نسوہ من قبل کے یہ معنی کہ اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو
پہلے سے یعنی دار الدنیا مین فراموش وترک کیا تھا یعنے اسطرح چھوڑا تھا جیسے فراموش کرنے والا بے پروا چھوڑتا ہے یعنی قیامت کے روز
جب اس کتاب مجید کی تاویل واقع ہوگی تو دنیا مین اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو چھوڑنے والے آنکھون دیکھکر اقرار کرینگے کہ بیشک
اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم السلام سب سچی باتین لائے تھے ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہمنے نہ مانا اور اسکے موافق عمل نہ کیا حالانکہ ایمان
واقرار وہان کچھ مفید نہوگا تب کافر کہینگے کہ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ بھلا ہمارے
واسطے کوئی شفاعت کرنیوالون سے ہین کہ ہماری سفارش کرین یا ہم پھیر دیے جاوین تو ہم عمل کرین سوائے اس عمل کے جو ہم کیا کرتے
تھے پس نرد مرفوع اور عطف ہے لنا من شفعاء پر اسحال نرد اور ایک قراۃ مین نرد بالنصب ہے پس فیشفعوا پر عطف ہے یا حرف او
بمعنی الی ان ہے پس اول صورت مین درخواست دو باتون مین سے ایک بات کی ہے کہ ہمارے واسطے کوئی شفیع ہون یا ہم دنیا مین پھیر دیے
جاوین اور دوسری صورت یعنے قراۃ نصب پر اگر عطف ہے تو درخواست یہ ہے کہ شفیع ہون یا تو سفارش سے معاف کرادین بدون واپسی کے
یا واپس کرادین انکو بدون سفارش کے اور اگر حرف او بمعنی الی ان ہے تو شفیع ہون جنکی سفارش سے یہ ہو کہ دنیا مین رد کیے جاوین پس
جاکر عمل کرین سوائے اس عمل کے جو کرتے تھے یعنی شرک وکفر وبداعمال کے سوائے توحید ونیک اعمال کرین اور ہرگز شرک کے پاس
نہ پھٹکین پس فنعمل بالنصب جواب فقط استفہام ثانی کا ہے اور بعض قراۃ مین فعل مرفوع آیا ای فنحن نعمل یعنی انظار ہے کہ برتقدیر واپس کیے جانے
کے ہم پہلے اعمال کے سوائے توحید واعمال صالح ادا کرینگے حالانکہ درحقیقت جھوٹے ہین کما قال اللہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا علی النار
فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون۔
اسی واسطے مفسر نے یہان جواب استفہام مین لا مقدر کیا یعنی انکی اس درخواست کا جواب یہ ہوگا کہ نہین یعنے نہ تمہارے شفیع ہین اور
نہ تم پھیرے جاؤگے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ اور تعالیٰ نے فرمایا کہ البتہ خسارہ مین ڈالا ان کافرون نے اپنی جانون کو کیونکہ اپنے آپ کو
ایسی ہلاکت مین ڈالا جس سے نجات نہین ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ضل عنہم ای ذہب عنہم جاتا رہا ان سے یعنی باطل ہوا
اور کچھ بھی انکے کام نہ آیا جو دنیا مین شریک وغیرہ کا دعوی بنایا کرتے تھے پس ما کانوا مین ما مصدریہ ہے یعنی باطل ہوا انکا افترا ادعا ال
ہے کہ ما موصولہ ہے یعنی وہ چیز جسکو افترا سے شریک وغیرہ بناتے تھے وہ یہان باطل ظاہر ہوئی کہ کچھ بھی انکے آڑے نہ آسکی اور انکو اب یقین ہوگا
کہ تاویل کے انتظار مین بڑی غفلت وغلطی کی کہ اسکی اصلاح اب ممکن نہین ہے۔ فِي الْعَرَائِسِ قولہ تعالیٰ ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ
الآیۃ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے لیئے ہدایت ورحمت اپنا کلام قدیم بھیجنے سے احسان رکھا اور جو سعادات وکرامات ودرجات عمدہ عمدہ
انکے واسطے آخرت مین رکھے ہین اس سے آگاہ فرمایا اور اسی کتاب مجید سے انکو اعمال پاکیزہ وحالات شریف ومقامات بلند کیطرف
ہدایت کی اور اسی سے اپنے اسماء پاک ونعوت وصفات مقدس اور ذات متعالی کی معرفت سے سرفراز کیا اور انتظام صنائع و
احکام قدرت کے ہر بیان سے ہر ایک صفت قدیمہ مقدسہ کی طرف دلالت ہے جس سے معرفت ذات پاک حاصل ہوتی ہے عارفون
کے لیئے اس کتاب سے معرفت ہے اور موحدین کے لیئے خزانہ غیب کی کشائش ہے اور غافلون کے دل سے پردۂ غفلت وجہالت
کا انکشاف ہے اور اہل الفت سے جذب وولہ ہے محبین ومشتاقین وعاشقین ہے اور اسمین مقامات عبودیت ومعارف ربوبیت کی تہذیب ہے

قال المترجم سورۂ یٰس کی تعریف مین آیا ہو کہ قرآن کا قلب ہو اور ترتیب ظاہری مین بھی اسی طرح واقع ہو اور اسمین اسرار و لطائف و عجائب ہین کہ وہ اکثر بیان سے منکشف نہین ہوتے ہین بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہو ہدایت فرماتا ہو **قال الشیخ** یہ سب اُسکے علم قدیم سے صادر ہو اسی سے مومنون کے دلون کو ہدایت فرماتا ہو اور یہ کتاب پاک اسکی طرف سے رحمت کاملی ہو عموم و خصوص کی طرح اور جسکو اس سے اپنی طرف ہدایت فرمائی اسکے حق مین رحمت ازلی سابق ہو چکی تھی اور اس سے زیادہ کونسی نعمت ہوگی کہ اپنے کلام پاک کو ہماری طرف نازل فرما کر ہمکو نفس کی بندگی سے اور شہوات نفسانی سے چھوڑایا اور انوار ربانیہ کی طرف راہ بتائی الحمد للہ الذی امتن علینا بفواتح انعامہ و لطائف اکرامہ و اصطفانا بحفظا یہ و جعل اسماعنا محل استماع کلامہ و قلوبنا اوطان بیانہ و اسرارنا او عیۃ انوار سلطانہ و ارواحنا خزائن عرفانہ و عقولنا مشاہد برہانہ و ابداننا مساقط شرائع قرآنہ لہ الحمد حمدًا کثیرًا طیبا مبارکًا فیہ مبارکًا بہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری جسمین گمراہی سے ہدایت ہو اور عذاب سے رحمت ہو اور دشمن و دوست مین تفریق ہو اسکے معانی پر کوئی مطلع نہین اس طور کہ فیض پاوے مگر وہی لوگ جو اسکے متشابہ پر ایمان لائے ہین اور اسکے احکام پر عمل کرتے ہین اور اوقات شب و روز مین اسکی آیات کی تلاوت کرتے ہین طالب فلاح کے لیئے اسمین فلاح ہو اور قاصد نجات کے لیئے اسمین نجات ہو اس سے کوئی ہلاک نہین ہوتا مگر وہی جسکی تقدیر مین بربادی ہو اور جسکے حق مین نجات مقدر ہو اسکو اس سے نجات ہو جب خطاب سے عارفون کو آگاہ کیا تو اپنے افعال نورانی و برہان قدرتی و آیات صفاتی اور اعلام ذاتی سے اپنی معرفت انکو دکھلائی جس سے عام لوگون کو بھی معلوم ہو جاوے کہ وہی معبود برحق اسی کی توحید فرض عین ہو بقولہ تعالےٰ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ

تمھارا رب اللہ ہو جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر بیٹھا تخت پر اُڑھاتا ہو رات پر دن

يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اُسکے پیچھے لگا آتا ہو دوڑتا اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اُسکے حکم پر سن لو اُسی کا کام ہو بنانا اور حکم فرمانا بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک تمھارا پروردگار اللہ تعالےٰ ہے جس نے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو خلق لغت مین بمعنے تقدیر یعنے مقدر کرنا اور استعمال اس کا اس معنے مین کہ شئے کو بدون اصل سابق کے پیدا کر دینا حاصل آن کہ ان دونون کی خلقت کو بدون مثال سابق کے ابداع فرمایا اور ان کے احوال کو مقدر کیا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ روز مین۔ ایام جمع یوم اور وہ طلوع آفتاب سے غروب تک کے زمانہ کو کہتے ہین اور چونکہ اس حال مین آفتاب وغیرہ کچھ نہ تھا لہذا چھ روز سے مراد اسقدر وقت ہے اور قولہ تعالےٰ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب الآیہ مین بھی چھ روز مین زمین اور آسمان مع تمام چیزون کے پیدا کرنا ثابت ہو پھر اطلاق لفظ یوم کا مقدار زائد پر بھی ہو مانند یوم القیامۃ کے اور قولہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون اور قولہ خمسین الف سنۃ مما تعدون یعنے ہزار برس اور پچاس ہزار برس کی مقدار ہمارے شمار کے موافق کو بھی یوم فرمایا ہیں جسنے طلوع آفتاب سے غروب تک مین یوم منحصر ہونے کو زعم کیا اسکا وہم ہو لہذا آیت مین علمار کے دو قول ہین بعض نے کہا کہ ایام دنیا کے چھ روز کی مقدار اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ چھ روز ایام آخرت کے بحساب ہزار سال مراد ہو اور ابن عباسؓ سے ہزار سال کا دن مراد ہونا مروی ہو بعض نے لکھا کہ یہی جمہور کا قول ہو و فی تفسیر الحافظ قول اول موافق معنی متبادر ہی

اور ہزار سال مراد ہونا حضرت مجاہدؒ سے منصوص ہی اور امام احمد بن حنبل نے بھی یہی کہا اور ضحاکؒ نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہی
قلت تصریح بروایت ضحاک باین معنی کہ انکے اسماع مین ابن عباس سے کلام ہی پس اگر نہین سُنا تو روایت منقطع ہوگی واللہ اعلم پھر ان چھ
ایام مین بھی اختلافی دو قول ہین اوّل آنکہ یکشنبہ یعنی اتوار سے لیکر جمعہ تک چھ روز مین تمام پیدا ہوا اور جمعہ کو خلقت کا اجتماع ہوا اوسی مین
آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور رہا ساتوان روز شنبہ یعنی سنیچر تو اسمین خلقت نہین واقع ہوئی اسی سے اسکو سبت نام رکھا بمعنی قطع - اور بعض
نے لکھا کہ یہی عبداللہ بن سلام وکعب احبار وضحاک ومجاہد کا قول ہی اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا قول دوم آنکہ ابتدا سے خلقت روز شنبہ
سے واقع ہوئی چنانچہ ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مٹی کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اسمین پہاڑون کو اتوار
کے روز قائم کیا اور درخت دوشنبہ کے روز پیدا کیئے اور مکروہات منگل کو پیدا کین اور نور چہارشنبہ کو پیدا کیا اور جانور دواب اسمین
پنجشنبہ کو منتشر کیئے اور آدم کو جمعہ کو آخر روز پیدا فرمایا - رواہ احمد ومسلم والنسائی - علامہ اسنویؒ نے کہا کہ یہی قول بدلیل اس حدیث کے صواب ہے
اور حافظ الحدیث ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے چھ روز پر تنصیص فرمائی ہی اور اسمین ساتون روز کا استیعاب ہی اور اسکو اگرچہ امام
مسلمؒ نے روایت کیا لیکن امام بخاری وبہت سے ائمہ الحدیث نے اس روایت مین کلام کیا اور اسکو وہم قرار دیا ہی اور کہا کہ ابوہریرہؓ نے
اسکو کعب احبار سے لیا ہی اور یہ حدیث مرفوع نہین ہی - اور سلیمان جملؒ نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ بہرحال اتوار ودوشنبہ ومنگل وغیرہ
کی تقسیم کیونکر ہوسکتی ہی کیونکہ ایام دنیا وہان نہ تھے اور مقدار چھ روز کا زمانہ لینے سے اشکال نہین دفع ہوتا ہی کما لایخفی اور جواب یہ ہوسکتا ہی کہ
زمانہ کا وہان وجود نہ تھا جیسے ان ایام کا وجود نہ تھا پس علم الٰہی سے جیسے چھ ایام کی مقدار ثابت ہوئی ویسے ہی ان ایام کی توزیع ثابت ہوئی کیونکہ توزیع انھین ایام
کی ہی اور سنیچر کے واسطے مقدار متروک ہی اور علی ہذا اگر ترک کا اعتبار نکیا جاوے تو وہ بھی داخل ہوسکتا ہی اور اسی وجہ سے روایت مذکورہ
مین استیعاب مذکور ہونا بھی مشکل نہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ لھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا - ہی حالانکہ جنت مین رات ودن کا وجود نہین ہی بالجملہ وہم
اسوجہ سے خطا کرتا ہی کہ شب وروز کے لوازم ومقدار زمانہ کے اندر سے اسکو خارج ہونے کی مجال نہین ہی پس تو اپنے وہم سے دامن
چھڑا کر عقل سے تصدیق کرے واللہ سبحانہ الموفق - پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے سبحانہ قادر ہی کہ سب چیز کو ایک لحظہ مین پیدا فرما وے بلکہ وہان
دیر کے معنی بحسب ارادہ متصور ہی نہین - انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون وہان تو ادھر چاہا اور ادھر ہوگیا بلکہ چاہنا وہی پیدائش ہی
لیکن اس مدت مین پیدا کرنا مخلوق کو تثبیت کی تعلیم ہی جیسا کہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ تانی ٹھہراوے کے ساتھ
کام کرنا اللہ تعالے کی طرف سے اور جلدبازی کرنا شیطان کی طرف سے ہی - واضح ہو کہ بعضے یونانی فلاسفہ نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ سے
خلقت خود بخود باضطرار صادر ہوئی کیونکہ علت تامہ ہونے پر وجود معلول بے اختیار ہی اور یہ شیطانی گمراہی وکفر ہی وقال البیضاوی حاصلہ اللہ تعالے
نے اشیا کو تدریج کے ساتھ پیدا فرمایا باوجودیکہ وہ تعالے قادر تھا کہ انکو دفعۃً ایک آن مین پیدا فرماوے تو یہ اسواسطے کہ مخلوق کو دلیل ملے
کہ وہ تعالیٰ قادر مختار ہی اور نظر کرنے والے اس سے اعتبار حاصل کرین اور لوگون کو درنگی مین آمادگی دلائی ہی بالجملہ وہ تعالیٰ عزوجل
نے آسمانون وزمین اور جو کچھ انمین ہی سب چھ روز مین پیدا فرمایا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا مفسرؒ نے کہا کہ
لغت مین عرش کے معنے بادشاہی تخت کے ہین اور استوا سے یہان ایسا استوار مراد ہی جو وہ تعالیٰ اجل جلالہ کے لائق ہی مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ نے اس
مقام پر سلف وخلف صالحین ومعتبر ائمہ فقہ وائمہ حدیث وائمہ کلام کا مذہب اختیار کیا کہ کوئی تاویل نہین کی بلکہ تفسیر پر اکتفا کیا اور اسکے
حق ہونے کا اعتقاد کیا اور اسپر ایمان لایا اور اسکی تاویل وعلم حقیقی کو اللہ عزوجل کے سپرد کیا - واضح ہو کہ تاویل کے کئی معنی آیا کرتے

ہین اول بمعنی مایؤل الیہ الامر جیسا کہ عنقریب اوپر گزرا۔ قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ کی تفسیر ہین پس یا ین معنی جو کچھ وعدہ و وعید و قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ قرآن مجید ہین مذکور ہین اسکی تاویل کوئی نہین جانتا کیونکہ وہ بدون واقع ہونے اور معائنہ ہو جانے کے کیونکر معلوم ہو اور یہی قولہ ہذا تاویل رؤیای۔ ہین مراد ہو کہ جب حضرت یوسفؑ کو انکے بھائیون و ماں باپ نے تعظیمی سجدہ کیا تو انھون نے کہا یہ میرے خواب کی تاویل ہی دوم تاویل کے معنی یہ کہ ظاہر معنی راجح آیت کو کوئی وجہ ایسی پیش آتی ہو جس سے ایک مرجوح معنی کیطرف رجوع کیا جاوے اور یہی مفسرین کی اصطلاح ہین شائع ہو اور تفسیر اس سے اعم ہو جیسا کہ ابتداے سورۂ بقرہ ہین بروایت عبد الرزاق بسند صحیح از ابن عباسؓ یہ بیان مفصل گزرا ہی پس تفسیر کلمات اور ترکیب کلام ہین مرجع اہل زبان کی طرف ہوگا اور وہی معنی ظاہر مراد ہونگے اگر کوئی دلیل ایسی قائم نہو کہ اس سے دوسرے معنی کی طرف رجوع کیا جاوے اور بدون دلیل کے دوسرے معنی کی طرف رجوع کرنا حرام ہو جب یہ بات بیان ہوگئی تو واضح ہو کہ استواء کے معنی لغت ہین برابری و بلندی و استقرار و صعود و استیلاء و اعتدال وغیرہ کے مستعمل ہوئے ہین اور حرف علی کے ساتھ بمعنی استقرار و علو مستعمل ہو جوہریؒ نے صحاح ہین کہا کہ استوی علی ظہر دابتہ ای استقر یعنی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مستوی ہوا بمعنی آنکہ اسپر مستقر ہوا اور استوی الی السماء ای صعد یعنی آسمان کی طرف مستوی ہوا بمعنی اس طرف صعود کیا اور چڑھ گیا اور ابو عبیدہؒ سے منقول ہو کہ یہان استواء کے معنی ارتفاع و علو کے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ استوی کی استقرار سے تفسیر فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری ہین ہو اور عرش کا استعمال لغت ہین کئی معنی ہین ہو چنانچہ صحاح و قاموس وغیرہ ہین عرش بمعنی تخت بادشاہی مذکور ہو اور کہا گیا کہ جو بلند ہوکر سایہ انداز ہوا اور کنایہ از عزت و سلطنت و مملکت ہو اور عرش البیت چھت اور عرش البیر لکڑی کا جو کھٹا وغیر ذلک من المعانی التی استعمل فیہا اور یہان عرش کی تفسیر اس مقام پر تخت بادشاہی سے جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا ہو اور استواء کے معنی استقرار سے جو ابن عباسؓ سے مروی ہو وہی ماخوذ ہو اور علامہ نسفیؒ نے جو مدارک ہین اس سے انکار کیا وہ وہم و سہو ہو جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور ایسے ہی خفاجیؒ نے جو حاشیہ بیضاوی ہین کہا کہ عرش وہ فلک الافلاک ہو یہ بھی وہم و خلاف ہو اور معتمد وہ ہو جو احادیث ہین عرش کی صفت ثابت ہوئی کہ وہ آسمانون و زمین کو محیط بلکہ بہت عظیم ہے جیسا کہ تفسیر آیۃ الکرسی ہین گزرا ہو راغبؒ رحمہ اللہ نے کہا کہ عرش اللہ عز و جل ایسی چیز ہو کہ بندہ اسکو نہین جانتا صرف اسکا نام درحقیقت جانتا ہو اور جو کچھ عوام اپنے وہم ہین تصور کرتے ہین وہ باطل ہو کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کو لپیٹے اوپر اٹھانیوالا ہوتا اور یہ محال ہو اللہ تعالیٰ پاک ہو اور نیز جن لوگون نے وہم کیا کہ وہ فلک الافلاک ہو اور کرسی فلک الکواکب ہو یہ بھی وہم و باطل ہو بعد اس تفسیر کے اب جاننا چاہیئے کہ قولہ تعالیٰ ثم استوی علی العرش کے کیا معنی ہین پس یہان لوگون کے اقوال بہت ہین جنکو یہان بیان کرنا بیکار ہو مگر اسی قدر کہ ظاہر تفسیر جو استواء و عرش کے معنی بیان کرنے سے معلوم ہوئی ہو آیا اسمین تاویل کی ضرورت ہو یا وہی مختار ہو اور کس معنی کرکے وہ مختار ہو پس ظاہر معنی یہ ہوئے کہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستقر ہوا فرقہ معتزلہ اور ایک جماعت متکلمین نے کہا کہ ظاہر تفسیر سے یہ لازم آتا ہو کہ وہ تعالیٰ تخت بادشاہی پر متمکن ہوا اور روا نہین کہ عرش کو اللہ تعالیٰ کا اٹھانیوالا کہا جاوے کیونکہ وہ تعالیٰ پاک و برتر ہو کہ عرش مخلوق اسکو برداشت کرسکے پس یہان استوی بمعنی استولی ہو یعنی غالب و مستولی ہوا عرش پر اور استواء بمعنی استیلاء آیا ہو چنانچہ شاعر نے بشر کے حق ہین کہا ۔ قد استوی بشر علی العراق ۔ من غیر سیف و دم مہراق ۔ یعنی بشر مستولی و غالب ہوگیا ملک عراق پر بدون تلوار کے اور بدون خونریزی کے۔ اور یہ تاویل رد کردی گئی باینطور کہ اہل لغت کے نزدیک یہ ٹھیک نہین ہو چنانچہ ابن الاعرابیؒ نے فرمایا کہ استوی فلان علی کذا بمعنی استولی علیہ کے معروف نہین مگر جبھی کہ وہ شخص اس چیز سے دور ہو اسپر قابو نکھتا ہو پھر اسپر قابو پاجاوے تو البتہ ایسا بولتے ہین اور یہان معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش وغیرہ جملہ اشیاء پر قادر قدیم ہو اور ابن فارس لغویؒ نے کہا کہ اس شعر مذکور کا کہنے والا معلوم نہین ہوتا کہ کون شخص ناواقف ہو اور اگر معلوم ہو تو بھی کچھ حجت نہین کیونکہ جو مستولی نہو اسکے مستولی ہوجانے پر ایسا بولتے ہین

اور یہان صحیح نہین ہے جیسا کہ بیان ہوا معالم وسراج وغیرہ مین کہا کہ اہل سنت رحمہم اللہ کے نزدیک عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالی کی صفت ہے ہم اسپر
ایمان لاتے ہین بدون کیفیت کے اور جو اسکی واقعی کیفیت ہے وہ ہم نہین جانتے ہین پس یہ وارد نہین ہوتا کہ اللہ تعالی مستوی ہے تو عرش اوتعالے
عزوجل کا اٹھانے والا ہو جائیگا کیونکہ ہم اس استوار کے معنی یہ نہین کہتے کہ جیسے کوئی مخلوق کسی چیز پر مستقر ہوتی ہے اسی طرح ہے بلکہ جو استوار کہ حضرت باریتعالے
کو لائق ہے ویسے ہی مستوی ہے جسکی تاویل اللہ تعالی جانتا ہے ہم بندے اسکو نہین جان سکتے جیسے اوتعالی عزوجل اور صفات مقدس کی تاویل کو نہین جانتے
ہین مان یقین رکھتے ہین کہ بحکم قولہ تعالی لیس کمثلہ شی یعنی اوتعالے کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہین ہے پس عرش پر مستوی ہونے کی صفت مین بھی کوئی چیز
اسکے مشابہ نہین ہے سراج مین لکھا کہ ہم لوگ اللہ تعالے سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ فرقہ مجسمہ کی طرح ہم اوتعالی کو کسی مخلوق سے
کسی صفت وغیرہ مین تشبیہ دین اور اسیطرح اس بات سے بھی پناہ مانگتے ہین کہ ملحدون کی طرح ہم اوتعالی مین کوئی صفت ثابت نہ کرین حافظ ابن کثیر رح
نے فرمایا کہ ہم اس مقام پر سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہین اور امام مالک واوزاعی وثوری وشافعی ولیث بن سعد واحمد بن حنبل واسحق
بن راہویہ اور انکے سوا سے ادر مسلمانون کے پیشواؤن اگلون وپچھلون کا یہ مذہب ہے کہ ایسی آیات واحادیث صفات کو جیسی آئی ہین ویسی ہی جاری
رکھو بدون اسکے کہ انکی کیفیت کو تصور مین لاؤ اور بدون اسکے کہ تشبیہ دو اور بدون اسکے کہ بیجا تاویل سے ان صفتون کی نفی کرو اور جو لوگ تشبیہ دیتے ہین انکے
خیال مین جو وہم سمایا ہے وہ حضرت باری تعالی جل جلالہ سے قطعًا منفی ومردود ہے کیونکہ اوتعالی عزوجل کے واسطے صفات ہین مگر اسکے ساتھ
کوئی چیز کسی بات مین کسی وجہ سے بھی مشابہ نہین ہے کما قال تعالی لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر بلکہ بات وہ ہے جو امامون نے بیان کی چنانچہ انہین
امام بخاری رح کے استاد شیخ نعیم بن حماد الخزاعی نے کہا کہ جسنے اللہ تعالی کو اسکے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوا اور جسنے اس صفت سے انکار کیا
جس سے اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا تو وہ بھی کافر ہوا پس جس صفت سے اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا یا
اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف کیا اسمین کچھ بھی تشبیہ نہین ہے سو جس شخص نے اللہ تعالے کے واسطے ان صفات کو جس شان سے
کہ حضرت باری تعالے کے لائق ہین جسکا اوتعالے دانا تر ہے ثابت رکھا اور ہر طرح کے نقص وعیب سے ذات الٰہی کو پاک جانا وہ ہدایت کی
راہ چلا مترجم کہتا ہے کہ شیخ الاسلام حنفی صاحب کمالین نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور امام جعفر الصادق
رضی اللہ عنہ وحسن بصری رح وامام الفقہار ابوحنیفہ وامام مالک رح سے روایت ہے کہ استوار معلوم یعنی اللہ تعالی کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے
اور اسکی کیفیت نہین معلوم ہے اور اسپر ایمان لانا فرض ہے اور کیفیت پوچھنا بدعت ہے بیہقی رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ اللہ تعالی آسمان پر ہے
نہ زمین مین - اور نیز ابوحنیفہ رح سے مروی ہے کہ جو شخص اس بات سے انکار کرے کہ اللہ تعالی آسمان پر ہے وہ کافر ہے - امام شافعی رح نے کہا
کہ اللہ تعالے اپنے عرش پر آسمان مین ہے وہ اپنی مخلوق سے قریب ہے اسکی کیفیت وہی جانتا ہے اور جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے - امام احمد رح سے
اسکی مثل مروی ہے اور امام اسحاق بن راہویہ رح نے کہا کہ علمار سنت کا اجماع ہے کہ اوتعالے عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے
اور یہی قول شیخ مزنی وامام المحدثین محمد بن اسمعیل بخاری اور ابوداؤد رح وترمذی رح وابن ماجہ وابویعلی وبیہقی اور دیگر ائمہ الحدیث کا ہے اور شیخ ابراہیم حنبلی
نے کہا کہ ہمارا طریقہ وہ ہے جو سلف صالحین کا طریق ہے اور وہ کتاب الٰہی وسنت رسول اللہ صلعم واجماع کے تابع تھے اور منجملہ انکے اعتقاد کے
یہ ہے کہ اوتعالے عزوجل قدیم ہے اور ہمیشہ سے وہ اپنی تمام صفات مین کامل ہے - شیخ ابراہیم اسی طرح لکھتے آئے یہانتک کہ لکھا اور جو حدیثین صحیح آئی ہین
اور سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ اوتعالے عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہے پس سلف صالحین اسکے قائل ہین اور اس صفت پر ایمان لاتے ہین بدون
اسکے کہ اسکی کیفیت ثابت کرین یا کچھ تشبیہ ثابت کرین بلکہ سب کے سب یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اوتعالے عزوجل کے ساتھ کسی طرح کوئی چیز

نشانہ نہیں ہو امام المحرمین نے کہا کہ ہم جس بات کو اپنے واسطے پاکیزگی سے لیتے ہین اور اسی پر اعتماد و اعتقاد کرتے ہین وہ یہ کہ سلف صالحین کی پیروی کرتے
ہین اور تاویل سے زبان روکتے ہین اور جو نصوص آتے ہین انکو اپنے ظاہر معنی پر رکھتے ہین اور انکی کیفیت و تاویل الیہ الامر کو اللہ عزوجل کے
علم قدیم کامل کو سونپتے ہین انتہی مانی الکمالین سراج مین ہو کہ سلف نے اجماع کیا ہو کہ آیت کے اوپر تاویل کی زیادتی نہ کرین - مدارک مین ہو کہ ہمارا مذہب
وہ ہو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ استوا معلوم ہو اور اسکی کیفیت مجہول ہو اور اسکا سوال کرنا بدعت ہو مترجم کہتا ہو کہ مسلمان بھائیون کو چاہیے
کہ سلف صالحین کی پیروی کرین اور اسپر ایمان لاوین کہ اللہ عزوجل اپنے عرش پر ہے ولیکن ہرگز ہرگز اسکی صورت اپنے خیال مین نہ باندھین کیونکہ
یہ اللہ تعالی کی صفت ہو اور یہ معلوم کہ اوتعالی کی ذات و صفات پاک کسی بندہ کے خیال مین نہین آسکتی ہو اسکے کنہ ذات و صفات مین دم مارنا کسکی
مجال ہو لیکن یہ ہرگز نہین چاہیے کہ اسکی کسی صفت سے انکار کرکے کافر ہو جاوے نعوذ باللہ من الکفر والالحاد پھر اوتعالی عزوجل نے اپنی مخلوقات
مین اپنی قدرت کاملہ کے ظہور کا اشارہ فرمایا بقولہ یُغْشِی اللَّیْلَ النَّهَارَ یغشی از تغشیہ یعنی باب تفعیل سے بھی پڑھا گیا اور اغشا یعنی باب افعال سے
بھی پڑھا گیا ہو اور معنی یہ ہین کہ اوتعالی تغطیہ کر دیتا یعنی ڈھک دیتا ہو ہر ایک رات و دن کو دوسرے سے درحالیکہ یَطْلُبُهُ حَثِیثًا ای
یطلب کل واحد منہما الآخر طلبا حثیثا ای سریعا طلب کرتا ہو ہر ایک رات و دن مین سے دوسرے کو طلب حثیث یعنی جلدی و تیزی کے ساتھ
یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی سے جاتا رہتا ہو اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے جاتی رہتی ہو اور انمین سرعت ہوتی ہو کہ ذرا بھی تاخیر نہین ہوتی بلکہ
جبھی ایک گیا فی الفور دوسرا آگیا - کما فی قولہ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون - رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے
اس رات و دن کی آمد و رفت کی حرکت کو حثیث یعنی بہت تیزی سے وصف فرمایا تو بات یہ ہو کہ دن و رات کا ایک دوسرے پر بدلتے آنا
قدرت الہی مین فلک اعظم کی حرکت پر ہو اور اسکی حرکت مین نہایت سخت تیزی ہو کیونکہ نہایت تیز دوڑنے والا آدمی جتنی دیر مین اپنا ایک قدم
اٹھا کر رکھتا ہو اتنی دیر مین فلک مذکور تین ہزار میل حرکت کر جاتا ہو جسکے بہت کرکے ایک ہزار کوس ہوے اسی واسطے یطلبہ حثیثا فرمایا یعنی جلد
اسکے پیچھے آجاتا ہو جیسے اسکا طالب تھا کہ ان دونون کے بیچ مین کسی چیز کا بھی واسطہ نہین ہوتا ہو پس یہ جملہ حالیہ اللیل والنہار دونون سے حال ہو
پھر جو کوئی وہم کرے کہ رات و دن تو سورج نکلنے ڈوبنے یا فلک اعظم کی حرکت سے ہین وہ جاہل ہو کیونکہ یہ سب بھی زیر فرمان قدرت ہین چنانچہ فرمایا
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ یہان بھی دو قرأت ہین ایک نصب پس سموات پر عطف ہو اور مسخرات بھی منصوب بنابر آنکہ ان
چیزون سے حال ہو یعنی پیدا کیا ان چیزون کو درحالیکہ یہ چیزین مسخر ہین اسکے حکم مین - اور دوسری قراءۃ مین ان کو رفع ہو بنابر آنکہ مبتدا ہین اور مسخرات
خبر ہو پس معنی یہ کہ یہ چیزین اللہ تعالی کے حکم مین مسخر ہین یعنی مذلل ہین یعنی اسکے پاک حکم کے قبضہ قدرت مین ذلیل ہین ذرا سرکشی نہین کرسکتی ہین ہر دم
ہر حال مین اسکی قدرت و ارادہ کے موافق حرکت کرتی ہین اور کسی چیز مین خود کسی تاثیر کا یا اثر کا کچھ بھی اختیار نہین ہو أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ آگاہ رہو
کہ سب خلق اسی کی اور سب امر اسی کا ہو کسی اور کو یہان ذرہ برابر بھی کچھ نہین ہو تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِینَ تبارک مین عظمت پر دلالت ہے
یعنی برتر و بڑائی والا ہو اپنی وحدانیت کے ساتھ اپنی الہیت مین اور بے انتہا عظمت و برکت والا ہو اپنی فردانیت کے ساتھ اپنی ربوبیت مین
وہ اللہ تعالی ہی مالک ہو تمام عالمین کا - آیت کریمہ مین تصریح ہو کہ خلق و امر سب اللہ تعالی کے واسطے کسی اور کو اسمین ذرہ بھی اختیار نہین ہے
سفیان بن عیینہ رح نے کہا کہ خلق تو عرش و اس سے نیچے سب ہو اور امر اس سے اوپر ہو اور اسی سے نکالا کہ کلام اللہ مخلوق نہین ہو کیونکہ اللہ تعالی
نے خلق و امر مین فرق کیا ہو پس کلام الہی یعنی قرآن کو جو کہ امر ہو جسنے مخلوق جانا وہ کافر ہے پس آیت مین دلیل ہو کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی خالق
نہین ہو پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ سورج و چاند وغیرہ کسی چیز سے کوئی تاثیر ہوا کرتی ہو اسطرح کہ ان چیزون کو کسی وقت کسی حال مین خود

کوئی اثر پیدا کر دینے کی قدرت ہو تو وہ جاہل مرتد ہے کیونکہ خلق و امر سب اسی کی قدرت کاملہ ہے پس ہر فعل و ہر تاثیر جو کسی چیز سے ہوتی ہے وہ اسی کی قدرت سے ہوتی ہے قال ابن جریر حدثنی المثنی حدثنا اسحاق حدثنا ہشام ابو عبد الرحمن حدثنا بقیة بن الولید حدثنا عبد الغفار بن عبد العزیز الانصاری عن عبد العزیز الشامی عن ابیہ وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یحمد اللہ علی ما عمل من عمل الحدیث یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی نیک کام بجا لانے پر اللہ تعالی کی حمد و ثنا نہ کی اور اپنی بھلائی سمجھی وہ کافر ہوا اور اسکا کام برباد ہوا اور جسنے یہ سمجھا کہ اللہ تعالی نے بندوں کے واسطے بھی امر مین سے کچھ قرار دیا ہے تو اللہ تعالی نے جو کچھ اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا ہے اس سے یہ شخص کافر ہوا اللہ تعالی فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ ہکذا رواہ من حدیث بقیۃ رحمہ اللہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعا روایت مین ہے اللهم لک الملک کلہ ولک الحمد کلہ والیک یرجع الامر کلہ اسألک من الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ یعنی اے میرے پاک پروردگا تیرا ہی سب ملک ہے اور تیرے ہی لیے سب حمد ہے اور تیرے ہی طرف سب امر راجع ہے مین تجھی سے سب بھلائی مانگتا ہون اور تجھی سے سب برائی سے پناہ چاہتا ہون بغدادیؒ نے اس آیت کریمہ کے نفع کو بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ کافرون نے جہالت سے بے اختیار چیزون و بندون وغیرہ کو اپنے واسطے معبود بنا لیا تھا تو انکے واسطے کھلے بیان سے ظاہر فرمایا کہ معبود فقط ایک وحدہ لا شریک ہے وہ اللہ تعالی عز وجل ہے کوئی اسکے سوائے معبود نہین ممکن ہے کیونکہ اسیکا خلق و امر ہے اسلیئے کہ اسنے آسمانون کو پیدا کیا اور نادر صنعت و عجیب حکمت اسمین ظاہر ہے کہ وہان تحقیق حالات کے لیئے اوہام و عقول کو مجال نہین ہے پھر زمین کے اجسام سفلی کو طرح طرح کی بدیع صنعت و نادر حکمت سے پیدا کیا پھر ان اجرام و اجسام کی جملہ تدابیر اپنے قبضہ قدرت مین رکھین کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض ۔ یعنی آسمان سے زمین کی طرف اسکی تدبیر امر جاری ہے اسی کی قدرت سے افلاک گھومتے ہین ایک ذرہ برابر انکو تجاوز کرنے کا اختیار نہین ہے ایسے ہی سیارے و کواکب مین اور رات دن پیاپے داخل ہوتے ہین اس خلق و امر مین وہی قادر مختار ہے کسی کو ذرہ برابر تجاوز کا اختیار نہین ہے بلکہ ممکن نہین کہ کوئی اسکے حکم قدرت عظیم سے سوائے مسخر ہونے کے جنبش کر سکے پھر نتیجہ بہت ظاہر سمجھا دیا کہ آگاہ رہو کہ اسی کا خلق و امر ہے تبارک اللہ رب العالمین

ف فی العرائس قولہ تعالی ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش عین الوہیت سے انکو صریح تنبیہ کر دی کہ ربکم اللہ پروردگار ہونے کے ساتھ خطاب فرمایا اسلیئے کہ انکے دل اپنے پروردگار کی محبت کی طرف کھنچین پھر انکو الوہیت کیطرف نام پاک سے اشارہ کیا تاکہ قدم مین حدوث کو فنا ہو جاوے پھر محو کی حالت سے انکو ہوشیاری کی طرف پھیرا اور حضوری سے غائب کیا بقولہ الذی اور یہ اشارہ ہے اور ربکم عبارت ہے پس اول تو انبساط کے واسطے ہے اور دوم انقباض کے واسطے ہے پھر انکو صفات سے افعال کیطرف پھیرا جیسے پہلے انکو ذات سے صفات کیطرف پھیرا تھا تاکہ انوار الوہیت خالص ان پر جل نجاوین پس اول خطاب قلب ہے اور دوم خطاب روح ہے اور سوم خطاب عقل ہے اور مراد اول سے قولہ ربکم اور دوم سے قولہ اللہ اور سوم سے قولہ الذی ہے پھر انکو شہود سے شواہد کی طرف اتار دیا اور انکی عقل کے موافق انکو خطاب کیا کیونکہ قدم سے حدوث کی طرف حوالہ کر دیا ہے پس او تعالی دانا تر ہے کہ وحدانیت کے سطوات تجلی کو وہ ابھی نہین اٹھا سکتے ہین پس فرمایا الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام پس مشاہدہ والون کے واسطے آیات کو دیدار صفات کا آئینہ بنا دیا ان آیات کو چھ روز مین پیدا فرمایا اور ایام الہی اسکی قضا و قدر مین انکو چھ یوم مین محصور کیا اسکے ایام مین سے ہر روز اسکی کسی صفت کا مطلع قدم سے ظہور ہے کہ اسنے عدم کے واسطے تجلی فرمائی پس چھ ایام اسکی صفات مین سے چھ صفات کا ظہور ہے اول علم دوم قدرت سوم سمع چہارم بصر پنجم کلام ششم ارادہ پس ان چھ صفات کے انوار سے تمام چیزین کامل طور پر ظاہر ہوگئین پھر جب پوری ہوئین تو تمام حوادث

مانند جسم آدم کے بدون روح کے حاصل ہوئین پس اپنی ساتوین صفت سے انپر تجلی فرمائی اور وہ ساتوین صفت اسکی حیات قدیم ازلی ہی جو ہر نفس کے اوہام وخیال وقیاس سے ومشابہت سے پاک منزہ ہی پس تمام چیزین اسکی صفات سے جو اسکی ذات سے قائم ہین موجود ہوئین پس اُسکی حیات پاک ہے جو منزہ از انفصال واتصال ہی ہر ایک کو حاجت ومحتاجی ہی اور اللہ تعالی پاک برتر ہی کوئی چیز اسکے مشابہ نہین ہی یہان نہایت دقیق اشارہ سے یون سمجھو کہ آسمان ارواح ہین اور زمین اشباح ہین اور عرش قلوب ہین اور کشف افعال سے اشباح کی ابتدا فرمائی اور کشف ذات سے قلوب ظاہر کئیے کیونکہ قلوب کی منظر محل غیوب ہین اور قلوب سے غیوب محل استوا ر تجلی قدم ہین۔ تو قدم کا استوا ظہور ہوا عدم کے واسطے پھر افعال پر استوا ر تجلی صفات ہوا پھر صفات پر استوا ر تجلی ذات ہوا پس اپنی ذات پر اپنی ذات کے واسطے بذات خود مستوی ہوا جو کہ اتصال وانفصال وحدوث وانکے ساتھ ہونے سب سے پاک منزہ ہی استوا حضرت باری تعالی کی صفت ذاتی ہی وہ مخلوق کے مطالعہ سے خارج ہی سموات وارض کو تجلی صفات کے واسطے مخصوص کیا اور عرش کو تجلی ذات کے واسطے مخصوص کیا پس آسمان و زمین تو اس عالم کے واسطے جو بمنزلہ شخص کے ہی جسم ہین اور عرش اس عالم کا قلب ہی اور کرسی اس عالم کا دماغ ہی پس باقی سب کو افعال وصفات کے ساتھ مخصوص کیا اور عرش کو ظہور ذات سے مختص فرمایا کیونکہ وہ سب کا قلب ہی اور وہی غیب الرحمن واسکا علم حکمت ہی پس مین نے عرش کو مکاشفہ مین دیکھا کہ انوار لطیف نورانی ہین نہ جسم ہی نہ مکان نکوئی صورت وہ جگمگاتا ہی پس مین نے دریافت کیا تو مجھسے کہا گیا کہ یہ ایک عالم ہی جسکو عرش کہتے ہین تفسیر مین عرش کے کہا گیا کہ علم ہی جیسے حضرت ابن عباس رضؓ نے کرسی کی تفسیر مین کہا کہ کرسی الٰہی وہ علم الٰہی ہی **قال المترجم** بعض تفاسیر مین لکھا ہی کہ مراد عرش سے ایک جسم نورانی ہی جو تمام اجسام پر محیط ہی اور یہ قول صحیح نہین ہی۔ پھر اللہ تعالی نے افعال کو ذکر فرمایا تاکہ ارواح واشباح باقی رہین بقولہ یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ پہلے رات کو ذکر کیا کیونکہ وہ پردہ اولیاء وحجلۂ اصفیاء وملجاء نقباء وخیام عرائس اہل مناجات ہی قبض کو بسط پہنایا جاتا ہی کیونکہ دونون ضد ہین۔ رات قبض عارفین ہی اور روز بسط مشاہدین ہی ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہی کیونکہ وصف اسکا حضور وغیبت اسطرح ہی کہ تجلی کا ظہور ہو یا مخفی ہو جاوے لیل تو نفس ہی اور نہار یہ قلب ہی اور شمس روح ہی اور قمر عقل ہی اور نجوم یہ معلومات ہین اور یہ سب آسمان ملکوت اور ہواء جبروت مین اسطرح مسخر ہین کہ اسکی قدرت کاملہ وعزت شاملہ ورحمت قدیمہ کے قبضہ مین ہین نہی ان ارواح پاکیزہ کو مشاہدہ ازلیہ سے الفت دیتی ہی پھر اللہ تعالی سبحانہ نے سب کو اپنی مشیت پر اور نفاذ قدرت پر تفویض فرمایا اور سب کو منزہ تغیر مین لایا بقولہ الا لہ الخلق والامر خلق اسکا فعل ہی اور امر اسکی صفت ہی خلق تو اشباح مین جاری ہی اور امر اسکا ارواح مین جاری ہی نور خلق سے تمام عقول کو مبہوت فرمایا اور انکو ادراک کنہ آیات مین حیرتناک کر دیا اور تجلی امر سے قلوب کو عالم صفات کی طرف جذب کیا اور عالم ذات پر اسکو عاشق بنایا پھر جب مخلوقات افہام اسکے وصف صفات سے عاجز ہوئے اور زبانین اسکی مدح سے گونگی ہوگئین تو خود اپنی ذات پاک کا وصف فرمایا بقولہ تبارک اللہ رب العالمین یعنی جو کچھ بندون ومخلوق کے وہم وخیال مین اللہ تعالی کی ذات وصفات سماوی او تعالی اس سبب پاک برتر ہی رب العالمین یعنے سب مخلوق کا رب ہی اسکی صفت تمام مخلوق مین ظاہر ہی عارفون کو اپنی ذات پاک کے ظہور سے تربیت فرمایا اسطرح کہ صفات کے آئینہ سے ذات کو ظاہر فرما کر مقام عرفان مین پہنچایا استادؓ نے کہا کہ اس آیت مین مخلوقات کو معرفت کیطرف ارشاد فرمایا بایں طور کہ ان آیات ظاہرہ سے اسکی قدرت کی طرف معرفت حاصل کرین اور وہ اسکے افعال ہین اور انمین سے خاص لوگونکو اپنی آیات سے جو اُسکے افعال واقبال پر دلیل ہین معرفت دی اور خاص الخاص بندونکو اپنی نعوت ذاتیہ کی معرفت دی اور

وہ جمال و جلال ہین پس ایک قوم سے دوسری قوم تک بڑا فرق و تفاوت ہو واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ الا لہ الخلق والامر جب سب اسی کے واسطے ہوا تو اُسی سے اور اُسی کے ساتھ اور اسی کی طرف ہو کیونکہ امر تو صفت آمر ہو یعنے امر اپنے حکم دہندہ کی صفت ہو پس مرجع امر کا اسی کی طرف ہو پھر جب اور تعالیٰ عزوجل نے ربوبیت کے اعلام سے ان لوگون کو آگاہ فرمایا تو انکو خالص عبودیت ادا کرنے کا حکم دیا اور بہت عمدہ ادب انکو سکھلا دیا بقولہ تعالیٰ

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اُسکو خوش نہین آتے حد سے بڑھنے والے اور مت خرابی مچاؤ زمین مین اُسکے سنوارے پیچھے اور پکارو اُسکو

خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

ڈر اور توقع سے بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہی نیکی والون سے

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا اے تذللاً۔ دعا مانگو اپنے پروردگار سے تذلل سے ای متضرعین متذللین یعنی درحالیکہ تضرع و تذلل رکھنے والے ہو **قال البیضاوی** ای وذی تضرع یعنی تم مین تضرع کی صفت موجود ہو اس حال مین دعا کرو وَخُفْيَةً سرًا۔ اور پوشیدہ یعنی مخفین سے یعنے درحالیکہ تضرع کی حالت کے باوجود اخفا کرنے والے ہو کیونکہ اخفا کرنا اخلاص کی دلیل ہو اسمین ریا کا دخل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہو کہ فریب نفس ایسے پیچیدہ ہین کہ آدمی خود واقف نہین ہوتا پس جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم نے طریقہ بتلا دیا اسکو اختیار کرے اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ اور تعالیٰ دوست نہین رکھتا معتدین یعنے تجاوز کرنے والونکو یعنی دعا مین حد سے بڑھ چلنے والے بایںطور کہ اکثر مین ہو یا طول کلام ہو اور آواز بلند ہو ایسے بندے اللہ تعالیٰ کو پسند نہین ہین۔ فی السراج دعا بمعنی سوال ہو اور وہ ایک قسم کی عبادت ہو کیونکہ بندے کو کسی چیز کی حاجت ہوئی جسکے خود حاصل کرنے سے عاجز ہو اور جانتا ہو کہ میرا پروردگار سبحانہ و تعالیٰ دعا کو سنتا اور حاجت کو جانتا ہو۔ وہی قادر ہو کہ بندے کو اسکا مطلوب مل جاوے پس بندہ اپنے آپ کو عاجز و ذلیل و ناقص جانکر اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کو قادر کریم عزیز جلیل یقین کر کے اس سے تضرع سے دعا کریگا اور تضرع اظہار ذلت نفس اور خشوع ہو یعنی گڑگڑاتے ہوے اپنے آپکو ذلیل و خوار بنائے ہوئے اور دل مین سمجھے ہوئے دعا کرو۔ اور خفیہ ہو علانیہ نہو۔ و فی تفسیر الحافظ **ابن جریرؒ** نے کہا کہ دعا مین آواز بلند کرنا و چیخ پکار مکروہ ٹھہری ہو اور تضرع و استکانہ کا حکم دیا جاوے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خفیہ کے معنی سر یعنی پوشیدہ۔ اور خود اور تعالیٰ عزوجل نے فرمایا واذکر ربک فی نفسک الآیہ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور صحیحین مین حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگون نے تکبیر مین آواز بلند کرنی شروع کردی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو اپنی جانون پر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہین پکارتے ہو تم لوگ تو پاک رب سمیع بصیر یعنے سنتے دیکھتے کو پکارتے ہو وہ تمھارے ساتھ ہو۔ ابو موسیٰؓ نے بیان کیا کہ مین پیچھے تھا اور اپنے دل مین لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتا تھا پس حضرت صلعم نے مجھسے خطاب فرمایا کہ ای عبد اللہ بن قیس مین تجھے جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ پر راہ بتا دون مین نے عرض کیا جی ہان بتلا دیجیے تو فرمایا کہ وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہو **قال المترجم** اسکے معنے یہ کہ بندہ نہایت تضرع سے عرض کرتا ہو کہ کچھ بھی طاقت اور کچھ بھی قوت نہین ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس یہ کلمہ بہت محبوب ہو اس سے شیطان رد ہو جاتا ہو کیونکہ جب بندے نے اللہ تعالیٰ کی حول و قوت پائی تو پھر اسپر شیطان کا کچھ قابو نہین چل سکتا بالجملہ خفیہ دعا کا حکم فرمایا اور **ابن جریرؒ** نے تفسیر مین کہا کہ خفیہ سے یہ مراد کہ دلی خشوع سے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحدانیت و ربوبیت پر یقین کر کے اپنے دل مین اخفا سے

بدون جہر کے دعا کرو۔ عبد اللہ بن المبارکؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ پہلے لوگ تھے کہ آدمی تمام قرآن
کا جامع ہوتا اور لوگونکو اس سے شعور بھی نہوتا تھا اور آدمی تھا کہ اسکو بہت فقہ حاصل ہوگئی اور لوگونکو معلوم بھی نہین۔ اور آدمی تھا کہ وہ
گھر مین بہت دراز نماز پڑھتا اور اسکے یہان اور لوگ مہمان ہوتے حالانکہ انکو خبر بھی نہین ہوتی اور اب مین نے ایسی قومونکو پایا کہ روئے زمین
پر کوئی کام ایسا نہین کہ جسکو وہ پوشیدہ کر سکتے ہین مگر ہمیشہ اسکو علانیہ کرینگے اور پوشیدہ و علانیہ دعا مین ستر گونہ فرق ہے اور البتہ مسلمان لوگ
تھے کہ نہایت کوشش سے دعا کرتے تھے حالانکہ انکی آواز سنائی نہین دیتی تھی وہ تو انکے اور پروردگار تعالےٰ کے درمیان ہمَس ہوتے تھے
اور یہ بات اسوجہ سے تھی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ یہ اسوجہ سے تھی کہ اوتعالیٰ نے ایک بندہ صالح
کو ذکر فرمایا جسکا فعل پسندیدہ ہوا کہ فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا الآیۃ معالم وسراج مین ہے کہ حسنؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندۂ متقی و دعائے
خفی کو جانتا ہے پھر روایت باقی ذکر فرمائی پھر دعا مین اعتدا یعنی حد سے تجاوز کرنا نہین چاہیئے۔ تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اسمین تنبیہ ہے کہ دعا
کرنیوالے کے لائق جو چیز نہین ہے مانند رتبہ انبیا علیہم السلام وغیرہ کے وہ نہ مانگے مین کہتا ہون کہ یہی شیخ ابو مجلزؒ سے اعتدا کی تفسیر
مین مصرح مروی ہے اور بعض نے کہا کہ اعتدا یہ ہے کہ طول طویل دعا بلند آواز سے مانگے حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ انھون نے
اپنے ایک بیٹے کو اسطرح دعا کرتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ مین تجھسے جنت و اسکی نعمتین و استبرق مانگتا ہون اور تجھسے دوزخ و اسکے طوق و بیڑیون
سے پناہ مانگتا ہون تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ سے بہت بھلائی مانگی اور بہت بُرائی سے پناہ مانگی اور مین نے رسول اللہ
صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک ایسی قوم ہوگی جو دعا کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور ایک روایت مین ہے کہ طہارت کے پانی
بہانے اور دعا کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور یہ آیت پڑھی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الآیۃ اور تجھے اسقدر کہنا کافی ہے کہ اے میرے پروردگار
مین تجھسے جنت کو اور ہر قول و عمل کو جو اس سے قریب کرے مانگتا ہون اور تجھ سے دوزخ سے اور ہر قول و عمل سے جو اس سے قریب کرے
پناہ مانگتا ہون۔ رواہ الامام احمد و ابو داؤد عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سُنا کہ اے
میرے پروردگار مین تجھسے جنت کے دائین طرف قصر سپید مانگتا ہون تو عبد اللہؓ نے فرمایا کہ اے فرزند تو اللہ تعالےٰ سے جنت مانگ
اور دوزخ سے پناہ مانگ کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت کے پانی بہانے
اور دعا مین حد سے تجاوز کریگی۔ رواہ احمد و ابن ماجہ و ابو داؤد و قال الحافظ اسنادہ حسن لا باس بہ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا
اور مت فساد کرو زمین مین یعنی شرک و گناہون سے بعد اصلاح زمین کے باینطور کہ رسول بھیجکر اسکی اصلاح ہوئی اور احکام مشروع ہوئے
اور بعض نے کہا کہ زمین مین فساد مت کرو کہ اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے اور کھیتیان برباد ہون بسبب تمہارے گناہون کے
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف اسکے عذاب سے اور طمع اسکی رحمت کی۔ اور دعا مانگو اللہ تعالیٰ سے درحالیکہ خائف ہو اسکے عذاب سے
اور طامع ہو اسکی رحمت مین قال القرطبیؒ ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بندہ وقت دعا کے خوف و امید مین ہوجتی کہ خوف و امید اسکے
واسطے بمنزلہ دو بازون کے ہون جو اسکو استقامت پر رکھین پس اگر انمین سے کوئی بات نہ رہی تو بندہ تباہ و برباد ہوگا اور خوف یہ کہ
جن مضرتون کے واقع ہونے سے تخیت نہین ہوسکتا انکے خیال سے باز نہ رہے اور بعض نے کہا آئندہ کسی مکروہ پہونچنے کا خیال ہو اور
طمع آئندہ کسی محبوب بات کے ملنے کی امید ہو۔ اور ابن جریجؒ نے کہا کہ خوف ہو عدل سے اور طمع ہو فضل مین بعض اہل علم نے کہا کہ بندہ
پر زندگی بھر خوف غالب رہنا چاہیئے پھر جب موت آوے تو اسکو امید غالب ہوجانا چاہیئے کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا لا یموتن احدکم الا

دہو حسن الظن باللّٰہ تعالیٰ رواہ مسلم یعنی تم مین سے کوئی نہ مرے مگر اس حال مین کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ آیت اولیٰ مین دعا کی شرط کا بیان ہوا اور دوسری آیت مین فائدہ دعا کا بیان ہو اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے محسنین سے یعنے مطیع و فرمانبردار بندون سے قریب ہو رحمت کا لفظ مؤنث ہو اور قریب اسکی خبر باوجود مشتق ہونے کے بلفظ مذکر ہے تو مفسر نے کہا کہ رحمۃ اللّٰہ مضاف ہو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف پس اس سبب سے اسکی خبر مذکر آئی۔ وفی السراج سعید بن جبیر نے کہا کہ رحمت یہان بمعنی ثواب ہو وعلیٰ ہذا قریب کا صیغہ صفت بحسب المعنی ہوا اور بعض نے کہا کہ رحمت کی تانیث حقیقی نہین ہو اور جو ایسی ہو اسمین اہل لغت کے نزدیک خبر مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین۔ اور بعض نے کہا کہ قریب بمعنی نزدیکی جو ناتے مین ہو اور نیز بمعنی دیگر جیسے یہان ہو پس ناتے کے معنی مین جو قریب ہو اسمین مبتدا مؤنث ہو تو خبر قریب کی تانیث واجب ہو چنانچہ فلانۃ قریبۃ کہنا چاہیئے اور فلانۃ قریب نہین چاہیئے اور دوسرے معنی مین جائز ہو لہذا یہان خبر کا مذکر لانا اسی فرق کے واسطے ہو اور رحمت کا محسنین سے قریب ہونا اسواسطے کہ آدمی ہر دم دنیا سے منھ موڑے اور آخرت کی طرف قدم بڑھائے ہوئے ہے اور اس حالت مین موت بہ نسبت زندگی کے آدمی سے زیادہ قریب اور محسنین اور اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت یعنے ثواب کے درمیان کوئی روک نہین سوا ے موت کے کہ وہ آجاوے تو فوراً رحمت ملجاوے اور موت ہر آدمی سے قریب ہو صحیح مین حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ کا یہ شعر پڑھنا مروی ہو ؎ وامرأ مصبح فی اہلہ ٭ والموت ادنی من شراک نعلہ ٭ اور حافظ نے تفسیر مین لکھا کہ قریب من المحسنین یعنی مرصدہ للمحسنین یعنی محسنین کیواسطے اٹھا رکھی گئی ہو جو اللّٰہ تعالیٰ کے حکم مانتے اور ممنوعات سے باز رہتے ہین جیسے فرمایا ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ اور مطر الوراق نے کہا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے وعدے پورے ملجانے کی اسطرح خواہش کرو کہ اسکی فرمانبرداری طاعت کو ادا کرو کیونکہ اسنے یہ مقدر کر دیا ہو کہ ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین یعنی اسکی رحمت مطیع لوگون سے قریب ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ جبکہ تمنے حضرت کبریا عزوجل کی نعوت اور جلال عظمت وعزت قدم وبقا کو پہچانا تو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے مین ان صفات کے دیدار مین فانی ہو جاؤ اس طرح پر کہ تمھارے اسرار پر تمھارے نفس بھی واقف نہون کیونکہ مضطر ومحتاج کی دعا اس درگاہ کبریائی مین مسموع ہوتی ہو جبکہ زبان دل سے ہوا اور صفا وقت سے تضرع کے ساتھ خفیہ دعا ہو اور یہ ذکر خفی وہی ہو جسکی نسبت آیا ہو کہ سب ذکرون سے خفی ذکر بہتر ہو۔ ابو عثمان نے کہا کہ دعا مین تضرع کرنا اسطرح نہین ہو کہ اپنے افعال مانند نماز وروزہ وقراءۃ وغیرہ کو مقدم کر کے اسکے پیچھے ان افعال کی نظر سے دعا کرے بلکہ تضرع یہی ہو کہ اپنی عاجزی وبیکسی ومحتاجی وغیرہ کو پیش کر کے بدون علت وبلا سبب کے دعا مانگے تو تیری دعا البتہ حضرت عزت مین باریاب ہو۔ واسطی نے کہا کہ تضرع یہ ہو کہ اپنی عبودیت کو قربان کرے اور طول طویل بکب سرکشی نفس کی چھوڑ دے اور خفیہ رکھے کہ غیر اس سے آگاہ نہو واضح ہو کہ دعا کیواسطے چند مقامات ہین بعضی زبان ظاہر سے دعا کرتے ہین بعضے زبان باطن سے دعا کرتے ہین بعضے اشارہ عقل سے اور بعضے اشارہ قلب سے اور بعضے اشارہ روح سے اور بعضے اشارہ سر باطن سے دعا کرتے ہین پس اہل ظاہر کی صفت تضرع ہو اور اہل باطن کی صفت افتقار وخشوع اور اہل عقل کی صفت فکر ہو اور اہل قلب کی صفت ذکر ہو اور اہل روح کی صفت شوق ہو اور اہل السر کی صفت ثنا ہو اس سے باذن دعا کر لیتے ہین اور دعا کی اجازت فقط دو مقام پر حاصل ہوتی ہو ایک مقام قبض اور دوم مقام بسط پس مقام قبض مین دعا بصفت عبودیت ہے اور مقام بسط مین دعا بحکم انبساط ہو کیونکہ صولت ربوبیت کو اس مقام مین پاتا ہے عارفون کے واسطے ضرور یہ دونون مقام حاصل ہوجاتے ہین دعا کی حالتین بہت ہین ایک تو بلا مین مبتلا دعا کرتے ہین اسواسطے کہ انکے ہم وغم دور ہوجاوین دوم اہل نعمت دعا کرتے ہین

تاکہ کشف وجود ہو سوم محبین دعا کرتے ہین تاکہ قلوب کو تسلی حاصل ہو چہارم مشتاقین دعا کرتے ہین تاکہ منزل مقصود کو پہونچ جاوین پنجم عاشقین دعا کرتے ہین تاکہ مراد حاصل ہو ششم عارفین دعا کرتے ہین تاکہ لقاء کو پاوین ہفتم موحدین دعا کرتے ہین تاکہ فنا ہین محو ہو جاوین پس دعا مین اہل انس کو انس اور عارفونکو تضرع اور محبین کو پیار اور موحدین کو آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور سجود مین انکی حالت نہایت عمدہ ہو جاتی ہے کیونکہ موجود کا کشف حاصل ہوتا ہے اور آنسو بہانے کے ساتھ مین انکی مناجات نہایت ہی شیرین و خوشگوار ہے اور جوش دل سے انکی خاطر کی حرکتین کیا پسندیدہ ہین استاد نے کہا کہ جو کوئی بندہ خلوص دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالی ضرور اُسکے دل کو اسیوقت راحت بخشتا ہے پھر اللہ تعالی نے بندونکو اعلی سے ادنی کی طرف اور اتباع حق سے اتباع نفس کی طرف جانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور مراقبہ و مشاہدہ و حضوری سے دل صاف و اصلاح پذیر ہونے کے بعد اسکو نفس کی شہوات و ہوا وہوس سے خراب کرنے سے منع فرمایا بقولہ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ استاد نے کہا کہ یہ خرابی و بربادی اسطرح ہوتی ہے کہ مجاہدہ و ریاضت کرنے سے نفس کو مہلت دیدی اور حقوق شرع قائم کرنے کے بعد حظ نفس مین ڈالدیا تو بعد اصلاح کے خراب ہو جائیگا پھر اوتعالی نے اداب دعا مین اخلاص و تواضع و خوف و امید کو فرمایا بقولہ وادعوہ خوفا وطمعا۔ اسکے دیدار جلال مین اسکی عظمت کی رعایت رکھو اور جمال مین البتہ بسط سے دعا کرو کیونکہ حقیقت دعا حالت شہود مین معرفت ربوبیت مین دل لرزیکے ساتھ ہو کیونکہ عبودیت کی یہی شان ہے اور وصول مقصود کی صورت مین سرور ہوگا اور نیز خوف رکھو کہ سوا اسکے کوئی تمھارے دل مین جاری ہو جاوے یعنی حدیث کا ذکر دیدار قدم مین طاری نہو اور طمع کے یہ معنی ہین کہ دعا سے اشرف مقام کی امید رکھو کیونکہ دعا وسیلہ ہے کیونکہ جب مقصود حاصل ہوگیا تو وسیلہ منقطع ہوگیا مگر آنکہ اس سے بالاتر مقام مین دوسری دعا کرو۔ اور نیز یہ خوف رکھو کہ وہ پاک پروردگار عز متعال ہے پاک بے پروا ہے ایسا نہو کہ دعا مردود ہو جاوے اور طمع یہ رکھو کہ رحیم کریم ارحم الراحمین ہے امید ہے کہ دعا قبول فرماوے اور جن بندون کی یہ صفت ہے وہ ان محسنین مین سے ہے جنکو بلطف اوتعالی اسکی درگاہ مین تقرب حاصل ہے انھین کو فرمایا بقولہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور بعض نے کہا کہ خوف اُسکے عقاب سے اور طمع اسکے ثواب کی ہو بعض نے کہا کہ خوف کر و کہ دور نہ کیے جاؤ اور طمع اسکی درگاہ مین تقرب کی رکھو اور بعض نے کہا کہ خوف اسکے اعراض سے اور طمع اسکے اقبال کی ہو بعض نے کہا کہ خوف اسی سے ہو اور طمع اسی کی ہو بعض نے کہا کہ محسن وہ ہے جو قلب سے حاضر ہو اور غافل نہو اسکے حق کو فراموش نہ کرے پھر اوتعالی عزوجل نے اپنی ذات پاک کو وصف فرمایا کہ اسی نے باطن غیب سے بشرات قریب پیدا فرمائین تاکہ نسیم وصال و مشاہدہ ارواح عاشقین و قلوب مشتاقین و اسرار واصلین و دلہاے محبین و الباب مریدین کو اسکی نفحہ رحمت سے پہونچے بقولہ تعالی۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا
اور وہی ہے کہ چلاتا ہے بادین خوشخبری لاتین آگے اُسکے مہر سے یہانتک کہ جب اُٹھا لائین بدلیان بھاری ہانکا ہمنے اسکو ایک شہر مردہ کیطرف پھر اتارا
بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ
پانی پھر اُس سے نکالے سب طرح کے پھل اسیطرح نکالینگے مردونکو شاید تم دھیان کرو اور جو شہر ستھرا ہے اسکا سبزہ نکلتا ہے
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ○
اُسکے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اُسمین نکلے سو ناقص یون پھیر پھیر بتاتے ہین ہم آیتین حق ماننے والے لوگون کو

جب پہلے اوتعالی نے ذکر فرمایا کہ وہی خالق آسمانون و زمین کا اور وہی حاکم و مدبر ہے اور اسی کی قدرت کے حکم مین سب مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی ہو

سنتے ہین اور مخلوق کو اپنی ہی طرف دعا کرنے وعبادت کرنیکا ارشاد فرمایا کیونکہ وہی پاک پروردگار ہر بات پر قادر ہے جو چاہے کرے تو مخلوق کو متنبہ فرمایا کہ
وہی رزاق ہے اور وہ ضرور بقدرت جلیل انکو قیامت کے روز اعادہ فرمادیگا چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ
ارسال بمعنی روان کرنا۔ ریاح جمع ریح در اصل روح بواو ہے جو یا سے بدل گیا بشرا مین قراءات ہین اول نشر بضمہ وشین معجمہ جمع نشور یا ناشر بمعنی نسبت
اسی ذات نشر اور یہ قراءت ابو عمرو وابن کثیر ونافع کی ہے دوم نشرا بضم نون وسکون شین معجمہ بطریق تخفیف کے جیسے رسل مین تخفیف سے ضمہ کو ساکن کردیتے
ہین اور یہ قراءت ابن عامر کی ہے سوم نشرا بفتح نون وسکون شین معجمہ بنا برانکہ مصدر ہے یعنے مفعول مطلق واقع ہے کیونکہ ارسال ونشر قریب قریب ہین
گویا یون ہے کہ ینشر الریاح نشرا۔ یا یہ مصدر بمقام حال ہین ای یرسل الریاح حال کونها ناشرة۔ اور یہ قراءة حمزہ وکسائی کی ہے اور مرجع ان سب قراءات کا
نشر کی طرف ہے جو طی کے برخلاف ہے یعنے جیسے طی کے معنی لپیٹ دینا اور تہ کردینا ویسے اسکے برخلاف نشر کے معنی پھیلانا جھٹکانا منتشر کرنا اور بعض نے
کہا کہ نشر بمعنی تفریق ہے بالجملہ مفسر نے اسکو بموضع حال مین قرار دیا کیونکہ نشرا کی تفسیر مین کہا ای متفرقة یعنی ارسال فرماتا ہے ریاح کو درحالیکہ متفرق ہوتی
ہین اور یہی تفسیر ابو عبیدہ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پاکیزہ ہوائین جو ہر طرف سے چلتی ہین اور فراء نے کہا نشرہ ہوا ہے نرم جو بادل کو
منتشر کرتی ہے اور ابن الانباری نے کہا کہ وہ منتشرہ جو پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ قراءة چہارم بشرا بضم باء موحدہ وسکون شین معجمہ جمع بشیر یعنے خوشخبری و
بشارت دینے والی باران کی اور یہ قراءة عاصم کی ہے۔ کما فی قولہ تعالے امن یهدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته الآیة ۔
اور ہوا اور ریح مین فرق اسی قدر ہے کہ ریح وہ ہوا جو چلتی ہو اور مذکور ہے کہ ریاح چار ہین صبا شرقی ہوا جو بادل اُٹھالاتی ہے اور دبور مغربی ہوا ہے جو
بادل کو متفرق کرتی ہے وفی الحدیث نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور۔ فتح دیا گیا مین صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوا دبور سے اور سوم
شمال بفتح اول وسکون ثانی ہوا شمالی وہ بادل کو جمع کرتی ہے چہارم جنوب بفتح اول جو دکھن سے چلتی اور پریشان کرتی ہے اور ابن عمر رضی سے روایت ہے
کہ ریاح آٹھ قسم ہین انمین سے چار قسم تو عذاب ہین قاصف وعاصف وصرصر وعقیم۔ اور چار قسم رحمت ہین ناشرات ومبشرات ومرسلات وذاریات
بنا بر اس آیت مین اختلاف قراءة بنون وبا مین قسم ہوا سے فرق ہوگا پھر رحمۃ سے مراد مطر یعنے مینہ ہے اور بین یدی رحمتہ کے معنی آگے آگے
مینہ کے اور معنی کلام کے یہ ہین اور وہی اللہ تعالی ہے کہ بھیجتا ہے چلتی ہواؤن کو متفرقہ یا مبشرہ آگے آگے مینہ کے حَتّٰی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا
یہانتک کہ جب لادلیتی ہین یہ ہوائین سحاب یعنی بادلون کو جو پانی سے بھاری ہین۔ اقلت بتشدید لام از اقلال بمعنی برداشت کرنا۔ اُٹھا لینا۔ اور
اشتقاق اسکا قلت سے ہے چنانچہ جسنے کوئی چیز طاقت بھر اٹھائی وبرداشت کرلی تو وہ اسکو قلیل ہی جانتا ہے اپنی ہستی سے زائد نہین جانتا
اور بولتے ہین کہ اقلہ واستقلہ بمعنی قلیل جانا پس برداشت کرنے کے معنی مین مجازا مستعمل ہے فافہم۔ ثقال جمع ثقیل ہے اسواسطے جمع آیا کہ سحاب
بمعنی سحب یعنے جمع ہے یا سحاب جمع سحابۃ ہے قاموس مین ہے کہ السحابۃ بمعنی بادل اسکی جمع سحاب وسحب وسحائب ہے اور بعض اہل لغت علماء معانی
نے کہا کہ سحاب اسم جنس جمعی ہے اسکا مذکر ومؤنث یکسان ہے اسمین لفظ ومعنی کی رعایت ہوسکتی ہے اور یہی قول مختار ہے پس سحاب بادل ہے خواہ اسمین
پانی ہو یا نہو اور سحاب اسکا نام اسوجہ سے ہے کہ ہوا مین منسحب یعنی دامن پھیلائے ہوے ہوتا ہے اور معنی یہ ہین کہ اوتعالی سبحانہ اپنی قدرت سے ریاح
مینہ کی بشارت دینے والا ارسال فرماتا ہے یہانتک کہ جب یہ ہوائین سحاب کو جو پانی سے بھاری ہو رہی ہین اُٹھاتی ہین سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ سائق بمعنی
سوق از روان کرنا سقناہ روان کردیتے ہین ہم اس سحاب کو۔ اور باعتبار سابق بیان کے ساقہ لبلد میت ہوتا یعنے چلاتا ہے اسکو اللہ تعالے واسطے
مردہ بلد کے لیکن سقناہ بصیغہ تکلم فرمایا اسمین غیبت سے التفات فرماکر تکلم کی طرف رجوع ہے اور یہ بلاغت زبان عرب مین شائع ہے اور
ضمیر مفعول مفرد راجع بجانب سحاب کے باعتبار لفظ کے ہے کیونکہ لفظ مفرد ہے اور بلد مین کا موضع آبادان۔ ازہری نے لیث بن سعد سے روایت کیا۔

کہ آباد ہو یا غیر آباد ہو خالی ہو یا اسمین کچھ ہو اور ایک ٹکڑا اسمین سے بلدہ اور جمع اسکی بلاد ہی اور بلد مذکر و مؤنث دونون آتا ہی اور جنگل و بیابان کو بھی بلدہ
کہتے ہین اور میت باین معنی کہ اسمین کچھ نباتات مین سے نہین اور اہل عرب ایسی زمین کو میت بولتے ہین وقد قال تعالی فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف
یحیی الارض بعد موتہا الآیۃ۔ اور سقت لہ اور سقت الیہ۔ دونون طرح مستعمل ہی اور مفسر رح نے کہا کہ سقناہ لبلد میت ای سقناہ لبلد میت لاحیایہ یعنی
ہمنے اس بادل کو واسطے زندہ کرنے بلد مردہ کے روان کیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ لام بمعنی الی قرار دیا یعنی ہمنے سحاب کو بلد میت کی طرف روان
کیا اسکے زندہ یعنی نباتات والا کرنے کے واسطے اور بیضاوی نے کہا کہ یون بھی ہو سکتا ہی کہ سقناہ لسقی بلد میت یعنی بلد مردہ کے سیراب کرنیکے
واسطے روان کیا۔ اور زمخشری رح نے کشاف مین لبلد میت کے لام کو لام علت قرار دیا ای سقناہ لاجل بلد میت یعنی بغرض بلد مردہ کے اسکو
روان کیا۔ اور شیخ ابو حیان رح نے اسکو رد کر دیا کہ یہ لام علت نہین بلکہ لام تبلیغ ہی بمعنی پہونچانا جیسے بولتے ہین قلت لک۔ کیونکہ اسکے یہ معنی
نہین کہ مین نے تیری جہت سے کہا اور بیان کیا کہ فرق یہ ہی کہ سقت لک ما مین لام تبلیغ کے ساتھ یہ ضرور ہی کہ مین نے تیرے واسطے مال
روان کیا اور تجھکو پہونچ گیا اور سقت لاجلک مالا مین تجھکو پہونچ جانا ضرور نہین ہی۔ یہ فرق لطیف ہی اور یہی لام تبلیغ یہان مراد ہی حاصل آنکہ اللہ تعالی
نے فرمایا کہ ہمنے سحاب کو پانی سے بھاری ہو لیکے اوپر لدا ہوا زمین مردہ کی طرف پہونچا دیا فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ ضمیر بہ راجع بجانب بلد ہی اور یہی
شیخ زجاج و ابن الانباری رح کا قول ہی اور با بمعنی الصاق ہی یعنی اتارا ہمنے پانی ملصق ببلد مذکور فَاَخْرَجْنَا بِهِ ای بالماء پھر نکالا ہمنے بواسطہ پانی کے
مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ ای من کل انواع الثمرات ہر قسم کے پھلون سے اور یہ بیضاوی کا قول ہی اور ظاہر یہ ہی کہ تبعیض مراد ہو یعنی جملہ ثمرات سے بعض
نکالے اور کلیہ اس معنی کر کہا کہ تمام اقسام ثمر کی پیدائش بواسطہ آب باران کے ہی اگرچہ کسی خاص بلد مین سب نہ پیدا ہوتے ہون۔ حاصل کلام
پاک کا یہ ہی کہ عظیم قدرت الٰہی پر نظر کرو کہ ایک وقت زمین مردہ ہو جاتی ہی اور تمازت آفتاب وغیرہ سے اسمین نام کو بھی نبات نہین رہتی ہی پھر اللہ تعالی
عزوجل اپنی رحمت سے اسپر مینھ کا پانی برساتا ہی پس اسمین انواع و اقسام کے پھل و پھول و نباتات پیدا کرتا ہی اور زمین مذکور دوبارہ زندہ ہو جاتی
ہی پس جس مخلوق کو جب چاہے موت دے اور جب چاہے زندہ کر دے اسی واسطے جو لوگ قیامت مین مردے زندہ ہونے سے منکر ہین انکو
دلیل بتلائی بقولہ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی ای مثل ذلک الاخراج المذکور نخرج الموتی من قبورہم احیاء یعنی ایسے ہی نکالنے کے مثل جو مذکور ہوا نکالینگے
ہم مردونکو انکی قبرون سے زندے یعنی مردون کے فنا ہو جانے اور انکے آثار مٹ جانے کے بعد حشر کے روز انکی قبرون سے پھر ہم انکو زندہ
نکالینگے اور تشبیہ اس بات مین نہین ہی کہ اسی طرح ہوا بھیجکر ابر مجتمع کر کے انکو پانی سے پیدا کرینگے بلکہ مطلق نکالنے مین تشبیہ ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جو پروردگار
قادر مختار جسکی قدرت کے آثار سے یہ سب آنکھون دیکھتے ہو کہ خشک لکڑی سے تر و تازہ پھل و پتے نکلتے ہین اور چٹپٹ مردہ زمین سے
طرح طرح کے گل و بوٹے پیدا ہوتے ہین وہ ضرور بالیقین قادر ہی کہ قبرون سے مردے نکال دے اور کیونکر انکار ہو سکتا ہی حالانکہ ابتداء زمین
جب کچھ بھی نہ تھے تب انکو پیدا کر کے موجود کر دیا لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ شاید تم تذکر سے جان کو پس ایمان لے آؤ۔ وفی تفسیر الحافظ فی قولہ کذلک
نخرج الموتی یعنی جیسے ہمنے اس زمین کو بعد اسکے مردہ ہو جانے کے اور قوت انبات وغیرہ جاتے رہنے کے زندہ کر دیا اور وہی قوت انبات
اسمین آگئی ایسے ہی ہم اجسام کو انکے گل سڑ جانے کے بعد قیامت کے واسطے زندہ کرینگے اور صحیح ہوا کہ اللہ تعالی آسمان سے پانی نازل فرمائیگا
پس چالیس روز تک مینھ برستا رہیگا اس سے اجسام اپنی قبور مین اسطرح اوگینگے جیسے زمین سے دانہ اوگتا ہی اور یہ پند و نصیحت قرآن مین اس
مثال سے بہت آئی ہی اسی واسطے فرمایا لعلکم تذکرون۔ سراج مین ہی یعنی تاکہ تم عبرت و پند اور تذکر حاصل کرو خلاصہ آنکہ تم برابر مشاہدہ کرتے
ہو کہ ایام بہار مین درخت پھلے پھولے سرسبز ہوتے ہین پھر تم خریف و دیگر اوقات مین انکو خشک اور پھل پتون سے ننگے دیکھتے ہو پھر اللہ تعالی نے

انکو دوبارہ زندہ کردیتا ہے پس انسے نصیحت حاصل کرو کہ جو پاک پروردگار انکے زندہ کردینے پر قادر ہے وہ قیامت کے واسطے مردون کے زندہ کرنے پر
بالیقین قادر ہے حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب پہلی بار صور پھونکی جائیگی سب کے سب مرجاوینگے تو بعد
اسکے اللہ تعالےٰ آسمان سے عرش کے نیچے سے پانی مینھ کا نازل فرماویگا پس مردے جہان کہین انکی خاک ہو وہ زمین مین نباتات کے مانند
اُگینگے جب اُنکے جسم کامل ہوجاوینگے تو انمین روح پھونکی جائیگی پھر اُنپر نیند غالب ہوجائیگی پس قبرون مین سوتے رہینگے پھر دوسری بار جب
صور پھونکا جائیگا تو قبرون سے چونک کر اُٹھائے جاوینگے اور حشر کیے جاوینگے اور اس حال مین اُن کے سرون و آنکھون مین نیند
کا خمار ہوگا تو اس حالت مین کہینگے کہ یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون الآیۃ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آویگا
پوشیدہ نہین ہے کہ بہت سے درخت پھولون کے نہایت نرم وکمزور بیج کے ہوتے ہین کہ انکے بیج ایک فصل مین زمین کے اندر گر کر خاک ہوجاتے ہین
اور دوسری فصل مین جب برسات مین مینھ برسا تو اسی زمین سے وہی درخت جم جاتے ہین بلکہ جہان خاک ہوا انکی خاک اڑا لیجاتی ہے وہان
جمتے ہین بلکہ پیپل وغیرہ پرندون کی بیٹ سے بہت سے ہضم ہونے والون بیجون کی پیدائش ان درختون پر ہوتی ہے پس انکار بعث وحشر جن قومون سے
صادر ہوا انکو عقل وفکر سلیم بالکل نہین ہے اللہم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب پھر واضح ہو کہ قولہ کذٰلک نخرج الموتےٰ مین صیغہ
مضارع حال واستقبال دونون معنی کو شامل ہوسکتا ہے غایۃ انکہ ایک بالاشارہ ہو پس اسمین تفکر وتذکر سے عجائب صنع الٰہی پر دلیل حاصل ہوتی ہے
ویہدی اللہ لنورہ من یشاء وہو العلیم الحکیم پھر واضح ہو کہ کذٰلک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون سے درمیان بیان مین ایک اہتمام کے لائق مضمون پر
تنبیہ فرمائی پھر عجائب صنعت وقدرت کو شروع فرمایا یعنی زمین مردہ کو باران رحمت پہونچاکر لطف وکرم سے زندہ فرماتا ہے اور ہر زمین مردہ کو
اسکا فیض باران برابر پہونچتا ہے پھر انکی استعدادات مختلف طرح طرح کی ہین چنانچہ فرمایا وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ بلد طیب
وہ زمین جسکی مٹی پاکیزہ شیرین وہموار نرم ہے یعنی بلد طیب نکالتا ہے اپنی نبات کو بہتر وعمدہ بارادہ اپنے پروردگار کے وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ
إِلَّا نَكِدًا اور وہ بلد کہ جسکی مٹی خبیث ہے وہ نہین نکالتا پیداوار کو کسی حال سے مگر بحال نکد یعنی بسختی ومشقت - اور کشاف مین کہا کہ نکد وہ چیز کہ
جسمین بھلائی نہین ہے اور بیضاوی نے کہا کہ نکد یعنے قلیل بے نفع وبیکار اور نصب اسکو بنابر آنکہ حال واقع ہے اگر کہا جاوے کہ بلد طیب کے ساتھ
پیداوار اگانے مین باذن ربہ کی قید فرمائی اور خبیث کے ساتھ یہ قید نہین فرمائی حالانکہ بدون مشیت وقدرت الٰہی کے دونون مین سے کسیکو
اخراج نبات کا اختیار نہین ہے تو شیخ ابوحیانؒ نے جواب دیا ہے کہ دونون کی نبات اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ ومشیت سے نکلتی ہین لیکن بلد طیب
کے ساتھ اذن پروردگار کی قید فرمائی تاکہ اسکی بزرگی ومدح ظاہر ہو کمالین مین ہے کہ قولہ باذن ربہ موقع حال مین واقع ہے اور اس پیداوار کا بارادہ
ومشیت الٰہی ہونے کے ساتھ قید فرمانے مین بیان ہے کہ او تعالیٰ عزوجل کی مشیت وارادت سے اسکو آسانی حاصل ہوئی جس سے اسمین نباتات
نہایت عمدہ کارآمد بہت کثرت سے حاصل ہوئی پس باذن ربہ سے اس بلد کی پیداوار کی خوبی وکثرت سے تعبیر ہے گویا یون فرمایا کہ والبلد
الطیب یخرج نباتہ نباتاً حسناً غزیراً پس یہ مقابلہ مین بلد خبیث کے ہے جسکی یہ صفت ہے کہ لایخرج نباتہ الانکداً - اسی واسطے بیضاوی رحمہ اللہ نے
کہا کہ بلد خبیث نہین نکالتا اپنی پیداوار مگر بہت قلیل اور خراب وبیکار - اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ یعنے
زمین شیرین و پاکیزہ اپنی پیداوار کو آسانی سے خوبصورت عمدہ نکالتی ہے اور والذی خبث کی تفسیر مین حضرت مجاہد وغیرہ نے کہا کہ جیسے کنکریلی
و بونیا زمین وغیرہ - واضح ہو کہ علی ابن ابی طلحہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت مین روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون و
کافرون کے حال کی یہ مثال بیان فرمائی ہے اور سراج ومعالم وغیرہ مین کہا کہ جملہ مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر کیواسطے

یہ ضرب المثل بیان فرمائی ہے پس مومن کو زمین پاکیزہ سے تشبیہ دی اور اسکے دل پر قرآن نازل ہونے کو مینہ کا پانی نازل ہونے سے تشبیہ دی پس جب یہ پانی
اُسپر نازل ہوا تو اس سبب طرح طرح کے گل بوٹے اور پھل پھول نکلتے ہین ایسی ہی مومن نے قرآن سُنا اور ایمان لایا اور اسپر عمل کیا تو اسمین طرح طرح کی
عبادات وطاعات وعمدہ وعمدہ اخلاق کثرت سے ظاہر ہوتے ہین اور کافر کو زمین خبیث سے تشبیہ دی کہ ہرچند اسپر مینہ کا عمدہ پانی پڑے مگر اس سے
کچھ انتفاع نہین ہوتا ایسے ہی کافر نے جب قرآن سُنا تو ایمان نہین لاتا اور اسکی تصدیق نہین کرتا بلکہ اس سے کفر وسرکشی زیادہ ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر کافر
نے دنیا مین کوئی فعل جو نیک ہے وہ کیا بھی تو بہزار مشقت اسکو کیا کیونکہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو نام کے واسطے کیا ہے وہ کچھ فعل نیک نہین ہے باوجود اسکے
آخرت مین اس سے کچھ نفع نہین ہوا اور یہ جو حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ یہ مثال اولاد آدم عم کی ہے کہ انمین سے بعضے پاکیزہ وبعضے خبیث ہین تو حق یہ ہے کہ
اسکا مآل بھی وہی مومن وکافر کی طرف راجع ہوا اور ارتباط اسکا مابعد کے کلام سے واضح ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام عین ہدایت ونصیحت لائے لیکن جو
پاکیزہ تھے وہ ایمان لائے اور جو ناپاک تھے وہ کافر رہے ۔ اور جو نحاسؒ نے ذکر کیا کہ یہ تیز فہم اور کم فہم کی مثال ہے تو شاید بنظر قولہ لعلکم تذکرون
کے ہے جو اس سے پہلے ہے یعنے تذکر وسمجھ دو قسم ہین جو بلد طیب کی مثال ہین وہ جلد سمجھ جاوینگے وبرعکس اسکے برخلاف ہونگے لیکن اسکا ضعف
ظاہر ہے اور جو حضرت حسن وقتادہؒ سے مروی ہے کہ یہ قلوب کی مثال ہے مومن ومنافق کے دل مختلف ہین پس پاکیزہ قلوب مومنون کے پند ونصیحت آلٰہی کو
قبول کرتے اور اس سے نفع کثیر ہوتا ہے اور منافقون کے دل نہین لیتے اور بہت کم اس مین اثر اور اس سے انتفاع ہوتا ہے تو یہ بھی قول اول کی تخصیص ہے
کیونکہ مومن وکافر سے مقصود انکے دل ہین کہ انھین پر مدار ہے اور قول اول پر دلیل ہے جو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا مثل مابعثنی الله به من الهدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا الحدیث یعنی آنحضرت نے کہا کہ جس علم وہدایت کے ساتھ مجھکو اللہ تعالیٰ
نے بھیجا اسکی مثال ایسی ہے جیسے موسم کا اُگانیوالا اپنے وقت کا پانی کسی زمین پر برسا پس اس زمین مین سے کوئی ٹکڑا پاکیزہ تھا یعنی اسکی مٹی شیرین وہ
ہموار اُگانیوالی تھی پس اُسنے پانی کو قبول کرلیا اور گھانس تروتازہ اور پیدا اور بہت کثرت سے اُگائی اور کچھ ٹکڑے اسمین سے اجدب تھے
جنھون نے پانی کو روک لیا یعنی انمین پانی بھر رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس سے آدمیونکو نفع پہونچایا کہ اُنھون نے خود اسمین سے پیا اور پلایا وسینچا
وزراعت کی اور بعض اور ٹکڑا اسمین سے ایسا تھا کہ وہ چٹیل میدان کنکریلا پتھریلا تھا کہ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ کچھ سبزہ اُگاتا ہے پس یہی مثال ہے
دو قسم کے لوگون کی ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالیٰ کے دین مین سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جسکے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس سیکھا اور
سکھلایا اور دوم وہ کہ جسنے سر سے سے کچھ اسکی طرف توجہ نہ کی اور نفع نہ پایا اور جسکے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا اس ہدی کو قبول نہ کیا ۔ رواہ البخاری
ومسلم وغیرہما كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ای کما بینا ما ذکر نبین الآیات لقوم یشکرون اللہ تعالیٰ فیومنون یعنی جیسے ہم نے
یہ سب بیان فرمایا جو مذکور ہوا ہے اسی طرح ہم کھلے بیان کرتے ہین آیات کو ایسی قوم کے واسطے جو شکر کرتے ہین اللہ عزوجل کا پس ایمان لاتے ہین
اسمین قوم شکرگزار کی خصوصیت اسواسطے ہے کہ آیات آلٰہی سے انھین بندونکو نفع حاصل ہوتا ہے اور خبیث لوگونکو کچھ بھی حاصل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہے
کہ آیات آلٰہی محض فضل ونعمت ہے اسکا بہت بڑا شکر یہ واجب ہے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم ان آیات کریمہ مین انواع دلالات ولطائف
اشارات وعلوم پاکیزہ ہین اور تفسیر عرائس مین جو کچھ بیان ہے وہ یہ ہے ف **فی العرائس** قولہ تعالیٰ وھو الذی یرسل الریاح بشرا مین یدی رحمتہ
اور تعالیٰ نسیم وصال کو طلوع جلال کے سحر کے وقت مین اہل انس کے واسطے انکی حالت سجدہ کے شہود مین انکے مشام مین پہونچاتا ہے کہ شوق
مین زیادتی ہو اور اسکی طرف باران رحمت کے زیادہ پیاسے ہوجاوین پس ظہور صفات سے پہلے قرب ومنزلت کے آثار ظاہر ہوتے ہین کہ ظہور تجلی صفات
سے کشف ذات کا فیض پاکیزہ ارواح عاشقہ کو پہونچتا ہے پھر اس باران رحمت سے ان ارواح کو زلال محبت کا جام ملتا ہے کہ بعد اسکے پینے کے

ان ارواح کو حدوث مین استقرار کی تاب نہین تہی بلکہ ازل وابد کے بازو سے لطف قدیم سے قضاے ناپیدا کنار لقا وہواے قدم مین پرواز
کرتے ہین۔ کمال لطف سے ظہور تجلی ذات سے پہلے انکو ہواے تجلی صفات سے انکشاف دیا کیونکہ قبل تجلی ذات کے قبض وبسط کے اعلام
سے واقف ہون اور فنا ہو جانے سے بچین اور کشف قدم کی طرف جذب ہونے مین انکے قلوب مردہ کو رزق سے زندگی ملے جس سے
قابلیت حاصل ہو **قال المترجم** بعض مقام پر پارہ اول وثالث مین گذرا کہ حدیث صحیح مین جو اپنے نفس وجورو ومہمان وغیرہ کے حق مین لازم ہونیکا
قطعی حکم آیا ہے وہ اسی معنی پر تمام اکابر نے اعتقاد کیا ہے جو ظاہر ہین اور اسکا یہی بھید ہے کہ ہزارون پردون کا قطع کرنا اسی جسم کثیف سے ملے ورنہ وہ
اس راہ سے بڑی نعمت ہے پس مرید صادق کو ضبط حواس وضبط ما لا یطاق سے ایسی نوبت پہونچیگی کہ اسمین انکشاف حواس باطنی کی استعداد نہ رہے
اور پہر حواس مخفیہ جنسے علوم ظاہری مین بحث نہین ہے انکے انکشاف کا فائدہ نہ حاصل ہوگا تب عقل وقلب وروح وسر وباطن کا کیا ذکر ہے لہذا نفس
کشی کے یہ معنی سمجہنا کہ جسم وحواس کو بیکار وباطل کرکے خبط ومبہوت ہو جاوے محض غلط ہین یہ کسی بزرگ نے نہین فرمایا بلکہ نفس کشی کے فقط یہ معنی ہین کہ ابتدا
مین نفس جو شرع سے برخلاف چلتا اور شیطان کی پیروی ڈہونڈہتا ہے اسکو مار کر خواہ مخواہ شرع وسنت پر ثابت رکہے ہان شرع وسنت مین
یہ منع ہے کہ پیٹ مت بہرو بلکہ کم کہاؤ اور کم سوؤ اور کم ہنسو اور کم بک بک کرو اور خیال بد اور وسواس باطل وغیرہ مت لاؤ اور ایسے ہی ریاکاری
وغرور وتکبر وغیرہ بہت سے امور ہین کہ ان سب پر ٹہیک ٹہیک قائم ہو اور ایک مرد صالح پیر بزرگ کی خدمت نصیب ہو جو اپنے نفس کو مہذب
کر چکا ہے تو نہایت ہی عمدہ بات ہے کہ وہ ہر وقت اسکی غفلت کو ٹوکتا جاوے اور ہوشیار کرتا جاوے اور زیادہ طول تقریر کی گنجائش نہین ہے مین نے
صرف ابتدائی مرتبہ پر بتوفیق الٰہی تنبیہ کر دی ہے اور اس سے اوپر کے مراتب کے واسطے خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہونچ جاویگی انشاء اللہ تعالیٰ
اور اگر ابتدا ہی غلط ہے تو اوپر کا مرتبہ کیسا فاستقم ولا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ پہر شیخؒ نے فرمایا کہ بالجملہ تجلی ذات کے ظہور سے پہلے
دلہاے مردہ کے واسطے پاکیزہ ہوائین ظہور تجلی صفات کے بہیجدین چنانچہ فرمایا حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت یعنی دلہاے مردہ کو
تاب تجلی ذات کے ظہور کی نہین ہو سکتی ہے تو تجلی صفات سے ان دلون مین حیات جو اسکے مناسب ہے حاصل ہو جاوے اور معلوم ہے کہ تجلی ذات کا
بار گران کوئی نہین اٹہا سکتا ہے سواے ریاح تجلی صفات کے اور انوار قدم کو سواے قدم کے کوئی نہین چلا سکتا اور زلال دریاے قدم کو
ایسے پیاسے کو پلانے کے واسطے جو غرق حیرت ہے سواے ازلی صفت کے کوئی نہین لیجا سکتا ہے اور قلوب کی سرزمین مین درختان علوم غیوب
کے کوئی نہین اگا سکتا سواے حضرت علام الغیوب جل جلالہ کے لہذا فرمایا فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات یہ ثمرات بہی مقامات وحالات
ومکاشفات ومشاہدات ہین ۵ الا یا صبا نجد متی ہجت من نجد۔ لقد زادنی مسراک وجدا علی وجد۔ اے ہواے نجد جہان لیلیٰ رہتی ہے جبہی تو نے
نجد سے جنبش کی تو میرا وجد پر وجد بڑہتا گیا بعض مشائخ نے کہا کہ ہر قسم کی ہوا سے ایک قسم کی رحمت خاص متعلق ہے پس ہواے توبہ سے
قلب پر محبت پہونچتی ہے اور ہواے خوف سے رحمت ہیبت کا نشر ہوتا ہے اور ہواے امید سے رحمت انس کا اور ہواے قرب سے
رحمت شوق کا اور ہواے شوق سے آتش قلق وبیتابی عشق کا نشر ہوتا ہے استادؒ نے کہا پہلے تقرب کی ہوا چلتی ہے جس سے مشام اسرار کو
خوشبوی وصال پہونچتی ہے۔ اور استادؒ نے قولہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا کے اشارہ مین کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ جس مہجور کو صدمہ فراق ووجد
واضمحلال جسم بلکہ بالکل باطل ہونے سے دوری پہونچی ہے اسکے پاس تقرب کا بشارت دینے والا پہونچتا ہے پس کہلجانے کے بعد تروتازہ ہو جاتا ہے
اور بعد سقوط کے اسکا ٹوٹا ہوا حال قوی وتندرست ہو جاتا ہے پہر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے قلب کا حال ذکر کیا کہ اسمین سے بعض کا یہ
حال ہے کہ جب اسپر باران رحمت ہوا تو طرح طرح کے مقالات وحالات کے پہل پہول اس سے نکلتے ہین اور بعض کی یہ کیفیت ہے کہ وہ اسکے

برخلاف ہین جو کہ شہوات نفس وحظوظ البشریت مین سنگستان کے مانند ہو رہے ہین اور انمین سوائے خارزار کے کچھ نہین ہو چنانچہ فرمایا۔ والبلد الطیب
یخرج نباتہ باذن ربہ الآیۃ ای بلد قلب کی زمین ہو جس سے وجد وارادت کے پھل پھول موافق کشف صفات وانوار ذات کے طرح طرح کے
نکلتے ہین پس جس دل مین تخم محبت ہو اس سے مشاہدہ کا درخت جمتا ہو اور جسمین تخم شوق ہو اس سے انس ووصال کا درخت اگتا ہو اور جسمین تخم عشق
ہو اس سے کشف جمال وجلال کا خوش ذائقہ میوہ پیدا ہوتا ہو پھر انکے برخلاف جس دل مین ہوا وہوس کے بیج پڑے ہین اس سے شہوات کے خاردار
درخت جھاڑیان پیدا ہوتی ہین اور شناخت یہ ہو کہ جو دل منور ہین ان دلون کے جسم کے اعضاء وجوارح پر آثار محبت ظاہر ہوتے ہین اور وہ آثار یہ ہین
کہ وہ احکام الہی تعالی وسنت رسالت پناہی صلعم سے موافقت محبوب رکھتا ہو اور جو دل تاریک وسیاہ ہو اسکے جوارح واعضاء پر آثار مخالفت
ظاہر ہوتے ہین اور وہ اپنی شہوات نفس کی پیروی کرتا ہو پھر اللہ تعالی عزوجل نے تبدیل اخلاق ونشر افضال وبیوت مقامات وپرداز حالات
کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب بارادہ سابقہ ومشیت ازلیہ ہین جسمین کچھ تغیر وتبدل نہوگا اور وہان کسی کی تدبیر کچھ کارگر نہوگی اور یہی اصل تقدیر
کہلاتی ہو چنانچہ فرمایا وکذلک نصرف الآیات لقوم یشکرون یعنی ایسی قوم کے واسطے جو حضرت مشکور تعالی عزوجل کو انعمتونکے وجود سے پہلے سے پہچانتے
ہین اور خود اللہ تعالی عزوجل کو اپنے انعام کا شاکر پاکر خجالت سے پانی پانی ہو جاتے ہین اور اپنے آپ کو ادائے شکر کے مقام سے عاجز پاتے
ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ البلد الطیب مومن متقی کے دل کی مثال ہو یخرج نباتہ باذن ربہ یعنی اسکے اعضاء وجوارح پر انوار طاعات
وزینت کے اخلاص کے ساتھ ظاہر ہوتے ہین والذی خبث قلب کافر ہو اس سے سوائے نکد وشوم وتاریکی کے کچھ ظاہر نہین ہوتا اسکے اعضاء
وجوارح پر تاریکی ومخالفت ظاہر ہوتی ہو اور واسطی نے کہا کہ قولہ باذن ربہ یعنی اللہ تعالی کی تولی اور اسی کی پرداخت وعنایت سے سب آسانی سے
بہت کچھ میوہ جات موافقت وانوار تقرب ظاہر ہوتے ہین اور خبیث سے سوائے نکد کے کچھ ظاہر نہین ہوتا کیونکہ تجلی وخطاب سے محجوب ہو
اور قولہ کذلک نصرف الآیات جیسے کہ آفتاب تھوڑی نباتات کو جلا دیتا ہو اور تھوڑی نباتات کو اگاتا ہو اور بعض کو مزہ دار اور خوشگوار پاکیزہ
بناتا ہو جیسا جسکا جوہر واستعداد ہو ویسے ہی ارادہ واحدہ سے موافقت ومخالفت آدمیون مین ظاہر ہو بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ ہو جو ہمیشہ مامون
اور اسکا سلطان عادل ہو جسکے دل کا ساکن صافی ہو اسکے ظاہر افعال پاکیزہ ونیک ہین اور جو اسکے برخلاف ہو اسکا حال برخلاف ہو استاد رح
نے کہا کہ جب اصل پاکیزہ ہو تو فرع مین نمو ہوتا ہو یعنی جب جڑ اچھی حالت مین ہوتی ہو تو شاخین اچھی طرح سرسبز ہوتی ہین اور مراد یہ ہو کہ قلب نیک ہوتا ہو
تو ظاہر وباطن سب صالح ہوتا ہو قلت حدیث مین بھی قلب کے بیان مین ہو کہ جب وہ صالح ہوتا ہو تو سب جسم صلاحیت پر ہوتا ہو اور جب اسکی حالت
خراب ہوتی ہو تو تمام اعضاء بدکار فاسق ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ قلب مومن ہو مومن کو اللہ تعالی نے ظاہر بنایا اور روح کو
آب قرب سے پاک وطاہر کیا اور کرامت سے خوشبودار کردیا اور قلب کو علم سے پاکیزہ بنایا اور سر باطنی کو نور معرفت سے پاکیزہ بنایا
اور زبان کو ذکر وتسبیح بولنے سے پاک کیا اور جوارح کو آب عصمت سے نہلایا اور نور توفیق سے پاک کیا پھر جب معلوم ہوگیا کہ جو قلوب خبیثہ
ہین انکو ہرچند تعلیم واصلاح وپند ونصیحت دیجائے کچھ مفید نہین ہوتی اور بیہودہ وہم وبے بنیاد شک پیدا کرتے ہین اور نیک راہ ونیک بات
ونیک تعلیم ونیک نصیحت سے آنکھ بند کرلیتے ہین چنانچہ اگلون کے واقعات متضمن علوم بیان فرماتے ہین بقولہ تعالے

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ
ہمنے بھیجا نوح کو اسکی قوم کیطرف تو بولا ای قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمھارا صاحب اسکے سوائے مین ڈرتا ہون تم پر
عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ
ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اسکی قوم کے ہم دیکھتے ہین تجھکو صریح بہکا ہوا بولا ای قوم مین کچھ بہکا نہین

وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

لیکن مین بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہون اور جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم نہین جانتے کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ

نصیحت تمھارے رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تمھارے بیچ مین سے کہ تمکو ڈر سنادے اور تم بچو اور شاید تمپر رحم ہو پھر اسکو جھوٹھلایا پھر ہمنے بچالیا اُسکو اور جو اُسکے ساتھ تھے کشتی مین

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ ع

اور غرق کیے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین وہ لوگ تھے اندھے

اول سورہ مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے واقعۂ آدم علیہ السلام کو شروع فرمایا اور اسکے متعلقات و متصلات کو پورا بیان فرما کر اب بکر انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ترتیب وار اول و ثانی سے بیان فرمایا لہٰذا پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا کذا قال الحافظ فی التفسیر **وقال المترجم** حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ مین بہت بڑے بڑے علوم باریک تھے اور لوگون کی سمجھ کے لائق جہانتک ممکن ہوا صراحۃً و اشارۃً بیان ہو چکا اور منجملہ ان علوم کے یہ کہ ہر چیز تحت تسخیر قدرت رب جلیل عزوجل ہے اور مخلوقات بعض طیب و پاکیزہ ہے اور بعض خبیث و نجس ہے اور رحمت الٰہی یکسان ہے مگر مانند زمین کے کسی کو باران رحمت سے فائدہ ہے دو قسم سے کہ خوب اس سے سیراب ہوتی ہے اور سرسبز شاداب خود بھی نفع پاتی ہے اور دوسرون کو بھی ہر طرح نفع دیتی ہے یا کہ اس کو خود نفع ہے اور دوسرون کو بھی مگر ایک خاص طرح کا نہ عموماً مثل اول کے اور بعض زمین کو کچھ بھی فائدہ نہین اور یہ ہر ایک کی جوہر و قابلیت کا تفاوت ہے چنانچہ سابقین کے احوال کو ترتیب وار اس بیان کے واسطے مع دیگر علوم کثیرہ کے جنکی طرف انشاء اللہ تعالیٰ ضمناً اشارہ آتا جائیگا بیان فرمایا اور موافق ترتیب کے اول نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا **قال الحافظ** وغیرہ کیونکہ نوح علیہ السلام بعد حضرت آدم علیہ السلام کے اول رسول ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی ہدایت کے واسطے بھیجا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول جو رسول بھیجا گیا وہ نوح علیہ السلام ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ وابن عساکر اور نسب نامہ انکا یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن مہلیل بن قینین بن انس بن شیث بن آدم علیہ السلام ایسا ہی محمد بن اسحاق اور دیگر علماء نے جو فن نسب مین ماہر ہین بیان فرمایا ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ جیسے اذیت حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے پہونچی ایسے کسی اور نبی کو نہین پہونچی سوائے انکے جو اپنی قومون کے ہاتھ سے قتل ہو گئے ہین اور چالیس برس کی عمر ہونے پر نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی بعض نے کہا کہ پچپن برس کے تھے اور بعض نے کہا کہ دو سو پچاس برس کے تھے اور ذکر کیا گیا کہ بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے اور لوگ انکے زمانہ کے خراب و بت پرست و مشرک ہو گئے تھے **قال الحافظ** اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ و بہت سے علماء التفسیر نے فرمایا کہ بت پرستی کی صورت یون واقع ہوئی کہ ابتدا مین جب صالح و متقی و اولیاء اللہ لوگ مرے تو انکی قوم والون نے انکی قبرون کے وہان مسجدین بنائین اور مسجدون پر انکی تصویرین نقش کردین تاکہ اُنکے حالات و عبادات کو یاد کرین اور انھین کے مانند عبادات و اخلاق حاصل کرین پھر جب اسکو زمانہ دراز گذرا تو اسی نقش کی مورتین بنا رکھین پھر جب اسپر بھی زمانہ دراز گذرا ان مورتون کی تعظیم کرنے لگے آخر انکو پوجنے لگے اور انھین پرہیزگارون کے نام پر ان مورتون کے نام رکھ لیے پس جب یہ نوبت پہونچی تو اللہ عزوجل کا احسان ہے کہ اُس نے انبیاء و رسول بھیجے پس اول رسول حضرت نوح کو بھیجا چنانچہ فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ تقدیر کلام یہ ہے کہ واللہ لقد ارسلنا۔ کیونکہ لام جواب قسم محذوف ہے اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ قریب ہے کہ نہ اطلاق ہو اس لام کا مگر حرف قد کے ساتھ کیونکہ جملۂ قسمیہ کا سوق نہین ہوتا مگر ایک دوسرے جملہ کی تاکید کے واسطے جسپر قسم واقع ہوتی ہے اور وہ جواب قسم کہلاتا ہے پس قد کے ساتھ لاتے ہین کیونکہ وہ مظنہ توقع ہے کیونکہ مخاطب

ابو حاتم

جب اُسکو سنتا ہی تو جس سے تقدیر ہوئی ہو اُسکے وقوع کی توقع کرتا ہو جیسے یہاں اسپر نص ہو۔ اور ارسال کے معنی مبعوث کرنے کے ہیں یعنی اسی قوم مین سے ایک شخص کو مبعوث فرما دیا اور معنی یہ ہین کہ واللہ ہمنے مبعوث فرمایا نوح کو اسکی قوم کی طرف فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ پس نوح نے قوم سے کہا کہ اے قوم تم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنے فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ من زائدہ ہے بغرض استغراق نفی کے آیا ہے یعنے کوئی بھی نہین پس الٰہ بحرف من مجرور ہو ورنہ محل مین رفع کے ہو بنا بر مبتدا ہونے کے لہذا کسائی کے سوائے باقی قرّاء نے غیرہ کو مرفوع پڑھا کہ بدل از محل الٰہ ہو اور کسائی نے بلحاظ لفظی اعراب کے غیرہ مجرور پڑھا المعنی نہین تمہارا کوئی بھی الٰہ سوا اسے ایک اللہ تعالےٰ کے پس تم اسی کی عبادت کرو کیونکہ اگر تمنے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور دوسرون کی عبادت کی تو تمنے ایسی چیز کی عبادت کی جو معبود نہین ہو اور تمنے معبود کی طرف سے منہ موڑا اور عبادت اسی کے واسطے خاص ہو وہ دوسرے مین ثابت کی اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کہ خالق عزوجل نے پیدا کیا رزق دیا مال و اولاد دی صحت و تندرستی ہزارہا بیشمار نعمتین دین اس سے منہ موڑ کر غیر کی عبادت کرنے لگے شرک کرنے لگے پس تم فقط اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اگر نہ مانوگے تو مین ایک بندہ ہون اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمکو راہ بتا دیتا ہون لیکن اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ مجھے تمپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو اگر تم غیر کی عبادت کروگے یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہو اور اسمین بیان ہو توحید اختیار کرنے کے سبب کا یعنے توحید کرو کیونکہ نہ اختیار کروگے تو عذاب سخت پاؤگے بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ مجھے تمہارے اوپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو تم مجھے ایمان لاتے نہین نظر آتے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یوم عظیم سے مراد طوفان کا روز ہو اور لفظ اخاف یعنی شک کے ساتھ اسوجہ سے بیان کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آیا دنیا ہی مین ان لوگون سے مواخذہ ہوگا یا قیامت تک کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے کذا فی السراج وغیرہ اور حافظ ابن کثیر نے قول اول اختیار کیا اور مفسر نے بھی اسی پر اکتفا کیا اور ظاہر یہ ہو کہ اخاف بطور ادب کے ہو اگرچہ کافر کے حق مین قطعی وعدہ عذاب کا ہو اگر کفر و شرک پر مرے لیکن بنظر عظمت و جلال الٰہی کے حکم قطعی نہ لگایا یون نہ کہا کہ تمپر یون عذاب ہوگا بلکہ ادب سے اخاف کہا وقد اشار الملتزم الی جوابین آخرین فافہم اسطرح حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت فرمائی پھر قوم کا جواب نقل فرمایا قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ملا بمعنی اشراف ماخوذ از ملا بسکون ثانی بمعنی بھر دینا کیونکہ اشراف بھی مجلس کے لوگون کے دل ہیبت و اجلال سے بھر دیتے ہین اور جمع املاء مثل سبب و اسباب۔ اور ابن کثیر نے کہا کہ ملا یعنے جمہور و سردار و مشیر و اور بڑے بڑے بڈھے المعنی اسکی قوم کے بڑے بڑے بڈھے لوگون نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنی عقل و رائے سے تجھکو کھلے ضلال مین دیکھتے ہین حاصل آنکہ ہم دیکھتے ہین کہ تو دیوانہ ہوگیا یا بہک گیا ہو کہ ہمکو اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کو بلاتا ہو۔ گمراہون کا یہی حال ہو کہ وہ شیطانی نفسانی سرکشی مین راہ حق کی طرف ہدایت کرنیوالون کو اُلٹے خود بھٹکا ہوا سمجھتے ہین استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ نوح نے کہا کہ اے قوم مجھے کوئی ضلالت نہین لگی ولیکن مین رب العالمین کی طرف سے رسول ہون قوم نے اپنر ضلال کا بہتان لگایا تھا اور انھون نے ضلالت کو دور بتلایا تو مفسر نے کہا کہ ضلالت بہ نسبت ضلال کے اعم ہو پس ضلال کے دور کرنے سے ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہو یعنے ضلالت تو ہر وجہ سے گمراہی ہو اور ضلال بعض وجہ سے بھٹکنے کو اور غی کو بھی شامل ہو پس ضلالت اعم ہو کیونکہ ہر چیز جسکو ضلال کہین اسکو ضلالت کہینگے اور اسکا الٹا نہین ہو کیونکہ غی کو یا بعض وجہ سے بھٹک کو ضلال نہین کہتے مگر ضلالت کہتے ہین پس ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہوا اسلیے کہ وہ اعم ہو اور عام کی نفی کرنے سے خود خاص کی نفی ہو جاتی ہو برخلاف خاص کی نفی کے کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہین چنانچہ اگر مان لیا جاوے کہ اس جنگل مین کوئی جاندار موجود نہین تو خود ظاہر ہو کہ انسان بھی نہوگا اور اگر خاص جاندار کی نفی کی مثلاً شیر نہین ہو تو اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بھی ہو پس ظاہر ہوا کہ ضلال کے بہ نسبت ضلالت کی نفی یہاں زیادہ بلیغ ہے اور تعجب ہے کہ صاحب کشاف نے لکھا کہ ضلال نہیں کہا
بلکہ ضلالت کہا اسواسطے کہ ضلالت اخص ہے پس ضلال کی نفی سے ضلالت کی نفی زیادہ بلیغ ہوگی اور خطیب نے سراج المنیر میں اسی کی پیروی کی حالانکہ
یہ سہو ہے اسواسطے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں ہے اور کشاف کے محشین نے اس مقام پر طول کلام سے کچھ بھی فائدہ نہ نکالا اور خطیب رح
باوجود کثرت اتباع بیضاوی رح کے یہاں کشاف کی پیروی میں دھوکا کھا گئے حالانکہ بیضاوی رح نے یہاں افادہ فرمایا کہ قولہ یا قوم لیس بی ضلالۃ
ای شی من الضلال یعنے کچھ بھی ضلالت نہیں ہے پس جیسے ان لوگوں نے ضلال کے ثابت کرنے میں مبین کہکر مبالغہ کیا تھا یعنے ضلال نہیں
کہا بلکہ ضلال مبین کہا تھا اسی طرح انکے جواب میں نفی ضلال میں مبالغہ کیا یعنے کچھ بھی ضلالت نہیں ہے اور یہ قلت مستفاد ہے مقابلہ سے کیونکہ
ضلال کے مقابلہ میں ضلالت کی نفی درصورتیکہ قصد مبالغہ در کمال ہدایت خود دلیل ہے کہ ادنی واقل کی بھی نفی ہے گویا یوں کہا کہ میرے ساتھ
اقل قلیل بھی ضلال نہیں ہے لیکن اسمیں قوم والوں پر بیوقوفی و گمراہی کی تعریض ہے کہ باوجود ذرا بھی نہونے کے اپنی بیوقوفی سے ضلال سمجھے بلکہ
ضلال مبین سمجھے پس حماقت نہیں بلکہ احمق ہیں اور اشارہ ہے کہ یہ لوگ مکابرہ و عناد میں پڑے ہیں کیونکہ جو اس مرتبہ ہدایت پر ہے کہ اسمیں ضلالت کا
نام نہیں اسکو ضلال مبین سے موصوف کیا۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ ولکنی بحرف لکن واسطے استدراک کے ہے پس یہاں جانب مقابل کا وہم
دور کرنا چاہیئے تھا نہ آنکہ لکنی رسول فرمایا تو جواب یہ ہے کہ لکن اس مقام پر بہت بلیغ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استدراک باعتبار لازم کے ہے اور
لازم اسکا کمال ہدایت ہے یعنے دو امر متقابل میں جب ایک کی نفی ہو تو دوسرے کی جانب وہم متردد ہوتا ہے پس اسکو اثبات کیا جاتا ہے اگرچہ غیر متعلق
امور کی طرف وہم ہو اسیواسطے لیس زید بقائم ولکنہ قاعد۔ کہنا فصیح ہے یعنے زید کھڑا نہیں لیکن بیٹھا ہے اور یہ کہنا کہ لیس زید بقائم ولکنہ شارب۔
فصیح نہیں یعنے زید کھڑا نہیں لیکن پانی پیتا ہے۔ پس جب نفی ضلالت سے بالکل ضلال کی نفی کی تو ہدایت کی طرف سے استدراک کیا اور ظاہر یوں
تھا کہ ولکنی علی ہدی ہو لیکن بجاے اسکے ولکنی رسول من رب العالمین کہا تو رسول موصوف کو ہدایت میں کامل بلکہ اکمل و مکمل ہونا واجب ہے
کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہوتا اور دوسرونکو ہدایت پر لاتا ہے پس گویا یوں کہا کہ ولکنی علی غایۃ الہدی لانی رسول من رب العالمین یعنی میں انتہاے
درجہ ہدایت پر ہوں کیونکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں اور تعریض ہے ان لوگوں کی حماقت پر کہ شاید ہدایت پر نہ سمجھیں حالانکہ کوئی شخص
دو حال سے خالی نہیں ہوتا ہدایت پر یا ضلالت پر پس ضلالت تو بالکل نفی ہے پھر سخت حماقت ہے کہ عدم ہدایت کا وہم بھی ہو پس اسکو استدراک
کرنے میں تعریض ہے اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ ابو عمرو رح کی قرارت میں ابلغ از ابلاغ ہے بتخفیف لام اور باقیوں کی قراءۃ میں تبلیغ سے بتشدید لام ہے
معنی آنکہ پہونچاتا ہوں تمکو رسالتیں اپنے پروردگار کی بیضاوی نے کہا کہ یہ جملہ صفت رسول واقع ہے یا جملہ مستانفہ ہے اور اسوجہ بیان سے بھی رسول
ہونا مقرر فرمایا اور رسالات کو جمع اسوجہ سے کہا کہ متعدد اوقات میں اسکا نزول ہوتا رہا یا اسوجہ سے کہ اقسام و انواع کی رسالتیں تھیں مانند
اعتقادات و مواعظ و احکام وغیرہ کے وَاَنْصَحُ لَكُمْ اور نصیحت کرتا ہوں تمہارے نفع کے لیے جملہ صفت رسول یا مستانفہ ہے اور انصح
کے معنی یہ کہ ارادہ کرتا ہوں بھلائی کا۔ اور لکم میں لام زائد کردیا یعنے انصحکم نہیں فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ نصیحت محض انھیں کے حق میں نافع تھی
اسمیں ناصح کی کوئی غرض اپنے متعلق نہتھی اور نصح کے معنی یہ کہ دوسرے شخص کیواسطے اسیطرح بھلائی کا قصد کرے جیسے اپنے واسطے چاہتا ہے
اور تعدیہ اسکا بواسطہ و بلاواسطہ دونوں طرح ہے یقال نصحتہ ونصحت لہ اور بعض نے کہا کہ نصح کی حقیقت یہ ہے کہ مصلحت کی راہ پہونچا دے
اسطرح کہ ہر مکر و بات سے اپنی نیت خالص ہو اور بعض مفسرین نے کہا کہ مطلق نصیحت میں اور رسول کی نصیحت میں فرق ہے پس رسول
کی نصیحت یہ ہے کہ امت کو اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی اور تمام تکالیف شرعیہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں پہونچا دے اور

عام نصیحت یہ ہو کہ اپنے بھائیون کو ان اوامر و نواہی و شرائع کے قبول کرنے مین رغبت دلاوے اور نافرمانی کرنے سے ڈراوے
کہ او تعالیٰ کا اسمین عذاب ہو۔ یہان سے واضح ہوا کہ حدیث صحیح مین جو النصح لکل مسلم آیا یعنی ہر مسلمان کیواسطے نصح لازم ہو تو وہ دوسرے معنی پر ہو
اور معنی نصح کے وہی ہو جو اول مذکور ہوے چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ مین اسی کی تفسیر ہو کہ کوئی مسلمان نہین ہوتا جب تک ایسا نکرے کہ جو اپنی
ذات کیواسطے پسند کرتا ہو ویسا ہی اپنے بھائی کیواسطے پسند کرے۔ اور مراد ان چیزون سے بھلی چیزین ہین جنکو شرع مین بھلا کہا گیا ہو
اور یہ نصح نہین ہو کہ رشوت سے مال جمع کرنا خود چاہتا ہو تو دوسرے کے واسطے بھی پسند کرے کیونکہ یہ نصح نہین بلکہ اغوا اور شیطانیت ہو
فافہم۔ بالجملہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ حسن اخلاق سے جواب دیا کہ مین ضلالت مین بالکل نہین بلکہ
کمال ہدایت پر ہون اور تمکو اللہ تعالیٰ کے رسالات پہونچاتا ہون اور محض تمھاری بہتری کے لیے تمکو نصیحت کرتا ہون وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور مین جانتا ہون اللہ تعالیٰ کیطرف سے جو تم نہین جانتے ہو یعنے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کے ذریعہ سے جو چیزین
مجھکو معلوم ہوتی ہین وہ تمکو نہین معلوم ہوتی ہین پس تقدیر قولہ من اللہ ای من جہۃ اللہ بالوحی ہو اور بعض نے کہا کہ تقدیر یہ ہو کہ من صفات اللہ
تعالیٰ و شدۃ بطشہ و عدم رد باسہ عن المجرمین یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسکی سخت گرفت اور مجرمین سے اسکا عذاب نازل ہو کر نہ پھرنا
وغیرہ مین جانتا ہون تم نہین جانتے ہو پس دل مین جو کہا تھا کہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم اسی کی اسمین تقریر ہو۔ فافہم ف فی المعرائس قولہ
وانصح لکم واعلم من اللہ ما لا تعلمون مین تمکو خلوص نیت سے تمھارے پروردگار کی معرفت حاصل کرنیکا طریقہ سکھلاتا ہون اور اپنی نصیحت سے تمکو
تمھارے پروردگار کے مشاہدہ و لطف و رحمت خاصہ حاصل ہونے کی راہ بتلاتا ہون اور جو کچھ مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہون وہ
تم نہین جانتے ہو مجھکو اسکے احسان و مہربانی و لطف و کشف صفات و جمال ذات و حلاوت مشاہدہ و لذیذ خطاب وغیرہ کا جو علم حاصل ہو وہ
تمکو حاصل نہین ہو جو اسکی درگاہ مین پہونچ گیا وہ ایسی بادشاہت کو پا گیا کہ کبھی اس مین خرابی نہوگی اور ایسی سعادت کو پا گیا کہ کبھی فنا نہو۔
اور جو اس سے محروم رہا وہ ایسی سختی و بلا و گمراہی مین پڑا کہ کبھی اسکی خواری دور نہوگی اور بعض نے کہا کہ قولہ انصح لکم یعنی تمکو راہ ہدایت بتلاتا ہون
واعلم من اللہ ما لا تعلمون مین اشارہ ہو کہ مجھے اسکی وسعت رحمت معلوم ہو کہ جو کوئی توبہ کرکے اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوا او تعالیٰ
اسکی توبہ قبول فرماتا ہو پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جاہل جو رسم کے پابند تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کو خلاف
رسم و عادت سمجھتے اور نہایت تعجب کرتے حالانکہ دل کی آنکھون سے اندھے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے نور نبوت کو کیا پہچانتے
پس حضرت نوح علیہ السلام نے انکا تعجب دور کرنے کو فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ہمزہ استفہام
انکاری ہو اور واو عاطفہ ہو پس معطوف علیہ محذوف ہو کما قال المفسر ای اکذبتم وعجبتم یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا۔ اور ذکر بمعنی موعظت
و نصیحت اور ان جاءکم بوجہ ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر مفعول محذوف ہو یعنی کذبتم کا معمول ہو کیونکہ عجبتم کا تعدیہ بحرف من ہوگا۔ ای
من ان جاءکم اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض نے جو لفظ انکرتم مقدر کیا وہ خوب نہین کیونکہ وہ بھی حرف علی چاہتا ہو یقال انکر علیہ۔ انکرتم علی
ان جاءکم۔ یا عجبتم من ان جاءکم۔ کی ضرورت ہوگی بخلاف قول مفسرؒ کے کہ مقدر خود متعدی ہو مگر یہ ضرور ہو کہ بحکم المقدر کالملفوظ کورا اسکو عمل دلا جاوے
ورنہ تقدیر مین بہرحال ضرورت ہوگی اور قولہ علی رجل منکم ای علی لسان رجل کان منکم۔ اور پر زبان ایک شخص کے جو تم مین سے ہو یعنے خود حضرت نوح
علیہ السلام اور یہ بنا بر اینکہ حضرت نوح علیہ السلام پر صرف وحی اتری کوئی کتاب مجموع نہین اتری ہاںنہ توریت کے اور علی بذا قولہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح الآیۃ
مین آنحضرت صلعم پر وحی کی تشبیہ وحی نوح علیہ السلام سے دونون باتون مین موافق ہو ایک نفس ایحا مین یعنے وحی کرنا حضرت صلعم کیطرف

کوئی نئی بات کہ نوحؑ سے پہونچتا آیا ہو اور دوم محض وحی مین یہ دن لوح مکتوب کے کیونکہ قرآن مجید مجموع مکتوب نہین ترا ہو اگرچہ مقصود وہان صرف بیحاین تشبیہ اور دیگر بات مین موافقت واقع ہوگئی ہو فافہم۔ پھر ظاہر یہ ہو کہ محل تعجب یہی جملہ ہو یعنی علی رجل منکم یعنی اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ ایک آدمی پر وحی الٰہی نازل ہو جیسے مشرکین مکہ کو تعجب تھا اور کہتے تھے کہ فرشتہ کیون نہین آتا اور شاید قوم نوحؑ کو دونون باتون مین تعجب ہو یعنی پروردگار کی طرف ذکر و موعظت نازل ہونے مین اور ایک آدمی پر نازل ہونے مین اگرچہ امر دوم سے تعجب ہو کر انکار اول کی طرف متعدی ہوگا المعنی کیا تم نے جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات کو کہ آئی تمھارے پاس نصیحت تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھین مین سے ایک آدمی کی زبان پر لِيُنْذِرَكُمْ تاکہ وہ تمکو ڈراوے یعنی عذاب کا ڈر سناوے اگر ایمان و توحید پر قائم نہو وَلِتَتَّقُوا اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرو وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور شاید تم رحم کیے جاؤ یہ لام تعلیلیہ ہین یعنی ذکر و موعظت مذکور کا آنا اس فائدہ کے واسطے کہ تمکو ڈراوے اور تم تقوی کرو اور شاید رحم کیے جاؤ اور یہ ترتیب ہر علت کی نہایت حسن و خوبی پر ہو کیونکہ بندون نے جب ازل کا عہد بھلا دیا اور اُسکے خلاف برتاؤ کیا تو بمقتضاے رحمت شاملہ و کاملہ کے رسول آئے اور مقصود رسالت سے انذار ہو یعنی مخالفت کرنے سے ڈرانا اور انذار سے مقصود یہ کہ تقوی کرین اور تقوی سے مقصود یہ کہ رحمت پاوین کذا فی السراج اور بیضاوی نے لکھا کہ لعلکم ترحمون مین حرف لعل جو امید کیواسطے ہو داخل کرنے مین تنبیہ ہو اس بات پر کہ تقوی پر خواہ مخواہ ترحم واجب نہین ہو جاتا ہو بلکہ ترحم فضل الٰہی پر موقوف ہو اور تنبیہ ہو کہ متقی کو چاہیے کہ اپنے تقوی پر گھمنڈ نہ کرے اور عذاب الٰہی عزوجل سے بخوف نہ ہو جاوے اور معتزلہ وغیرہ نے جو ایسی باتون مین زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہو تو یہ انکی جہالت ہو حق یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر کوئی امر واجب نہین اور یہ لفظ زبان سے نکالتے ہوئے دین کفر سے ہوتے ہین مگر یہ لوگ بے ادب ہین اللھم اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم اس حسن و خوبی سے نوح علیہ السلام نے رسالت الٰہی کو پہونچایا مگر سوائے چند گنتی کے آدمیون کے باقی سب ایمان نہ لائے آخر عذاب مین گرفتار ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الذین کا عطف انجیناہ کی ضمیر مفعول پر ہو ای انجیناہ ایاہ والذین آمنوا معہ۔ اور فا ر انجام کار کے واسطے ہو کیونکہ نوح علیہ السلام کئی سو برس تک برابر ان لوگونکو ایمان و توحید کیطرف بلاتے رہے اور وہ لوگ جھٹلاتے اور سخت ایذائین دیتے تھے آخر غضب الٰہی ظاہر ہوا اور نوح علیہ السلام نے بد دعا کی کہ زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے اور کشتی بنانے کا حکم ہوا انھون نے طول طویل کشتی بنائی مروی ہو کہ دو سال مین بنائی تھی خود بڑھئی کا کام جانتے تھے یہان سے ظاہر ہوا کہ فکذبوہ کے معنی فاستمروا علی التکذیب یعنی برابر جھٹلانے پر اڑے رہے المعنی پھر برابر نوحؑ کی قوم والے جھٹلاتے رہے پس ہمنے نوح کو اور اسکے ساتھ والے مومنون کو کشتی مین نجات دی یعنی پانی کا طوفان جو غضب الٰہی تھا اسمین ڈوبنے سے نجات دی اور قصہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا بیضاوی مین ہو کہ انکے ساتھ ایمان لانیوالے بعض نے کہا کہ چالیس مرد چالیس عورتین تھین اور بعض نے کہا کہ صرف نو آدمی انکے تینون بیٹے سام و حام و یافث اور چھ آدمی اور تھے وفی التفسیر الحافظ بنصوص مقدر ہو کہ وما آمن معہ الا قلیل یعنے نوحؑ کے ساتھ ایمان نہ لائے مگر تھوڑے آدمی۔ امام مالکؒ نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کی کہ قوم نوحؑ اس کثرت سے تھی کہ زمین و پہاڑ انکی سمائی سے تنگ تھے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ جنہین عذاب دیا اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو مگر اس حال مین کہ روئے زمین انسے بھری ہوئی تھی اور کوئی قطعہ زمین نہ تھا مگر انکہ ان لوگون مین سے کوئی نہ کوئی اسکا مالک و قابض ہو رہا تھا اور ابن وہبؒ نے کہا کہ مجھکو حضرت ابن عباسؓ سے روایت پہونچی کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی مین اسّی آدمی بچے تھے ایک انمین سے جرہم تھا اور اسکی زبان عربی تھی رواہ ابن ابی حاتم

ورویٰ من وجہ آخر عن ابن عباس متصلا قلت شاید چالیس مرد چالیس عورت کا قول کسی شخص نے اسی روایت سے یہ سمجھکر کہ کشتی نوح میں ہر شئے کے جوڑے سے جوڑے تھے نکالا ہے حالانکہ یہ وہم ہے اسواسطے کہ جو ایمان لایا وہ غرق نہیں ہوا خواہ جوڑا ہو یا فرد ہو ہاں جانوروں میں البتہ جوڑا رکھا گیا تھا فافہم مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دسوین رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور طوفان شروع ہوا آخر دسوین محرم کو کشتی سے اُترے تھے اور طوفان سے تمام کافر ہلاک ہوگئے کما قال تعالیٰ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ یعنی اور طوفان میں غرق کردیا ہمنے اُن لوگونکو جنھوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیات کو بیشک یہ لوگ اندھی قوم تھی یعنی امر حق انکو نہیں سوجھتا تھا **قال البیضاوی** دل کے اندھے تھے انکو بصیرت نہ تھی اگرچہ بصارت ظاہری موجود تھی عمین دراصل عمیین تھا تخفیف کر کے عمین رہا اور بعض نے عامین پڑھا ہے ولیکن عمین میں زیادہ بلاغت ہے کیونکہ وہ ثبات پر دلالت کرتا ہے کما لایخفی ہے کہ عمی کی دلالت عمی ثابت پر ہے اور عامی کی دلالت عمی حادث پر ہے **وقال البعض** اسلیے کہ عمین صیغہ صفت مشبہ ہے جو ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے **قال ابن عباس** رضی یعنی عمین کافر تھے **قال البعض** عمی تو بصیرت کے اندھے کو بولتے ہیں اور اعمی آنکھوں کے اندھے کو کہتے ہیں اعوذ باللہ منہا **قال الحافظ** اس قصہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب بندوں کے واسطے کافروں سے انتقام لینے کو بیان فرمایا اور یہ کافر لوگ ان بندون کو ایذا و آزار پہونچاتے اور انسے مسخرہ پن کیا کرتے تھے آخر ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سنت سنیہ دنیا و آخرت میں یون ہی جاری ہے کہ انجام کار اہل تقویٰ کو فتح وظفر ہے وقد قال تعالیٰ والعاقبۃ للمتقین سراج وغیرہ میں ہے کہ قصص قرآن میں علاوہ علوم و معارف کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مومنین کے واسطے تسلی ہے کہ آنحضرت صلعم کی قوم ہی فقط قبول حق سے اعراض کرنے والی نہ تھی بلکہ گذری امتوں میں سے بھی اکثر امتین نہ ماننے والی گذری ہیں اور عموماً اسمین ایک تنبیہ ہے کہ جھٹلانے اور نہ ماننے والوں کا انجام کار خواری و ہلاک ہے پس آنحضرت صلعم کے نہ ماننے والے بھی انجام کار خواہ دنیا میں بھی یا قطعاً آخرت میں خوار و برباد ہونگے اور واضح ہو کہ اسمین آنحضرت صلعم کی صحت نبوت کی کھلی دلیل ہے کیونکہ آنحضرت صلعم اُمی تھے کچھ لکھے پڑھے نہ تھے اور ہرگز اپنے وقت میں کسی تاریخ جاننے والے سے نہیں ملے خصوص جبکہ عرب میں اسکا رواج ہی نہ تھا باوجود اسکے گذری امتوں کے نہایت صحیح قصص و اخبار کو بیان فرمایا اور تاریخ جاننے والون کو جب معلوم ہوا تو کسی نے انمین سے انکار نہیں کیا پس صریح ثابت ہوا کہ یہ وحی الٰہی تھا اور یہی نبوت پاکیزہ و فضل الٰہی ہے **قال المترجم** اور اس زمانہ میں جو بعضے ملحد انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وجہ اس طوفان کی تنور سے پانی کا جوش نہ تھا بلکہ چنین و چنان تھا تو اسکو باوجود الحاد کے بسبب بالاتفاق ثبوت طوفان نوح علیہ السلام کے انکار طوفان کی مجال نہوئی پس اسقدر تو وہ خود مقر ہے کہ طوفان مذکور واقع ہوا تھا بعد اسکے تاریخ کی کیفیت معلوم ہے کہ رائے کو اسمین بہت کچھ دخل ہوتا ہے لہذا پوشیدہ سبب پر اسکی رائے کا دعویٰ محض غلط ہے کیونکہ جب واقعہ ثابت ہے تو صرف ایک امر خفی پر اسکا انکار کرنا بدون دلیل کے صرف اسکے وہم کے نزدیک مستبعد ہے محض بیجا وہم ہے پس جو شخص کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو قادر مختار مانتا ہے اسکے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہیں اور عجب ہے کہ یہ منکر بدون کسی دلیل کے انکار کرتا ہے لہذا کوئی عقلمند اسکو تسلیم نہ کریگا خصوص جبکہ واقعہ طوفان کا اقرار ہے فافہم **ف فی العرائس** قولہ انہم کانوا قوما عمین یعنے مشاہدہ الٰہی اور ذوق محبت سے دور تھے اپنے بصائر کی آنکھوں سے اندھے تھے انکو انوار صفات و ذات نظر نہیں آتے تھے حالانکہ ہر ذرہ ذرہ سے ظاہر ہیں ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ عمین یعنے راہ حق سے گمراہ تھے بعض نے کہا کہ دنیا اور جہان میں نظر عبرت سے اندھے تھے انکی نظر سے صرف انکی خواہش نفسانی و شہوات نظر آتی تھین

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

اور عاد کیطرف بھیجا اُنکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اُسکے سوا کیا تمکو ڈر نہیں بولے سردار جو منکر تھے

مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ سَفَاھَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اُسکی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھکو عقل نہیں اور ہماری اٹکل میں تو جھوٹھا ہے بولا اے قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہون

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

جہان کے صاحب کا پہونچاتا تمکو پیغام اپنے رب کے اور مین تمھارا خیرخواہ ہون معتبر کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمھارے رب کی ایکمرد کے ہاتھ تمھارے بیچ

لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

مین سے کہ تمکو ڈرسنائے اور یاد کرو کہ تمکو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تمکو بدن مین پھیلاو سو یاد کرو احسان اللہ کا شاید تمھارا بھلا ہو

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ

بولے کیا تو اسواسطے آیا ہم پاس کہ بندگی کرین نیرے اللہ کی اور چھوڑ دین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے کہا

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

تمپر پڑچکی ہے تمھارے رب کی طرف سے بلا اور غصہ کیون جھگڑتے ہو مجھ سے کئی نامون پر کہ رکھ لیے ہین تمنے اور تمھارے باپ دادانے نہین اُتاری اللہ نے انکی کچھ سند

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

سو راہ دیکھو مین بھی تمھارے ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہمنے بچا دیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے اپنی مہر سے اور پیچھاڑی کاٹی انکی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین

وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ع

اور نہ تھے ماننے والے

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا یعنے جیسے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کی طرف بھیجا ویسے ہی ہود کو قوم عاد کی طرف بھیجا چونکہ قوم نوح کسی نام سے معروف نتھی قوم فرمایا اور قوم ہود بنام عاد معروف تھی مانند مدین و ثمود وغیرہ کے انکے نام سے بیان فرمایا اور قوم عاد کے نام سے دو قوم ہین عاد اول اور عاد دوم جو بقیہ نسل اول ہے اور دونون کے درمیان سو برس کا فرق ہے جیسے عاد اول اور قوم نوح کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق بیان ہوا ہے اور مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ اولاد سام بن نوح سے ہین پس بعض نے لکھا کہ وہ عاد بن عوص بن ارم بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام سے ہے اور سراج وغیرہ مین لکھا کہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے و فی تفسیر الحافظ محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ اولاد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح ہین **قال** اور یہی عاد اول ہین جو جنگلون مین عماد بناتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد اور اخاهم بمعنی انکے بھائی کو یعنے نسب کے بھائی کو نہ دینی بھائی کو یعنی قبیلہ عاد مین سے ایک شخص انکے برادری کا جسکا نام ہود تھا یا اخاهم بمعنے صاحبهم ہے کیونکہ عرب ایسے صاحب القوم کو اخ بولتے ہین اور اول اظہر ہے اور مفسر جلال نے تحبیر مین کہا کہ ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن عوص مذکور ہین اور چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے **قال الحافظ** وغیرہ اور قوم عاد کی بستی احقاف مین تھی جو عمان و حضرموت کے پاس ہے ربیع بن خثیم نے کہا کہ عاد والے یمن سے شام تک چیونٹیون کی طرح کثرت سے پھیلے ہوئے تھے محمد بن اسحاق نے کہا کہ اگرچہ عمان و حضرموت کے درمیان انکی اصلی بستی تھی لیکن اکثر روئے زمین پر پھیل گئے اور شدت قوت و توانائی سے سب کو زیر کر لیا اور ظلم و تعدی کرتے تھے اور عامر بن واثلہ سے روایت کی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا کہ آپ حضرموت کے ایک شخص سے کہتے تھے کہ تو نے وہ سُرخ ٹیلہ دیکھا جو اراک کے مقابلہ مین جسمین سرخی مائل ٹیلے نکلے ہین اور فلان فلان جانب بیریون کے بہت سے درخت ہین اور وہ حضرموت کی زمین ہے اسنے کہا کہ جی ہان اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ تو ایسا اسکو ٹھیک ٹھیک پتہ سے بیان فرماتے ہین جیسے کسی نے آنکھون دیکھا ہو فرمایا کہ مین نے دیکھا نہین ہو لیکن اسکا قصہ مجھسے بیان فرمایا گیا ہے حضرمی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اسکی بابت کیا قصہ ہے آپنے فرمایا کہ اسمین ہود علیہ السلام کی قبر ہے

روَاہ ابن جریر **قال الحافظ** اس روایت مین یہ فائدہ ہی کہ ان لوگون کی لمبی معلوم ہوئی کہ یمن ہی اور ہود علیہ السلام وہین دفن ہوئے ہین اور
وہ اسی قوم مین سے از راہ نسب کے اشرف افضل تھے جیسے انبیاءؑ ہوا کرتے ہین لیکن قوم والے جیسے سخت و شدید الخلقت تھے ویسے ہی دل بھی انکے
سخت تھے چنانچہ انکی دعوت و جواب سے ظاہر ہی قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہا ہودؑ نے اے قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اسکی توحید کرو
شرک مت کرو مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اسکے سوائے تمھارا کوئی الٰہ نہین ہی اگر کہا جاوے کہ قال کہا فقال نکہا مانند قصہ نوحؑ کے جواب آنکہ
بتقدیر سوال ہی یعنے فما فعل ہود جواب دیا کہ قال یا قوم بعض نے کہا کہ نوحؑ برابر متواصل دعوت کرتے جیسا کہ دوسرے مقام پر منصوص ہی پس
فار تعقیب مناسب تھی اور ہودؑ مختلف اوقات مین ایسا کرتے پس بدون فار فرمایا ہی اَفَلَا تَتَّقُوْنَ استفہام انکاری استبعادی ہی یعنی مستبعد ہی کہ تقویٰ نہین کر
قال المفسر رح یعنے خوف نہین کرتے کہ تقویٰ والے ہوجاؤ واضح ہو کہ سورہ ہودؑ مین افلا تعقلون مذکور ہی اور یہان افلا تتقون ہی پس اولیٰ یون ہی کہ تقدیر کلام
مین کہا جاوے افلا تتقون ای افلا تعقلون فتتقون یعنی بطریق انکار و استبعاد فرمایا کہ تم نہین سمجھتے تاکہ متقی ہوجاؤ - اور نیز دعوت متعدد اوقات مین
تھی پس شاید دونون طرح سے مخاطب کیا ہو اور نیز حاصل کلام ایک ہی ہی پس بعض نے بیان پر اکتفا کیا جیسے وہان قولہ ان انتم الا مفترون بھی
مذکور ہی اور یہین کے بیان پر اکتفا ہوا یہان اسکو ذکر نہین فرمایا اور اسی پر باقی اجزار قصہ کو قیاس کرنا چاہئیے بلکہ دیگر قصص مین بھی اسی قیاس کو
سمجھنا چاہئیے خصوص محاورات زبان پر متعدد جاری ہوتے ہین جنکا حاصل واحد ہوتا ہی کذا ذکرہ ابو السعود وغیرہ اور پوشیدہ نہین کہ ہر مقام کے ساتھ مناسبات
ہین اور قدر مناسب پر اکتفا رہا ہی اسی واسطے ہر قصہ مکرر نہین بلکہ نوادر جدیدہ نادرہ ہر مقام پر موجود ہین اور انکے بیان کے واسطے بہت طول عبارت
درکار ہی مگر مشتے نمونہ از خروارے یہان صرف ضرورت اس امر کی ہی کہ اگلی امتون نے بھی نصح و موعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور موجودہ
زمانہ کے کفار عرب کا انکار و استبعاد اگلون سے بہت مشابہ ہی اور اسمین جو لطائف معانی ہین انکو بخوف طول عبارت نہین لکھ سکتا کیونکہ ہر بات کے واسطے
بسط تقریر کی ضرورت ہو تب عام فہم ہوگی لہذا علماءؒ نے علوم قرآنی مین الگ الگ تصنیفات کردین اور تفسیر مین قدر ضرورت پر اکتفا کیا ہو بالجملہ ہودؑ نے
قوم عاد کو موافق بیان مذکورہ بالا کے نصیحت کی پھر جواب سخت یہ پایا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ کہا ان لوگون نے اسکی قوم سے جو
کافر ہوئے تھے نہ ان سردارون نے جو مسلمان ہوگئے کیونکہ مانند مرثد بن سعد وغیرہ کے بعضے سردار مسلمان بھی ہوگئے بخلاف قوم نوحؑ کے کہ سردارون
مین سے کوئی مسلمان نہوا حاصل آنکہ ہودؑ کی قوم مین سے کافر شریفون نے یہ جواب دیا کہ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ای متمکنا فی سفاهة وخفة عقل -
ہم لوگ تجھکو دیکھتے ہین کہ تجھمین سفاہت یعنی جہالت و کم عقلی جم گئی ہی کیونکہ تو ہمکو بتون کی عبادت چھوڑنے کو اور اکیلے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت
کرنے کو کہتا ہی جیسے کفار قریش نے بھی تعجب کیا اور کہا اجعل الآلهة الٰها واحدا ان هذا لشيء عجاب - بھلا اسنے سب آلہہ کو ایک الٰہ بنایا بیشک یہ تو
عجیب بات ہی وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور ہم تو ضرور تجھکو جھوٹون مین سے گمان کرتے ہین یعنے رسول ہونے کے دعوی مین تجھکو جھوٹا
گمان کرتے ہین - ایسے ہی کافر و مشرک لوگ و بداعتقاد و ملحد لوگ اپنے اٹکل و گمان سے باتین بنایا کرتے ہین قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ کہا کہ
اے قوم کچھ بھی سفاہت مجھمین نہین ہی بلکہ مین تو کمال ہدایت پر ہون کیونکہ رسول ہون لہذا ملزوم ذکر کیا وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
ولیکن مین رب العلمین کی طرف سے رسول ہون جسکا کمال ہدایت پر ہونا واجب ہی اسکی ہدایت ہونا اور رسول ہونا دونون ثابت کردیا اور تقریر الیہ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ
مین تمکو اپنے پروردگار کی رسالتین پہونچاتا ہون وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ اور مین خالص محض تمھارے نفع کے لیئے تمھارا ناصح امین ہون
اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت مین مجھکو امین قرار دیا ہی وہ عالم الغیب ہی پس مین جھوٹا نہین ہوسکتا اسمین دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام کی شان مین
دروغ کی صفت ہونا محال ہی بلکہ ابلاغ کامل اور نصح خالص و امانت صادقہ ان صفات سے رسول موصوف ہوتے ہین پس بعضے

زعم کیا کہ حضرت صلعم نے بعض باتین خاص کر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کو مخفی بتلائی تھین از قسم دین و کمال شریعت جنسے انسان کو تقرب مزید حاصل ہوتا ہے
تو یہ لوگ مفتری و جھوٹے ہین وفی السراج اسمین حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی ذات کے واسطے ناصح و امین کی صفتین خود بیان فرمائین تو اسمین دلیل ہے کہ
جہان ضرورت پیش آوے وہان آدمی کو روا ہے کہ اپنی ذات کی سچی صفات کو ظاہر کرے قلت چنانچہ حضرت یوسف ؑ نے بھی خزائن کی وکالت لیتے
مین بادشاہ مصر سے کہا تھا کہ مین قوی امین ہون چنانچہ سورۂ یوسف مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ وفی البیضاوی باوجودیکہ حضرت ہود جانتے تھے
کہ قوم والے خود انتہا درجہ کے سفیہ و گمراہ ہین مگر اس حلم و بردباری سے جواب دیا بدون جواب ترکی بہ ترکی اسمین حسن ادب و خلق عظیم ہے اور
اہل النصح نیکوکار بندون کو اسی طریقہ کی تعلیم ہے وفی السراج حضرت نوح ؑ نے انصح لکم بجملہ فعلیہ کہا اور حضرت ہود ؑ نے ناصح بجملہ اسمیہ کہا کیونکہ نوح ؑ شب
و روز نصیحت کرتے پس فعل مناسب ہے کیونکہ وہ تجدد پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اپنے موقع مین ثابت ہو چکا۔ وفی البیضاوی جملہ اسمیہ بصیغہ صفت مین اشارت ہے کہ
قوم والے حضرت ہود ؑ کو ابتدا سے ناصح و امین جانتے تھے جیسے قریش والے آنحضرت صلعم کو سچا بہت صدوق و امین و ناصح جانتے تھے پھر مزید
تاکید کی اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات سے کہ آیا تمہارا ذکر یعنی نصیحت تمہارے پروردگار
کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ تمھین مین سے ایک مرد کی زبان پر تاکہ وہ تمکو عذاب الٰہی سے ڈراوے یعنی تم اس سے انکار و تعجب
مت کرو بلکہ تمکو چاہیے کہ کمال نعمت سمجھکر اسپر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور یاد کرو کہ بعد
قوم نوح ؑ کے تمکو خلیفہ بنادیا یعنے زمین کی خلافت تمکو دیدی کیونکہ مشہور ہے کہ شداد بن عاد اکثر ولایتون کا بادشاہ ہو گیا تھا پہلے انکو عذاب الٰہی سے
خوف دلایا پھر انکو انعامات الٰہی یاد دلائے اور مزید فرمایا وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اور بڑھادیا تمہاری خلقت مین بسط **قال الحافظ**
ای تمہارے ابنار جنس سے تمکو طول پیدا کر دیا **قال المفسر** ؒ یعنی تمہاری قوت طول مین زیادتی کی انمین سے جو لمبا ہوتا وہ سو ہاتھ کا ہوتا اور جو ٹھنگنا ہوتا وہ ساٹھ ہاتھ
ہوتا تھا **قال المترجم** طول و عرض و قوت سب مین بحسب مناسبت زیادتی مراد ہے اور بسطۃ کا اصل فراخی ہے خواہ معانی مین ہو یا اعیان مین ہو لہٰذا
قصۂ طالوت مین فرمایا وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم اور محتمل ہے کہ مخلوق کے درمیان انکو فراخی دنیا مراد ہو اعم ازینکہ از راہ معانی ہو یا اعیان
واللہ اعلم ولیکن مفسرین نے قول اول ہی اختیار کیا ہے مگر آنکہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ بسطۃ بمعنی شدت ہے اور یہ بھی محتمل دونون معنی کو ہے
اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا جاتا ہے کہ عادی آدمی پتھر کے کواڑ اکیلا اٹھا لیتا اگر اسوقت کے پانچ سو آدمی لگین تو اسکو نہ اٹھا سکین اور جو بعض
سیوطی ؒ نے ذکر کیا وہ **سدی ؒ و کلبی** ؒ سے مروی ہے وقال الجلال المحلی ؒ فی سورۃ الفجر سب سے بڑے لمبے کا قد چار سو ہاتھ تک تھا۔ ابو حمزہ الثمالی
نے ستر ہاتھ ذکر کیا اور ابن عباس ؓ سے اسی ہاتھ کو ہے اور مقاتل ؒ نے کہا کہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور قتادہ ؒ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ انکا قد بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا۔
ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کی کہ انکے ہاتھونکی ناپ سے ہے وہب بن منبہ کا قول ہے کہ انکا سر مانند ایک بڑے قبہ کے تھا جو کچھ کلام مجید سے ثابت ہوتا ہے
وہ انکی قوت شدت ہے چنانچہ فرمایا فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ الآیۃ۔ اور فرمایا فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ الآیۃ اور رہین
یہ روایات جو متقدمین سے روایت کیجاتی ہین انکی اسانید پر مترجم کو اطلاع نہین ہے اور مؤلف فتح البیان نے بدون بیان کے استبعاد و تضعیف کی ہے اور مترجم
کی نظر مین واللہ اعلم معلوم ہوتا ہے کہ بر تقدیر صحت ان آثار کے قول مقاتل و قتادہ مین انکے ہاتھون کے ناپ کا بیان ہے جیسا کہ وہب ؒ کی روایت ابن عساکر
مین مصرح ہے اور باقی اقوال مین اسوقت کے ہاتھون سے ناپ مراد ہے پس تقریبا اقوال مین مراد متفق ہو جائیگی اور اس زمانہ سے قریب
پہنچکر نہ کچھ زائد انکا قد دراز ہوگا اگر کہا جاوے کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ درازی حضرت آدم کے قد کی ساٹھ ہاتھ تھی پھر برابر خلقت
کم ہوتی چلی آئی تو جواب اسکا دو وجہ سے ہو سکتا ہے اول آنکہ درازی قد آدم علیہ السلام انکے ہاتھون ساٹھ ہاتھ تھی پس عاد کی خلقت سے

زیادہ ہوگی دوم آنکہ حدیث مین بیان کیفیت کوتاہی کا ہی اور درازی کی تعیین نہین ہے یعنی آدم علیہ السلام کے بعد جب کوتاہی واقع ہوئی تو یہانتک نوبت پہونچی و جانب طول اسیقدر
مقصود ہونا مراد نہین ہے پس یہی ہے کہ جب خلقت مین درازی واقع ہوئی ہو تو اس سے زیادہ یا برابر واقع ہوئی ہو فلیتامل فانہ دقیق و موضع تامل اذ عباراتہم تدل علی طولہم
ازید مما کان لاباءہم من قوم نوح وہم اقرب الی زمن آدم علیہ السلام فافہم بالجملہ توجیہ اقوال مفسرین کی ضرورت سے یہ گفتگو کرنی پڑی ورنہ تفسیر مین اسکی کوئی ضرورت نہین حاصل
معنی یہ ہین کہ ہود علیہ السلام نے قوم کو نعمت الٰہی یاد دلائی کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ قوم نوح نے جب اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور جھٹلایا تو انکی
بددعا سے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا اور تمپر یہ احسان کیا کہ ذریات نوح سے تم کو باقی رکھا اور پیدا کرکے بجائے اُن کے خلیفہ کیا
اور تمھاری خلقت مین فراخی دیدی ہر طرح تمکو کشایش حاصل ہے فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللهِ پس تم نعمتین اللہ تعالیٰ کی جو تمپر ہین یاد کرو یہ تعمیم بعد تخصیص
ہے یعنے خاص خاص نعمتون کو بیان کرکے عموماً نعمتون کے شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا الآء جمع الی بکسر اول وسکون ثانی مانند حمل واحمال یا اُلی
بضم اول وسکون ثانی مانند قفل واقفال یا بکسر اول وفتح دوم مانند ضلع واضلاع لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تفوزون۔ شاید تم فوز پاؤ یعنی پوری بھلائی
کی مراد تمکو ملے۔ وقال البیضاوی یعنی تا کہ نعمتون کا یاد کرنا انکی شکرگزاری کی طرف مودی ہو جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے اگر وہ لوگ مانتے
تو حضرت ہود علیہ السلام نے انکو دینی و دنیاوی فلاح تک پہونچا دیا تھا مگر انھون نے جہالت سے نہ مانا قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ
قوم والے بولے کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا اور چھوڑ دین جسکو ہمارے
باپ دادے پوجتے تھے۔ ان جاہلون نے مستبعد جانا کہ عبادت مخصوص اللہ عزوجل کے واسطے ہو اور باپ دادون کے بتون سے اعراض
کیا جاوے یہ تقلید مین انکا انہماک تھا اور رسم مالوف کی محبت تھی کذا قال البیضاوی ثم قال او جئتنا مین آنے سے یا تو انکی مراد یہ کہ قوم
سے الگ کسی کونے مین بیٹھکر تو یہ خیالات لایا ہے یا طنز واستہزا کے طور پر کہا کہ آسمان سے تو یہی لایا ہے یا بطریق مجاز ہے جیسے عرب اس محاورہ
مین کہ پھر اسکو برا کہنے لگا یون بولتے ہین ذہب یسبّہ حالانکہ جانا واقع نہین ہوتا گویا باتون سے چلا یعنی باتین کرتے کرتے بدگوئی کی طرف چلا گیا
مترجم کہتا ہے کہ اردو زبان کا محاورہ اس سے خوب موافق ہے کہ جب کسی کی بات گران جانتے ہین تو کہتے ہین کہ کیا تو یہی کہنے آیا ہے ایسے ہی
ان لوگون نے کہا کہ تو ہمارے پاس یہی کہنے آیا ہے کہ جنکو باپ دادے پوجتے تھے انکو چھوڑ کر اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین یعنی وہ ایسا
نہ کرینگے یہ بعید ہے اپنے باپ دادون کی راہ نہ چھوڑینگے تو چھوڑتا ہے فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ای فاتنا بما تعدنا بہ
من العذاب ان کنت صادقا فی قولک یعنی اگر عبادت بتوحید نہ کرنے مین عذاب ہوگا تو اس قول مین سچا ہے تو عذاب لا جس سے تو ڈراتا ہے
ان بدبختون نے عذاب مین جلدی کی اور یہ انکا سخت تمرد تھا جیسے کفار قریش نے مانگا کہ اللہم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء
او ائتنا بعذاب الیم محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا کہ عاد والے بنام صدا وصمود اور ہبا وغیرہ بتونکو پوجتے تھے اسیواسطے حضرت ہود کا مقولہ
فرمایا قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ
کہا کہ البتہ واقع ہوا تمپر رجس وغضب یعنے واجب ہوا یا نازل ہوا کیونکہ متوقع بمنزلہ واقع کے ہے یا انکو وحی سے علم ہو گیا تھا پس کہا کہ تم پر رجس یعنے
عذاب وغضب الٰہی واقع ہوا یا رجس وغضب وہی بت تھے جو خود ناپاک انکی عبادت موجب غضب تھی اسی واسطے
فرمایا اتجادلوننی یعنے بھلا تم جدال کرتے ہو میرے ساتھ ایسے نامون کے بارہ مین جنکو تم نے اور تمھارے باپ دادون نے مقرر کر لیا ہے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے کوئی حجت وبرہان نہین نازل فرمائی ہے **قال البیضاوی** فی قولہ فی اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم یعنے
جدال کرتے ہو ایسی چیزون کے بارہ مین جنکو تم لوگون نے خود آلہہ نام کر لیا ہے حالانکہ انمین الوہیت کچھ بھی نہین کیونکہ عبادت کا مستحق بالذات

تو وہی پاک پروردگار ہے جسنے کل کو ایجاد فرمایا اور سوائے ذاتی استحقاق کے اگر یہ چیزین مستحق عبادت ٹھہرتے ہو تو ثبوت اسکا یون ہی ہوگا کہ خالق عزوجل ان چیزونکو مستحق بنا دے سو اسکا بنانا کسی آیت اُتارنے سے معلوم ہوگا یا کسی حجت کے قائم ہونے سے معلوم ہوگا اور یہ بالکل نابود ہی اور ظاہر کر دیا کہ انتہا درجہ کی حجت جسکو لاتے ہین یہ کہ ان بتون کا نام الٰہ ہی حالانکہ بدون کسی دلیل کے جو تحقیق مسمی پر دلالت کرے اور اسناد اس اطلاق کی اپنے باپ دادون وغیرہ ایسے لوگون کی طرف کرتے ہین جنکی بات کا کچھ اعتبار نہین ہی تو یہ حجت دیہ اسناد لانا دونون انکی سخت جہالت انتہا درجہ کی غباوت ہی اسی واسطے استجاد لونہی بحرف استفہام انکاری تعجب کے ساتھ ہی یعنے عجیب جاہل و بیوقوف ہو کہ بنائے ہوئے نامون پر مجھسے جھگڑتے ہو اور اسپر ایسے دلیر ہو کہ مجھکو جھوٹا بناتے و نڈر ہو کر عذاب مانگتے ہو اچھا فَانْتَظِرُوْا انتظار کرو عذاب کا بسبب میرے جھٹلانے کے اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ مین بھی تمہارے انتظار کرنے مین تمہارے ساتھ ہون **قال المفسر** آخر عذاب آیا اور وہ ریح عقیم تھی۔ کما جاء فارسلنا علیہم الریح العقیم ما تذر من شیٔ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم قصہ ہود مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی بالجملہ عذاب نازل ہوا فَاَنْجَیْنٰهُ ایاہ ای ہود وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ من المومنین بِرَحْمَةٍ مِّنَّا پس نجات دیدی ہمنے ہود کو اور ان لوگون کو جو اسکے ساتھ تھے یعنے ایمان لانے والونکو یہ نجات دینا ہماری طرف سے رحمت تھی۔ وقال البیضاوی ای برحمۃ منا علیہم یعنی بسبب ہماری رحمت کے جو انپر تھی یعنے ازل سے انپر رحمت تھی۔ قلت اسمین علم لطیف ہی کہ حضرت رب العزۃ سلطان الکبریاء والعظمۃ کی صمدیت کے سامنے سب پانی ہو جاوین اللہم غفرانک لا الٰہ الا انت سبحانک توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین بالجملہ حضرت او تعالیٰ عزوجل کے کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ ہمنے اپنی رحمت سے ہود و اسکے ساتھی مومنون کو نجات دی وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا قاموس مین ہی کہ دابر بمعنی آخر ہر شیٔ و بمعنی جڑ پس اگر اول معنی ہون تو جب آخر تک قطع ہوا تو اول قطع ہوا اور معنی دوم اظہر ہین کہ جڑ سے کاٹ دیا اسی واسطے مفسرؒ نے کہا استاصلناہم استیصال کر دیا حاصل آنکہ اور قطع کر دی ہمنے جڑ ان لوگون کی جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ عطف ہی کذبوا پر یعنے اور وہ مومن نہ تھے۔ وفی البیضاوی اس کلام مین دو فائدے ہین ایک یہ کہ جو لوگ انمین سے ایمان لائے تھے انکی مدح کی طرف تعریض ہی گویا یون کہا کہ جن کا ہمنے استیصال کر دیا اور جڑ سے نیست کر دیا وہ ایسے نہ تھے جیسے انمین سے ایمان لانے والے چند آدمی تھے اور دوم یہ تنبیہ ہی کہ نجات پانیوالون کے درمیان اور ہلاک ہونیوالون کے درمیان فرق اسی ایمان سے ہوا **قال الحافظ** وغیرہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرہا علیہم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ فہل تری لہم من باقیۃ الآیہ۔ جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا بالجملہ جب ان لوگون نے تمرد و سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا سے سرکش سے انکو ہلاک کیا اور وہ حلقہ انگوٹھی یا اسکے نگینہ کی مقدار تھی جیسا کہ حدیث مسند مین ثابت ہے پس یہ کیفیت تھی کہ ہوا کا جھونکا آیا اور جو کافر عادی سامنے پڑا اسکو اٹھا کر آسمان و زمین کے بیچ مین بلند کیا پھر اسکو کھوپڑی کے بل پتھر پر دے پٹکا کہ بھیجا نکل پڑا حتی کہ دھڑ سے سر الگ ہوگیا **قال محمد بن اسحٰق** جب قوم عاد نے کسی طرح نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے تین سال انپر قحط ڈالا تو حرم مکہ معظمہ مین پانی کی دعا مانگنے کو آدمی بھیجے جنکا سردار بنام قیل بن عنز تھا اور یہی اسوقت کے سب ملت والون کا دستور تھا اور مکہ مین عملیق بن آدم بن سام بن نوح کی اولاد سے عمالقہ رہتے تھے جنکا سردار بنام معاویہ بن بکر تھا جسکی مان قوم عاد سے تھی پس مکہ سے باہر اسکے گھر اکر اُترے اور شراب خواری و راگ مین غافل ہوگئے تو معاویہ کے اشارہ سے گانے والیون نے یہ گیت گایا **شعر** الا یا قیل ویحک قم فہینم ٭ لعل اللہ یسقینا غماما ٭ فیسقی ارض عاد ان عادا ٭ قد امسوا لا یبینون الکلاما ٭ من العطش الشدید فلیس ترجوا ٭ بہ الشیخ الکبیر

ولا الغلاما۔ وقد کانت نساؤہم بخیر۔ فقد امست نساؤہم غیامی۔ وان الوحش تاتیہم جہارا۔ ولا تخشی لعادی سہاما۔ وانتم ہہنا فیما اشتہیتم
نہارکم ولیلکم التماما۔ فصبح وفدکم من وفد قوم۔ ولا لقوا التحیۃ والسلاما۔ اس سے وہ لوگ متنبہ و بیقرار ہوئے مگر مرثد بن سعد نے کہا کہ واللہ تم
لوگونکو تمہاری دعا سے پانی نہ ملیگا جب تک تم اپنے نبی علیہ السلام کی پیروی نکرو پس تم توبہ کرکے پیروی کرو تو پانی پاؤ پس معاویہ بن بکر
اُن لوگون نے کہا کہ تم اسکو منع کردو یہ ہمارے ساتھ مکہ مین نہ جاوے اسنے دین چھوڑکر ہود کی پیروی کرلی ہو پھر مکہ مین جاکر سبنے دعا مانگی اور
قیل بن عنز کو آگے کیا پس اللہ تعالیٰ نے تین ابر کے ٹکرے پیدا کیئے ایک سپید و ایک سرخ و ایک سیاہ اور قیل مذکور نے سیاہ پر لالچ کیا
وہی عاد کی طرف چلا اور آواز آئی کہ سوائے بنو اللوذیہ کے کوئی نہ بچا سب برباد کریگی ابن اسحاق نے کہا کہ بنو اللوذیہ بھی عادیین سے ایک
بطن ہو جو مکہ مین رہتے تھے یہی بچ رہے تھے اور وہ عاد یہی ہوئے ہین پس وہ سیاہ ابر قوم عاد پر وادی مغیث سے ظاہر ہوا جسکو دیکھکر بولے
کہ ہذا عارض ممطرنا۔ یہ تو ہمپر پانی برسانیوالا ابر ہی سنجانا کہ وہی عذاب ہی جسکو مانگتے تھے مشہور ہی کہ مہدد نامے ایک عورت نے اسکو اول پہچانا
کہ یہ آندھی ہو اور بیہوش ہوگئی لوگون نے پوچھا کہ تونے کیا دیکھا وہ بولی کہ آندھی ہو جسمین آگ سے بگولے ہین اسکے آگے کچھ لوگ ہین جو اسکو لیئے آتے ہین
ابن اسحاق نے کہا کہ مجھسے بیان کیا گیا کہ ہود علیہ السلام مع مومنین کے ایک حظیرہ کے اندر بیٹھ گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آٹھ دن و سات
راتین وہ آندھی اس قوم عاد پر مسخر کردی جسنے کسی عادی کو نہین چھوڑا مگر ہود علیہ السلام و مومنون کے بدن کو نرمی دینے والی اور دل خوش
کرنیوالی ہوا پہنچتی تھی اور عادیون پر یہ حال تھا کہ اونٹ مع سوار اُٹھا کر پتھر پر پٹکتی کہ بھیجا نکل جاتا تھا ہذا حاصل ما ذکرہ ابن اسحاق۔ اور
ابن عساکر نے بھی ہود علیہ السلام کے حظیرہ میں ہوجانے اور عادی کا فرون پر یہ حالت گزرنے کو اسیطرح روایت کیا ہو مؤلف فتح البیان نے
زعم کیا کہ قرآن مجید مین باجمال یہ قصہ ثابت ہو اور اسکی تفصیل بلا اسناد ہو حالانکہ یہ وہم ہو فنقول قال الامام احمد فی مسندہ حدثنا زید بن الحباب حدثنی
ابو المنذر سلام بن سلیمان النحوی حدثنا عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل عن الحرث البکری قال خرجت اشکو العلاء بن الحضرمی الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فمررت بالربذۃ فاذا عجوز من بنی تمیم منقطع بہا فقالت لی یا عبد اللہ ان لی الی رسول اللہ صلعم حاجۃ فہل انت مبلغی الیہ قال فحملتہا
فاتیت المدینۃ فاذا المسجد غاص باہلہ واذا رایۃ سوداء تخفق واذا بلال متقلد سیفا بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما شان الناس
قالوا یرید ان یبعث عمرو بن العاص وجہا قال فجلست فدخل منزلہ او قال رحلہ فاستاذنت علیہ فاذن لی فدخلت وسلمت فقال ہل بینکم وبین تمیم شیء قلت
نعم وکانت لنا الدائرۃ علیہم ومررت بعجوز من بنی تمیم منقطع بہا فسالتنی ان احملہا الیک وہا ہی بالباب فاذن لہا فدخلت فقالت یا رسول اللہ ان رأیت
ان تجعل بیننا وبین تمیم حاجزا فاجعل الدہنا فحمیت العجوز واستوفزت قالت یا رسول اللہ فالی این یضطر مضطرک قال قلت مثلی ما قال الاول معزی
حملت حتفہا حملت ہذہ ولا اشعر انہا کانت لی خصما اعوذ باللہ وبرسولہ ان اکون کوافد عاد قال لی وما وافد عاد وہو اعلم بالحدیث منہ ولکن یستطعمہ
قلت ان عادا قحطوا فبعثوا وافدا لہم یقال لہ قیل فمر بمعاویۃ بن بکر فاقام عندہ شہرا یسقیہ الخمر وتغنیہ جاریتان یقال لہما الجرادتان فلما مضی الشہر
خرج الی جبال مہرۃ فقال اللہم انک تعلم انی لم اجئ الی مریض فاداویہ ولا الی اسیر فافادیہ اللہم اسق عادا ما کنت تسقیہ فمرت بہ سحابات سود فنودی
منہا اختر فاومأ الی سحابۃ منہا سوداء فنودی منہا خذہا رمادا رمددا لا تبق من عاد احدا قال فما بلغنی انہ بعث اللہ علیہم من الریح الا قدر ما یجری
فی خاتمی ہذا حتی ہلکوا قال ابو وائل وصدق قال وکانت المرأۃ والرجل اذا بعثوا وافدا لہم قالوا لا تکن کوافد عاد۔ کذا رواہ احمد فی المسند ورواہ
الترمذی عن عبد بن حمید عن زید بن الحباب بہ نحوہ ورواہ النسائی من حدیث سلام بن المنذر عن عاصم بن بہدلۃ ومن طریقہ رواہ ابن ماجہ ایضا
عن ابی وائل عن الحرث بن حسان البکری بہ ورواہ ابن جریر عن ابی کریب عن زید بن الحباب بہ ورواہ ایضا عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش

عن عاصم عن الحرث بن حسان البكري فذكره ولم ار في النسخة اباوائل والله تعالى اعلم كذا في تفسير الحافظ رحمه الله۔ وسياتي في مواضع من القصة بما يطمئنك انشاء الله
تعالى ف **في العرائس** قوله فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون یعنی الله تعالی کی یاد کرو کہ کمال قدرت سے تمکو کیسے سانچے میں خوبصورت
تصویر تمہاری بنائی اور اپنے سے کیا لباس تمکو پہنایا کہ تم خلق ونعت میں احسن واظرف ہو پس نہایت واضح آیات اور روشن دلالات سے اسکا
ظہور تمپر موجود ہے شاید تم اسکی دوری سے مضطر ہو اور اسکے قرب کی تمنا کرو واضح ہو کہ دیدار نعمت موجب شکر ہے اور دیدار آلاء موجب ذکر و یاد ہے
اور ذکر سے دیدار مذکور ومنعم حاصل ہوتا ہے اور اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے فلاح وفوز ہے **واسطی** رح نے کہا کہ عوام کو او تعالے نے
نعمتوں پر محبت ہے اسیواسطے فرمایا اذکروا نعمة الله علیکم اور خاص بندے اسکو آلاء سے محبت کرتے ہیں اور یہی قوله فاذکروا آلاء الله لعلکم تفلحون
سے ظاہر ہے **مترجم** کہتا ہے کہ بنابرین ذکر آلاء تعمیم بعد تخصیص نہیں بلکہ تخصیص بعد تعمیم ہوگی برخلاف قول بیضاوی رح کے اور شاید کہ آلاء سے
مراد اشارہ میں تخصیص کے ساتھ ہو اگرچہ بعد ذکر نعمت کے پھر ذکر آلاء سے ترقی منزلت کا اشارہ ظاہر ہے اور وہ عموم سے خصوص ہے۔ والله اعلم
پھر شیخ واسطی کا باقی قول شروع کیا کہ خاص الخاص بندے اپنے پروردگار سے ایثار اور ربوبیت پر محبت رکھتے ہیں اور المنین سے ہر ایک کے
واسطے علامت جداگانہ ہے پس دل کی علامت یہ ہے کہ او تعالی کا دائمی ذکر ہو اور اس سے فرحت وسرور رہو اور دوم کی علامت یہ ہے کہ استیناس
ہو اسکے ساتھ بسبب دیکھنے اس چیز کے کہ اسنے دور ڈالا تھا اور سوم کی علامت یہ ہے کہ اسی سے اشتغال ہو ہر قاطع اس سے قطع کرنے والا ہے
ابن عطاء رح نے کہا کہ جب تو نے آلاء ونعمتوں کو یاد کیا تو تجھکو او تعالی عزوجل کی محبت آویگی اور جب محبت آئی تو اسکی طرف قصد کریگا
اور جب قصد کیا تو پا جاویگا اور جب پا گیا تو تمام جہان وچیزون سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو جائیگا میں کہتا ہوں کہ یہ توہم اگر خالص محبت والوں میں
سے ہوتی تو انکو آلاء کے یاد کرنے اور انکو دیکھنے کی طرف حوالہ نہ فرماتا بلکہ دیدار ذات وصفات کی طرف توجہ دلائی جاتی چنانچہ تو دیکھ کہ خالص
محبت والونکو بقوله الم تر الی ربک کیف مد الظل سے کیونکر خاص ذات وصفات کی طرف توجہ دلائی اور محض مشاہدہ کا حکم دیا کیونکہ
نعمت وآلاء سے جو محبت ہوتی ہے وہ محبت خالص نہیں بلکہ ایک ناپید چیز سے معلول ہوتی ہے بسبب اسکے کہ یہ چیزیں حادث مانند معدوم ہیں اور
خالص محبت وہ ہے جو اسکی صفات جلال وجمال سے پیدا ہوتی ہے پس جسکی حالت محبت کی بسبب نعمتوں وآلاء کے دیکھنے کے ہو وہ اس تک کیونکر
واصل ہو سکتا ہے ہاں ابتدائی ذکر کے واسطے انکو قوله فاذکروا سے حکم دیا اور لقاء کو منتہی درجہ قرار دیا ہے اور یہی عذاب سے نجات پانیکا درجہ ہے اور
اگر توہم ہو کہ لیکن المنین سے ایمان والے اگر مرتبہ تحقیق کو پہونچے ہوتے تو ذکر کی یا دیکھنے نعمتوں وغیرہ کے یاد کرنیکا انکو حکم نہ دیا جاتا **مترجم** کہتا ہے کہ یہ سبب
ظاہر ہوا بات یون ہے جو شیخ نے بیان فرمائی والله اعلم ولیکن شیخ ابن عطاء وغیرہ سے جو منقول ہوا اس سے انکی مراد بھی یہی ہے کہ پتھر کو پگھلانے کے
واسطے یہ طریقہ ہے کہ بذریعہ نعمتوں کی یاد کے درجہ بدرجہ ترقی پاوین اور آخر خود سب سے منقطع ہو جاوینگے جب واصل ہونگے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ایسی
یاد سے واصل ہونگے چنانچہ آخر جملہ قول شیخ ابن عطاء اسپر شاہد ہے فافہم والله اعلم بمراد عباده قوله وانا لکم ناصح امین یعنی الله تعالی نے مجھکو میرے
نفس کے پنجہ سے نجات دی اور اسکے حظوظ وشہوات سے بری کیا اگر تمہاری نصیحت کرنی مجھے اسکی گرفتاری سے نجات ہوئی اور الله تعالی نے مجھکو اپنی
رسالت کیواسطے خاص کیا اور رسوائیت طبیعت سے پاک کیا اور اپنی … خدمت کا طریقہ مجھکو سمجھا دیا … اسکے میں تمکو شفقت ونصیحت کے ساتھ
یہ طریقہ … ہوں اور میں امین یعنی امانت دار ہوں کیونکہ میری نصیحت میں شیطانی غرض کی تہمت لگانے کی گنجائش نہیں ہے جیسے ان لوگوں کی
نصیحت … ہوتی ہے جو سوائے الله عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ابوحفص رح نے کہا کہ ناصح امین وہ شخص ہے جسکی نصیحت میں اسکے
نفس کا کچھ … اور اپنے آپکو کوئی جاہ ومنزلت بھی نہ چاہے بلکہ اسکی غرض خالص یہی ہو کہ … قبول کرکے نجات پا جاوے

قال المترجم یہ قول بہت سنجیدہ ہی پھر جب عاد اول کا ذکر ہوگیا اور اس سے علوم و نصائح اہل سعادت نے اپنی اپنی استعداد کے موافق حاصل کر لیے تو اللہ عز و جل نے عاد دوم کا جو اول سے سو برس بعد ہوئے ہیں شروع فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ

اور ثمود کی طرف اُنکا بھائی صالح ۔ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اُسکے سوا تمکو پہونچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اُونٹنی اللہ کی ہے

لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ

تمکو نشانی سو اسکو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اسکو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تمکو پکڑے گی دُکھ کی مار اور وہ یاد کرو جب تمکو سردار کیا عاد کے پیچھے

عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ

اور ٹھکانا دیا زمین میں بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں

مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ

فساد کہنے لگے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اُسکی قوم میں سے غریب لوگوں کو جو انمیں یقین رکھتے تھے تمکو معلوم ہے کہ صالح بھیجا ہے

مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

اپنے رب کا بولے ہمکو جو اُسکے ہاتھ بھیجا یقین ہے کہنے لگے بڑائی والے جو تمنے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے پھر کاٹ ڈالی اونٹنی

وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ

اور پھرے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہمپر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہے پھر پکڑا اُنکو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں

جَاثِمِينَ ۝ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ۝

اوندھے پڑے پھر اُلٹا پھرا اُنسے اور بولا اے قوم میں پہونچا چکا تمکو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو

وَإِلَىٰ ثَمُودَ وارسلنا الی ثمود اور بھیجا ہمنے ثمود کی طرف ۔ یہ عرب کا دوسرا قبیلہ ہے اور بسبب علم و تانیث قبیلہ کے غیر منصرف پڑھا گیا اور اس مقام کے سوا اسی اور مقام پر منصرف بھی آیا ہے بتاویل حی یعنی احیاء عرب سے ایک حی مراد ہو اور نام انکا ثمود دیا تو اس سبب سے کہ ثماد کے لفظ سے ماخوذ ہے جسکے معنی قلیل پانی کیونکہ انکے دیار میں پانی کی بہت قلت تھی کذا قال ابو عمرو بن العلاء اور یا ثمود اس جہت سے کہ اپنے جد اعلیٰ کے نام پر مشہور ہوئے ۔ مؤلف فتح البیان نے کہا کہ وہ ثمود بن عاد بن ارم تھا یہ مؤلف مذکور کا وہم ہے اور صحیح ثمود بن عابر ہے جیسا کہ معالم و سراج و بیضاوی وغیرہ میں ہے **قال الحافظ** علماء تفسیر و نسب نے بیان فرمایا کہ وہ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح ہے اور وہ جدیس بن عابر کا بھائی ہے اور ایسی ہی قسم قبیلہ اور یہ سب قبائل عرب کے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور ثمود لوگ بعد عاد کے ہوئے ہیں اور انکی بستی حجر مشہور ہے کہ حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ و اسکے گرد و پیش رہتے تھے اور آخر میں انشاء اللہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں جاتے وقت وہاں سے گذرے ہیں مابعد فرمایا کہ اور بھیجا ہمنے قوم ثمود کی طرف أَخَاهُمْ صَالِحًا انکے بھائی صالح کو بھائی ہونے کا بیان اوپر گزرا حاصل آنکہ دینی بھائی نہیں بلکہ نسبی بھائی تھے کیونکہ کوئی نبی کبھی کافروں کے اعمال پر نہیں ہوا اور وہ صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود ہیں اور مفسرین نے یہ بھی لکھا کہ صالح دو سو اسی برس زندہ رہے قلت انکی قوم والے تو ہزار ہزار برس تک مانند قوم عاد وغیرہ کے جیتے رہتے تھے ۔ پھر صالح کی دعوت بیان فرمائی قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید ہے کما قال تعالیٰ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیہ۔ پھر اس توحید کے
بعد اور کلمات نصیحت وغیرہ مانند قولہ ہو انشاکم من الارض واستعمرکم فیہا الآیات جیسا کہ سورۂ ہود میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا متعدد اوقات میں بیان کیے
اور معجزہ مانگا وہ دعا کرکے دیا جیسا کہ آخر میں بیان ہوگا لیکن سوائے چند لوگوں کے راہ پر نہ آئے اور شیطان کے مطیع رہے بلکہ دلیر ہوگئے
اور اپنی ہلاکت کا عذاب مانگا چنانچہ اسیقدر یہان بیان فرمایا کہ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ میری سچائی و
رسالت کا تمہارے پروردگار کی طرف سے هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً یہ ناقۃ الٰہی تمہارے واسطے آیت ہے مفسرؒ نے کہا کہ آیۃً کو نصب بنابر
آنکہ حال ہے اور اسمین اسم اشارہ کے معنی یعنی اشیر عامل ہیں وفی البیضاوی قولہ ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ جملہ مستانفہ ہے گویا کہا گیا کہ وہ بینہ کیا تو یہ جواب ہے یا
اور لکم بیان اُس شخص کا ہے جسکے واسطے آیہ ہے حاصل معنی یہ ہوئے کہ یہ ناقۃ الٰہی ہے جسکی طرف مین اشارہ کرتا ہون درحالیکہ تمہارے واسطے آیت ہے یعنی
میری صدق رسالت پر نشانی و معجزہ ہے اور جائز ہے کہ ناقۃ اللہ بدل یا عطف بیان ہو اور لکم خبر ہو یعنی ثابت لکم اور یہی عامل ہو آیۃً مین اور ناقہ
کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بوجہ تعظیم ہے کیونکہ ان لوگون نے ہٹ کی تھی کہ اس پہاڑ سے جسکو معین کردیا تھا ایک ناقہ نکلے جسکے ایسے ایسے اوصاف
ہون پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدون اسباب کے [illegible] عادت جاری ہے پیدا ہوئے تھے اور اسی واسطے آیت قرار پائی تھی۔ بالجملہ
حکم دیا کہ یہ ناقہ الٰہی ہے فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ پس اسکو چھوڑ دو چرے اللہ تعالیٰ کی زمین مین یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین مین چرنے دو مت چھیڑو
پھر مصرح کردیا وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ اور مت چھوؤ اسکو کسی برائی کے ساتھ یعنی مار و قتل وغیرہ کی کوئی برائی اسکو مت پہونچائیو بلکہ مبالغہ کیا کہ برائی
چھو جانے سے قال البیضاوی منع فرمایا سو اسکے ساتھ جو ہر طرح کی برائی کو شامل ہے چھونے سے بھی جو مقدمہ ہے پہونچانے کا یعنی برائی
پہونچانے سے ممانعت مقصود ہے مگر اسکو اس طرح بیان فرمایا کہ برائی سے مس بھی نہ کرو کیونکہ چھونے سے پھر پہونچانے تک نوبت پہونچیگی پس حکم دینے مین
پوری طور پر تعلیم کی اور عذر کی جگہ نہین چھوڑی بلکہ اور تہدید فرمادی کہ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ جواب نہی ہے یعنی چرنے دو برائی مت پہونچاؤ
کیونکہ اگر نہ مانوگے تو تمکو عذاب سخت پہونچیگا اور عذاب مین پکڑے جاؤگے پھر وہ اونٹنی مع بچہ کے چرتی پھرتی اور بہت دراز قد تھی چنانچہ تفسیر سورۂ
والشمس مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس تمام پانی ایک روز پی جاتی اور تالاب خالی رہجاتا پھر جب رات بھر مین جمع ہوتا تو دوسرے روز لوگ
اور انکے جانور پیتے تھے اور جانور اسکی ہیبت سے بھڑکتے دیکھا گئے تھے پھر حضرت صالحؑ نے لوگونکو اللہ تعالیٰ کی نعمتین یاد دلائین شاید اب راہ پر جاؤ
وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ اور یاد کرو جبکہ تمکو خلیفہ کردیا زمین پر بعد قوم عاد کے ہلاک کرنے کے وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تبوء جگہ دینا
اور ٹھکانا دینا المعنی اور بسایا تمکو زمین مین یعنی زمین حجر مین جو انکی بستی کا نام ہے اس حال سے کہ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا سہل زمین نرم بناتے ہو
تم زمین نرم سے قصور جمع قصر یعنی مکان عالیشان اور اسواسطے قصر نام ہوا کہ غیر یعنی اسکے حاصل کرنے سے قاصر ہوتے ہین بعض نے کہا
معنی یہ کہ زمین نرم سے کچی پکی اینٹین بناکر اس سے محل بناتے ہو وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا اور کندہ کرتے ہو پہاڑون سے بیوت جمع بیت یعنی
آدمی رات گذارے اور گھر کے معنی مین مستعمل ہے اور کہا گیا کہ جسکی چہار دیواری اور چھت و دروازہ ہو اور یہی فقہ مین معروف ہے اور نحت چیز کو مانند پتھر
و لکڑی وغیرہ کے چھیل کر اور کرید کر بنانا نحت ہوتا ہے والشیء منحوت کہا گیا کہ بڑی عمرین ہوتی تھین تو عمارتین انکی عمر تمام ہونے سے پہلے فنا ہوجاتی تھین
لہذا پہاڑون کو تراش کر بناتے تھے قال الضحاک تین سو برس سے ہزار برس تک زندگی تھی اور مفسرؒ نے کہا کہ گرمیون مین زمین نرم کے مکانات
مین بسر کرتے تھے اور جاڑون مین پہاڑون کے مکانات مین رہتے تھے بنابرین یہ انکی رفاہیت اور عیش کا بیان ہے جو منجملہ نعمتون کے تھا۔ اور بیوتا کو
نصب بنابر آنکہ حال مقدرہ ہے یا مفعول ہے تتخذون اور یہ نا من الجبال یا تنحتون بمعنی تتخذون ہے فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتین اور یہ

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ مفسدین حال ہو اور یہ حال موکدہ ہو کیونکہ لا تعثوا کے معنی ہیں مت فساد کرو ملک مین قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ تکبروا عن الایمان یہ کہا اشراف لوگون نے اسکی قوم والون مین سے جنھون نے صالح پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگون سے جو کمزور بنائے گئے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ یہ للذین سے بدل ہی باعادہ حرف جارہ یعنی ان لوگون سے
جو ایمان لائے تھے المنین سے یعنی قوم مین سے یا مستضعفین مین سے پس اگر منہم کی ضمیر قوم کی طرف ہو لمن آمن بدل الکل ہو اور اگر مستضعفین کیطرف
تو بدل البعض ہو اور دلالت ہو کہ مستضعفین سب ایمان نہ لائے تھے بلکہ بعضے ایمان لائے تھے اور بر تقدیر اول جسقدر ایمان لائے انھین کو مستضعفین فرمایا کہ
اور کلام مین دلیل ہو کہ تکبر کرنا خصلت کفار ہی اور ایسے غریبون کو ضعیف و حقیر سمجھنا کیونکہ انھین متکبرین نے انکو ضعیف و ذلیل سمجھا تھا۔ انھین علم ہو
کہ ضعیف و غریب لوگ وہی سب سے اول انبیاء علیہم السلام کے تابع ہوتے ہین اور صحیح ہوا کہ محتاج لوگ آخرت مین تونگرون سے پانچ سو برس پہلے
جنت مین داخل ہونگے اور یہین سے کہا گیا ہو کہ اہل اعراف بھی تونگر مومنین ہونگے جو پانچ سو برس تک اعراف پر روک رکھے جاوینگے اور حدیث صحیح
مین ہو کہ اسلام کا شروع ہونا غریبون سے ہوا اور آخر زمانہ مین غریبون کیطرف عود کر جائیگا پس غریبون کو بشارت ہو بالجملہ قوم صالح کے متکبر
مغرورون نے کہا ان لوگون سے جنکو حقیر و ذلیل سمجھا تھا جو المنین سے ایمان لائے تھے کہ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا تم
یقین جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے رسول ہو بھیجا گیا ہو تمھاری طرف کافرون نے مسخرہ پن اور ٹھٹھے کے طور پر ان مومنون سے
یہ بات کہی تھی قَالُوْا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بولے کہ جس چیز کے ساتھ وہ رسول کر کے بھیجے گئے ہین ہم اسپر مومن ہین جواب فقط اسقدر کافی تھا
کہ ہان ولیکن انھون نے اسطرح جواب دینے مین دو طرح تنبیہ کی اول انکے صالح علیہ السلام کا مرسل ہونا ایسا ظاہر ہو کہ جسکو ذرا بھی عقل ہو اور کچھ بھی
سمجھ ہو وہ شک نہین کر سکتا پس انکا حال پوچھو جو صالح پر ایمان لائے اور جو نہین لائے ہین پس ہم ایمان لائے ہین دوم تعلمون فعل سے سوال تھا
انھون نے انا مومنون سے جواب دیا یعنی جملہ اسمیہ سے جو استمرار و تاکید کے ساتھ ہو اور جزم ثابت و مستمر ہو قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ تکبر کرنے والون نے کہا کہ جسکے ساتھ تم ایمان لائے ہو ہم اس سے منکر ہین بطریق مقابلہ کے یہ جواب دیا۔ اور یہ نہ کہا
رسول ہو کے انتم بہ کہا پس جسکو مومنون نے معلوم اور مسلم قرار دیا تھا اس سے انکار کیا قال المفسرون ناقہ کے واسطے پانی کا ایک روز تھا
اور دوسرا روز ان لوگون کا تھا اس طرح تقسیم تھی یعنے اس ملک مین پانی کی بہت قلت تھی پس ایک روز جو پانی جمع ہوتا اسکو اکیلی اونٹنی
پی لیتی تھی پھر دوسرے روز کا پانی وہ نہ پیتی اور لوگ بھر لیتے تھے پس وہ لوگ اس بات سے ملال آگین ہوئے اور اسکو ہمیشہ برداشت کرنے سے
تنگ آگئے بسبب اسکے کہ خواہش نفسانی اسکے برخلاف تھی فَعَقَرُوا النَّاقَةَ عقر قذار بامرہم بان قتلہا بالسیف پس ان لوگون نے ناقہ کو قتل کیا
یعنے کونچین کاٹ دین۔ اور آنکہ پہلے کونچین کاٹین پھر جب گر پڑی تو ذبح کر ڈالا حاصل انکا اونٹنی کو تلوار سے قتل کیا اور ان سبھون کی طرف
قتل کو منسوب کیا حالانکہ قذار نامے ایک شخص نے ایسا کیا تھا اسوجہ سے کہ سب اسکے فعل پر راضی تھے اور سبھون نے حکم دیا تھا قتادہ رح
نے کہا کہ مجھے روایت پہنچی ہو کہ جس شخص نے اسکو قتل کیا وہ سب کے پاس پھر آیا حتی کہ پردہ نشین عورتون کے پاس بھی ہو آیا کہ وہ سب راضی
ہین و بعض نے وجہ قتل اور بیان کی ہی چنانچہ آگے آویگی ناقہ آیت کو قتل کیا وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور تکبر کیا اپنے
پروردگار کے حکم سے اور یہ حکم وہ ہی جو صالح علیہ السلام نے انکو پہونچایا تھا یعنی ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ فذروہا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوہا بسوء فیاخذکم عذاب الیم
اور نہ سرکشی یہی کہ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور کہنے لگے کہ اے صالح تو وہ عذاب لا جس سے تو
ہمکو ہمارے فعل پر ڈراتا تھا اگر تو اللہ تعالیٰ کے رسولون مین سے ہو فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑ لیا انکو زمین سے سخت زلزلے نے اور آسمان سے

سخت آواز نے فاصبحوا فی دارھم جٰثمین جثم لغت مین پڑنا آدمی کا زمین پر سینہ ڈال دینا اور ہلاک ہونیکو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مفسرؒ نے کہا
کہ جاثمین ای بارکین علی الرکب یعنی صبح کی ان لوگون نے اپنے گھرون مین اس حال پر کہ گھٹنون کے بل مردے پڑے تھے۔ اور بیضاوی نے
کہا کہ خامدین میتین اس قصہ کو بیضاوی و شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ بعد ہلاک و برباد ہونے قوم عاد کے ثمود نے بلاد کو معمور
آباد کیا اور مال و اولاد کی کثرت ہوئی اور عمرین دراز قریب ہزار سال تک ہوتی تھین مکانات قبل موت کے نوبت ہو جاتے آخر پہاڑون کو تراش کر
ایک خانہ آباد کرتے تھے اور بہت فراخی سے بسر کرتے آخر سرکشی کی اور زمین مین شرک و کفر کا فساد برپا کیا بتون کو پوجنے لگے اللہ تعالیٰ نے
صالحؑ کو انکے عمدہ خاندان سے رسول فرمایا صالحؑ نے انکو توحید کی راہ پر بلایا اور عذاب سے ڈرایا آخر انھون نے معجزہ مانگا اور کہا کہ ہماری
عیدگاہ چلو ہم اپنے معبودون کو پکارین اور تم اپنے اللہ تعالیٰ کو پکارو جسکو جواب ملے اسکی پیروی کرین ان لوگون نے ہر چند اپنے بتون کو پکارا
وہان صالحؑ کے سامنے شیطان کا وجود نہ تھا انکے بتون سے کوئی آواز نہ آئی۔ آخرکار صالحؑ سے انکے سردار جندع بن عمرو نے یہ ہٹ کی کہ کاثبہ
نام پہاڑی سے ایک اونٹنی بڑے پیٹ والی جوف دار بسیار پشت بال ہون نکال دے تو ہم تجھپر ایمان لاوین حضرت صالحؑ نے انسے بہت مضبوط
عہد و میثاق لیا کہ اگر ایسا ہو تو تم ضرور بالضرور ایمان لاؤ ان لوگون نے مضبوط عہد و پیمان دیا پس صالحؑ نے نماز پڑھکر حضرت باری تعالیٰ
عز و جل مین دعا مانگی پس اس ٹیلہ مین ایسی حرکت پیدا ہوئی جیسے اونٹنی کو بچہ پیدا ہونے کے وقت دردزہ سے ہوتی ہے پھر پہاڑی شق ہوئی اور اسمین
سے عشراء جوفاء وبراء جس صفت کی انھون نے بیان کی تھی بہت دراز قد اونٹنی پیدا ہوئی اور یہ لوگ آنکھون دیکھتے تھے پھر اسیوقت ایک
بچہ جنی جو بڑائی مین اسکے برابر ہو گیا یہ دیکھکر جندع بن عمرو مع ایک جماعت کے مسلمان ہو گیا اور باقیون نے ایمان لانا چاہا مگر ذواب بن عمرو
اور حباب مالک بتخانہ اور رباب بن صعر کاہن نے ان سب کو روکا پھر ایک مدت تک وہ ناقہ مع بچہ کے لوگون کے بیچ نظر رہی کہ درخت
و گھاس چرا کرتی تھی اور ایک دن درمیان دیگر کنوئین پر آیا کرتی پس پانی سے سر نہ اٹھاتی یہانتک کہ سب پانی اسکا پی جاتی تھی پھر تھن لٹکا دیتی
تھے پس لوگ جسقدر چاہتے اسکا دودھ دوہتے حتی کہ اپنے برتن بھر جاتے اور پیتے اور رکھ چھوڑتے اور اونٹنی گرمیون مین پشت وادی مین
بسر کرتی تو انکے جانور وہان سے بطن وادی کی طرف بھاگ جاتے اور جاڑون مین بطن وادی مین بسر کرتی تو انکے مویشی مارے خوف کے
پشت وادی کو بھاگ جاتے پس یہ امر انپر نہایت گران گذرا اور صالحؑ نے بحکم الٰہی عز و جل انکو سمجھا دیا تھا کہ اس اونٹنی سے کچھ تعرض نکرنا مگر زمانہ کے بعد انکے
دلون مین سمایا کہ قتل کرین اور انکے دلون مین زیادہ رچایا اس ارادہ کو چند عورتون نے شیخ ابن جریر وغیرہ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب اسکے قتل کا یہ ہوا
کہ انمین سے ایک عورت عنیزہ بنت غنم بن مجلز تھی اس بڑھیا کو صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی اور اسکی لڑکیان بہت خوبصورت اور
بڑی مالدار تھین اور ذواب بن عمرو اسکا شوہر اور قوم ثمود کے سردارون مین سے تھا اور ایسے ہی صدوق بنت المحیا وغیرہا چند عورتون نے اپنی
جان و مال سے دریغ نہ کیا کہ یہ اونٹنی قتل ہو اور لوگون کو آمادہ کیا آخرکار نو مرد جمع ہوئے جنکو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تسعۃ رھط یفسدون فی
الارض ولا یصلحون پس پورے فرقہ کا فرقہ آمادہ و راضی کر کے اونٹنی کو قتل کرنے کی تاک مین گئے اور قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج
کمینگاہ مین بیٹھے اور عنیزہ بنت غنم نے کودی اپنی لڑکیون کو سنگار کر کے درے سامنے ہوئی پھر جب اونٹنی پانی سے لوٹی تو مصدع نے اسکو
تیر مارا وہ زخمی ہوئی اور قدار ملعون نے پیچھے سے تلوار ماری وہ گر پڑی پس حملہ کر کے اسکو ذبح کر ڈالا اور اسکا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور
عبد الرزاق نے حسن بصری سے روایت کی کہ وہان اسنے تین آوازین دین اور کہا کہ اے میرے پروردگار میری مان کیا ہوئی اور کہا کہ لوگ
انکے پیچھے دوڑے اور پہاڑ شق ہوا اور وہ اسکے اندر غائب ہو گیا جب صالح علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور اونٹنی کو مردہ دیکھکر روئے

بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ لوگون سے فرمایا کہ تین دن اپنے گھرون مین بسر کرلو چوتھے روز تمپر عذاب ہوا اور کہا کہ اسکے بچہ کو تلاش کرکے خدمت کرو شاید
عذاب دور ہو مگر ان لوگون نے ہرچند کوشش کی اسکو نہ پایا **فقال المترجم** شاید یون ہوا کہ اونٹنی کو قتل کرکے جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو صالح
علیہ السلام سے تمسخر انہ کہا کہ لاؤ وہ عذاب کہان ہے بس صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین روز بسر کرلو کل تمہارے چہرے زرد اور پرسون سرخ اور
چوتھے روز سیاہ ہوجاوینگے پھر تین روز بعد متصل ہی عذاب آویگا پھر جب دوسرے روز زرد وعلامت پائی تو فکر کی تب صالح علیہ السلام نے فرمایا
کہ اسکا بچہ تلاش کرو شاید عذاب دور ہو مگر وہ نہ ملا بیضاوی رح نے کہا کہ جب علامات دیکھین تو چاہا کہ صالح علیہ السلام کو قتل کر ڈالین پس اللہ تعالیٰ
نے انکو زمین فلسطین مین نجات دیدی اور شیخ ابن کثیر رح نے امام ابن جریر رح وغیرہ سے نقل کیا کہ جنھون نے رات کو دھوکے سے قتل کا قصد کیا تھا
انپر وعدگاہ سے پہلے آسمان سے پتھر آگئے کہ انکے بھیجے نکل پڑے اور ذکر کیا کہ اونٹنی کو چہارشنبہ کے روز قتل کیا تھا اور اتوار کی رات وہ سب
بدبخت کفن پہنے حنوط لگائے منتظر تھے کہ دیکھیے کیا ہو اعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالیٰ الیس برح نکلتے ہی نیچے سے زمین کو سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے
آواز سخت آئی کہ سب کی روح نکل گئی علماء تفسیر رح نے بیان کیا ہو کہ ذریات ثمود مین سے سوائے صالح علیہ السلام و انکے اوپر ایمان لائے
مسلمانون کے اور کوئی نہین بچا مگر ایک شخص ابو رغال نامے جو ان دنون مکہ معظمہ کے حرم مین تھا وہ احترام حرم سے بچا پھر بعض ضرورت
سے جب مقام حل مین گیا تو آسمان سے پتھر آیا اور وہ مرگیا وسیاتی ما یتعلق بہ۔ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ
لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ پھر صالح نے ان لوگون سے منھ پھیرا اور کہا کہ اے قوم البتہ مین نے تمکو اپنے پروردگار کی رسالت پہونچادی
اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنیوالونکو دوست نہین رکھتے حافظ ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے یہ تقریع و ملامت اس قوم کو بعد ہلاک
ہوجانے کے زبانی اور قوم کے مردے اسکو سنتے تھے جیسے آنحضرت صلعم نے جب جنگ بدر مین کفار پر مسلمان غالب ہوئے تو تین روز وہان
قیام کیا پھر تیسرے دن بعد آخر رات مین اپنا کجاوہ کھنچوایا اور روانہ ہوکر قلیب بدر پر آکر کھڑے ہوگئے اور یہ فرمانا شروع کیا کہ او ابو جہل بن
ہشام او عتبہ بن ربیعہ او شیبہ بن ربیعہ او فلانے اور او فلانے بھلا پایا تمنے برحق جو تمکو تمہارے پروردگار نے عذاب کا وعدہ دیا تھا اور مین نے
تو جو مجھکو میرے پروردگار نے وعدہ خیر دیا تھا برحق پایا۔ الحدیث کما فی الصحیحین وذکر فی السیرۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ بہت بُرے برادری
والے تھے اپنے نبی کے حق مین تمنے مجھکو جھوٹا بنایا اور لوگون نے میری تصدیق کی تمنے مجھے نکالا اور لوگون نے مجھے جگہ دی تم میرے ساتھ
لڑے اور لوگون نے میری مددگاری کی پس تم لوگ اپنے نبی کے بہت بُری برادری والے تھے پس ایسا ہی یہان صالح علیہ السلام نے فرمایا
ہو وفی البیضاوی بقرینۃ فا التعقیب کے ظاہر آیت یہی ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کو جانکنی دیکھکر انسے اعراض کیا ہو اور یہ
قول تو شاید انکے ہلاک ہوجانے کے بعد انسے کہا اور وہ سنتے ہون جیسے کہ آنحضرت صلعم نے قلیب بدر والون سے خطاب فرمایا تھا یا الا یہ کلام
تحسر کے طور پر ایسا فرمایا یعنی افسوس ہو کہ تمنے اپنی یہ نوبت پہونچائی اور میرا کہنا نہ مانا اور مقصود اس سے حقیقی سنانا نہین ہوتا ہو اور قتادہ رح سے
روایت ہو کہ صالح علیہ السلام نے یہ بات انسے اسوقت کہی تھی کہ جب ان لوگون نے ناقہ کو قتل کر ڈالا تھا واللہ اعلم پھر بعض مفسرین نے کہا کہ قوم
صالح علیہ السلام مین سے ایمان لانے والے چار ہزار آدمی تھے صالح علیہ السلام انکو لیکر حضر موت مین داخل ہوئے اور وہین حضرت صالح علیہ
السلام کا انتقال ہوا اور بعض نے کہا کہ جس نبی کی امت ہلاک ہوئی وہ ساتھی مسلمانون کو لیکر حرم مکہ مین داخل ہوکر مرتے دم تک وہین
عبادت کرتا رہا حتیٰ کہ وہان بہتسے انبیاء علیہم السلام کا مدفن بیان کیا جاتا ہو واللہ اعلم اور قوم ثمود کی بستی اجاڑ پڑی رہی اور وہ مجھ [illegible]
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو جاتے ہوئے سنہ ۹ھ ہجری مین یہان گزرے تھے امام احمد نے ابن عمر رض سے روایت کی کہ جب رسول اللہ

صلعم حجر مین قوم ثمود کے گھرون پاس اُترے تو لوگون نے انھین کنوون سے پانی بھرا جنسے قوم ثمود پانی پیا کرتی تھی پس اسی پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیی اسکی پانی سے چڑھائی پس آنحضرت صلعم نے حکم دیا تو لوگون نے ہانڈیان اوندھا کر بہا دین اور گوندھا ہوا آٹا اونٹونکو کھلادیا پھر آپنے لوگون کو لیکر کوچ کیا اور جا کر اُس کنوین پر اُترے جس سے ناقۂ صالح پانی پیا کرتی تھی اور لوگونکو منع کر دیا کہ جو قوم عذاب دی گئی ہو اُسکے پاس نہ جاؤ اور فرمایا کہ مجھے خوف ہو کہ تمکو بھی اُسکے مثل نہ پہونچے جیسا انکو پہونچا پس تم انکے وہان نہ جاؤ۔ وقد رواہ ایضًا عن ابن عمرؓ کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ مقام حجر مین تھے فرمایا کہ مت جاؤ ان لوگون کے وہان جو عذاب دیے گئے ہین مگر اس حال مین کہ تم روتے ہوئے ہو۔ پھر تم اگر روتے ہوئے نہو تو ان لوگون کے وہان مت جاؤ بخوف آنکہ کہین تمکو ویسا عذاب نہ پہونچے جو انکو پہونچا۔ واصل الحدیث مخرج فی الصحیحین من غیر وجہ۔ ابو کبشہؓ سے روایت ہو کہ جب تبوک کے غزوہ مین آنحضرت صلعم جاتے ہوئے حجر مین اُترے تو لوگون نے جلدی کی اور اہل حجر کے وہان جانا شروع کیا یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو منادی کرائی کہ الصلوٰۃ جامعۃ پس مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوا اس حال مین کہ آپ ایک بکری کو پکڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ کیا جاتے ہو ایسی قوم کے وہان جنپر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا پس صحابہؓ مین سے ایک شخص نے آواز سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ انسے تعجب حاصل کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین تمکو اس سے عجیب بات بتادون تمھین مین سے ایک شخص ہو کہ تمکو ان باتون سے آگاہ کرتا ہو جو تمسے پہلے ہو گزرین اور ان باتون سے جو تمھارے بعد ہونگی پس تم استقامت پر رہو اور سداد اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمھارے عذاب کی کچھ پروا نہین فرماتا اور ایک قوم عنقریب ایسی ہوگی کہ اپنی ذات سے کچھ دفع نہ کریگی۔ رواہ احمد ولم یخرجہ احد من الستۃ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب رسول اللہ صلعم مقام حجر سے گزرے تو فرمایا کہ اے لوگو آیات مت مانگو چنانچہ قوم صالح نے آیت مانگی پس ناقہ اس نالہ کی راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اُس دوسرے نالہ سے نکلکر جاتی تھی پس قوم ثمود نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور ناقہ کو قتل کیا اور حال یہ تھا کہ ناقہ ایک روز پانی پیتی تھی اور ایک روز وہ لوگ ناقہ کا دودھ پیتے تھے پھر اُسکی کونچین کاٹ کر مار ڈالا پس انکو آواز کرخت نے پکڑ لیا پس اللہ تعالیٰ نے ادیم السماء کے نیچے جو کوئی اس قوم کا تھا سب کو خمود و بیجان کر دیا سوا ایک مرد کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حرم مین تھا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون تھا فرمایا کہ ابو رغال پھر جب وہ حرم سے باہر ہوا تو اسکو بھی وہ عذاب پہونچا جو اسکی قوم کو پہونچا تھا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم ولیس فی شیء من الکتب الستۃ علمار تفسیر نے ذکر کیا کہ ابو رغال یہی قبیلہ ثقیف کا جد اعلیٰ ہو جو طائف مین بستے تھے وقد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری ان ابا رغال ابو ثقیف اور عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے طائف کو جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہو اور وہ ثقیف کا جد اعلیٰ ہو اور یہ قوم ثمود مین سے تھا اور حرم مین اس زمانہ مین تھا اس سے عذاب دور رہا جب پھر نکلا تو اس مقام پر اسکو عذاب پہونچا اور یہین دفن ہوا اور اسکی علامت یہ ہو کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک غصن مدفون ہو پس لوگون نے اُتر کر تلوارون سے کھود کر اسمین سے وہ غصن نکال لی رواہ عبد الرزاق ثم سلا وابو داؤد وموصولا وحسنہ الشیخ ابو الحجاج المزی وقال ابن کثیر ونصت علی الشیخ بان بجیر بن ابی بجیر من لا یعرف الا بھذا الحدیث وقال یحیی بن معین لم اسمع احدًا روی عنہ غیر اسمعیل بن امیہ فلعلہ وہم فی رفعہ ویکون من کلام عبد اللہ بن عمرو ومما اخذہ من الزاملتین اللتین وجدہا فی الیرموک فقال وہذا محتمل واللہ اعلم۔ بیضاوی وغیرہ مین جو ناقہ کے طول جثہ کہ بیان ہین ذکر کیا کہ وہ ایک نالہ سے جاتی تو پھر نہین سکتی تھی حتی کہ اس کو پیچھے پانا پڑتا دوسرے نالہ سے واپس ہوتی تھی تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہو اور علما نے فرمایا کہ اسقدر جلد آسانی سے اسکا ہلاک کر ڈالا جانا

اس قوم کی بدبختی کی علامت تھی پھر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کا حال فرمایا

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ

اور لوط کو بھیجا جب کہا اپنی قوم کو کیا کرتے ہو بے حیائی تم سے پہلے نہین کی یہ کسی نے جہان مین تم تو دوڑتے ہو مردون پر

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ

شہوت کے مارے عورتین چھوڑکر بلکہ تملوگ حد پر نہین رہتے اور کچھ جواب ندیا اُسکی قوم نے مگر یہی کہا نکالو انکو اپنے شہر سے

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا

یہ لوگ ہین ستھرائی چاہتے پھر بچادیا ہمنے اُسکو اور اُسکے گھر والونکو مگر اُسکی عورت رہگئی رہنے والون مین اور برسایا اُنپر برساؤ

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

پھر دیکھ آخر کیسا ہوا حال گنہگارون کا

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اذ ظرف ہے پس اگر ارسلنا مقدر ہے یعنی وارسلنا لوطا اذ قال۔ تو اذ سے زمانہ ممتد مراد لیا جاوے جسکے بعض وقت مین ارسال ہوا پھر بعض وقت مین قوم سے کہا اور حاصل آنکہ وارسلنا لوطًا وقت قوله لہم۔ اور اظہر یہ ہے کہ اذکر مقدر ہے اور اذ ظرف بدل ہے اور یہی مفسر نے اختیار کیا لوط کو سیبویہ نے کہا کہ اسم عجمی ہے وعلیٰ ہذا قول زجاج کہ وہ مشتق نہین ہے صحیح ہے لیکن خفت کی وجہ سے منصرف ہوا اور لوط بن ہاران بن تارخ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہین اور حضرت ابراہیمؑ کے تابع نبوت مین نبی تھے اللہ تعالےٰ نے انکو اردن کے مقام سدوم مین بھیجا تھا جو حمص مین سے ہے پس قوم سے مراد یہی سدوم والے ہین المعنی اور بیان کردے لوط کو یعنی جبکہ لوط نے اپنی قوم سے کہا اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ فاحشہ صفت موصوف مقدر ای الفعلة الفاحشة کیا کرتے ہو ایک فعل فاحش کو یعنی غایت درجہ کے بدتر فعل کو وہ مردون ولونڈون کے ساتھ مقعد مین لواطت ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یعنی ہرگز اسوقت تک تم سے پہلے عالمین مین سے جن وانسان کسی نے اسکو نہین کیا۔ فی البیضاوی یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکار کو موکد کرتا ہے گویا پہلے انکو اس بدتر فعل کے کرنے پر ملامت کی اور پھر انکو اس فعل بد کے اختراع کرنے پر ملامت کی کہ یہ اور زیادہ ان لوگون کے بد ہونے پر دلیل ہے بعض متقدمین سے منقول ہے کہ قوم لوط کا حال نہ سُنا ہوتا تو مجھے معلوم نہوتا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہے آمین دلیل ہے کہ یہ فعل نہایت بدتر ہے اور زنا سے زیادہ اسکی حرمت غلیظ ہے افسوس کہ ہندوستان کے بھی بعض شہرون مین یہ فعل پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگون کو اس سے نفرت دیدے اور بعض جاہلون نے یہ وہم کیا کہ لواطت کی حرمت ثابت نہین ہوتی حالانکہ یہ عجیب جہالت ہے کیونکہ حرام وہی ہے کہ جو شرع مین مذموم ہو اور اُس سے زیادہ کیا مذمت ہوگی جو یہان ذکور ہے اور اس سے زیادہ کیا عذاب کی وعید ہوگی کہ عاقبت مین تو عذاب ہوویگا یہان دنیا مین بھی عذاب غضب دیا گیا نعوذ باللہ من ذلک اور عنقریب یہ مسئلہ آتا ہے بالجملہ پہلے انکے فعل بدتر مذکور پر انکار کیا اور اسکی سخت مذمت فرمائی پھر تاکید ملامت کی پھر استبعاد و انکار وتعجب کو جمع فرمایا بقوله اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ارے کیا تم مردون کو آتے ہو بغرض شہوت کے عورتون کے سوائے بیضاوی نے فرمایا کہ بیان جملہ انکار اول ہے اور اسمین بہ نسبت سابق کے انتہا درجہ کا انکار و ملامت ہے شَهْوَةً مفعول لہٗ ہے یعنے بغرض شہوت کے کوئی اور بات نہین سوائے اسی بات کے حالانکہ اس سے بڑھکر کوئی مذمت کا فعل نہین ہے یا مصدر بموقع حال ہے اور اس سے قید لگانے مین انکے محض بہائم ہونے کی صفت بیان کی اور تنبیہ ہے کہ عاقل کو چاہیئے کہ اس فعل سے اسکی مراد اولاد صحیح ہو کہ وہ بدون عورت کے نہین ہوگی بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم ایک قوم ہو کہ اسراف تمھاری صفت وعادت ہے یعنے حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہو بیضاوی نے فرمایا کہ انپر انکار کرنے سے اضراب کرکے انکے حال سے جو انکو ایسے فواحش کی طرف لایا ہے خبر دی یعنے تم مین اسراف کی عادت پڑی ہوئی ہے یا انکار سے اضراب کرکے انکے جمیع معائب کا کلیہ بیان کردیا۔ بالجملہ اس قوم بدبخت

ہرچند حضرت لوط علیہ السلام نے فہمائش کی کہ عورتون سے مخاطب ہون اور یہ حرکتین چھوڑین ہرگز نہ مانے اور ابن عباسؓ سے حکایت کیا جاتا ہے کہ آپنے قوم مذکور کے اس فعل کی ابتدا یہ بیان کی کہ شیطان ایک نہایت خوبصورت طفل کی صورت بنکر آیا اور ان لوگونکو ملاطفت کرکے آخر اپنے ساتھ اس حرکت کرنے پر آمادہ کیا پس جب اس سے یہ حرکت کرلی تو آخرکار دلیر ہوگئے اور یہی حرکتین کرنی شروع کین وفی تفسیر الحافظ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد تو مردون کے ساتھ آپس مین مشغول تھے اور عورتین بھی اپنی عورتون سے مشغول تھین اور کسی کو دوسرے کی پروا نہ تھی پھر حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کون سنتا ہے قلت شاید یہی وجہ ہو کہ عورتین بھی چونکہ راضی نہ تھین اسواسطے حضرت لوط علیہ السلام کو ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم بہن درحقیقت اپنی پاک بیٹیون کے ساتھ نکاح شرعی کی ذریعہ نسبت سے اتمام حجت کرنی پڑی واللہ اعلم بہرحال کوئی نصیحت کارگر نہوئی اور ایک بھی مسلمان نہوا سوا سے اہل بیت لوط علیہ السلام کے بلکہ قوم مذکور نے یہ جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ اور نکال دو انکو یعنے لوط اور انکے گھر والون کو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اپنے قریہ یعنے سدوم سے کیونکہ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ یعنے مردون کے دبر مین وطی کرنیسے بہت پاکی رکھتے ہین حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت و خیرخواہی کا یہ جواب تھا کہ انکو یہان سے نکال باہر کرو اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ تطہر کرتے ہین پس یا تو حقیقۃً یہی مراد تھی اور واقعی بھی تھا اور یا انھون نے مسخرہ پن سے کہا ہو اور یہی بیضاویؒ نے اختیار کیا ہے فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ پس نجات دی ہمنے لوط کو اور اسکے اہل کو یعنے جو لوگ اسپر ایمان لائے تھے سوائے اسکی جورو کے کہ وہ غابرین مین سے تھی - قوم لوط چار لاکھ آدمی تھے جنمین سے سوائے لوطؑ کے گھر والون کے کوئی ایمان نہ لایا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین پھر تحقیق نہوا کہ لوطؑ کے سب ناتے دار سوا اسے دو بیٹیون کے اور بھی تھے یا نہین بالجملہ جو ایمان لائے تھے انکو نجات فرمائی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہوگیا اگرچہ یہ ظاہر فرمادیا کہ سبب رحمت و نجات یعنے ایمان فقط ایک گھر والون مین تھا اور وہ لوطؑ کا گھر ہے لیکن انمین سے لوطؑ کی جورو کا استثنا کیا و آگاہ کیا کہ وہ غابرین مین سے تھی کیونکہ ایمان نہ لائی تھی غبر الشئی گذر گئی وہ چیز اور نیز باقی رہگئی وہ چیز پس یہ لغت اضداد مین سے ہے اور زجاج نے کہا کہ معنی آنکہ وہ غائب ہوئی نجات سے اور مفسرؒ نے کہا من الغابرین ای الباقین فی العذاب یعنی عذاب مین باقی رہنے والون مین تھی اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ الا امرأتہ یعنے واہلہ نام جو دل مین کافرہ تھی کانت من الغابرین ای من الذین بقوا فی دیارہم فہلکوا یعنی باقیون مین سے یعنی ان لوگون مین سے تھی جو اپنے دیار مین باقی رہے پس ہلاک ہوئی اور غابرات نہین کہا کیونکہ مذکر کو غلبہ دیا اور غابرات کو تابع قرار دیا قَالَ الْحَافِظ اسیواسطے جب لوط علیہ السلام کو شہر سے نکل جانے کا حکم ہوا کہ آخر رات مین مع اہل کے نکل جاوین تو حکم ہوا کہ اس عورت کو آگاہ نہ کرین اور نہ اسکو شہر سے نکالین اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ وہ عورت انکے پیچھے پیچھے ہوگئی تھی پھر جب عذاب آیا تو اُسنے منھ پھیر کر دیکھا پس اسپر بھی ایک پتھر آپڑا اور اظہر یہ ہے کہ وہ شہر سے نہین نکلی اور نہ لوطؑ نے اسکو آگاہ کیا بلکہ انھین لوگون کے ساتھ باقی رہی اور لوطؑ و اہل سے بچھڑ رہی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور برسایا ہمنے اُن کافرون پر مطر مفعول مطلق برائے نوع ہے ای مطرسے ایک نوع عجیب کی بارش کی اور وہ آیندہ مفصل قصہ مین جو انشاء اللہ تعالےٰ آویگا بیان ہے بقولہ وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک وماہی من الظالمین ببعید اسی واسطے یہان فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ پس تو دیکھ یعنے انکے بیان حال مین عبرت سے نظر کر کہ مجرمونکا انجام کار کیا ہوا جس شخص پر پتھر پڑا وہ خاک ہوگیا یعنے سب ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من عذاب اللہ عزوجل قَالَ الْحَافِظ امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے

کہ شخص لواطت کے فعل میں ہو اسکو بلند مقام سے گرادیں اور پیچھے سے پتھر سے ماریں جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا قال المترجم یہ مذہب قوی ہے اسواسطے کہ اس فعل بد کی سزا کسی اور پر قیاس نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ نے اسکی حرمت غلیظہ کو بیان فرمایا ہے پس سزا اسکی وہی ہے جو بیان فرمائی کیونکہ قوم مذکور کو اوپر اٹھا کر گرایا گیا اور پتھر برسے پس یہاں بمانند اسکے ممکن ہے وہی کیا جاوے ثم قال الحافظ اور دیگر علما اس طرف گئے ہیں کہ وہ شخص خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو بہر حال میں پتھر سے مار ڈالا کیا جاوے اور شافعی رح کے دو قول میں سے ایک قول یہی ہے اور حجت میں حدیث ابن عباس رض ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کا فعل کرتا ہے تو کرنیوالے اور کرانیوالے دونوں کو قتل کرو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ مترجم کہتا ہے کہ قتل کرنا محتمل ہے کہ اسی طریقہ سے ہو جو امام ابو حنیفہ نے استخراج کیا ہے اور بعض آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے موئید ہیں فتامل لان الثانی اقرب واللہ اعلم اور دوسروں نے کہا کہ لوطی مانند زنا کار کے ہے اگر کنوارا ہے تو سو درے مارے اگر بیاہا ہے تو پتھروں سے مار ڈالا جاوے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور رہا عورت سے دبر میں وطی کرنا تو یہ چھوٹی لواطت ہے اور اسکے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے اور آنحضرت صلعم سے بہت سی حادیثیں اسکے حرام ہونے پر وارد ہوئی ہیں وسورہ بقرہ میں گذر چکا ۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

اور مدین کو بھیجا انکا بھائی شعیب بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اسکے سوائے پہونچ چکی تمکو دلیل تمہارے رب کیطرف سے سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا دو

النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ

لوگوں کو انکی چیزیں اور مت خرابی ڈالو زمین میں اسکے سنوارے پیچھے یہ بھلا ہے تمہارا اگر تمکو یقین ہے اور مت بیٹھو ہر راہ پر ڈر دیتے

وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ○

اور روکتے اللہ کی راہ سے جو کوئی یقین لاوے اسپر اور ڈھونڈھتے اسمیں عیب اور وہ یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پھر تمکو بہت کیا اور دیکھو آخر کیسا ہوا ہے حال بگاڑنیوالوں کا

وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ○

اور اگر تم میں ایک فرقے نے مانا ہے جو میرے ہاتھ بھیجا اور ایک فرقے نے نہیں مانا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ وارسلنا الی مدین ۔ اور بھیجا ہمنے مدین کیطرف اس قوم کا نام مدین ہے جو مدین بن ابراہیم کی اولاد ہیں کذا قال البیضاوی و یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے اور ابن کثیر نے فرمایا کہ مدین کا اطلاق قبیلہ پر ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور مدین ایک شہر بھی ہے جو معان کے قریب ہے کما فی قصہ موسیٰ ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون اور یہیں حضرت شعیب نبی تھے اور یہی اصحاب ایکہ ہیں جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے حاصل آنکہ فرق کرنا یہاں سہو ہے اور مراد یہاں قبیلہ مدین ہے أَخَاهُمْ شُعَيْبًا انکے بھائی شعیب کو یعنی برادری کے بھائی کو جنکا نام شعیب علیہ السلام ہے اور وہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین ہیں اور ابن اسحاق نے کہا کہ سریانی میں انکا نام یثرون تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ خطیب الانبیاء انکا لقب ہے کیونکہ خوبی سے قوم کو جواب دیے ہیں قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ یہی توحید جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت تھی قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ البینہ آچکا تمہارے پاس معجزہ تمہارے پروردگار سے میری سچائی کا اس معجزہ سے مراد وہ معجزہ ہے جو انکو دیا گیا تھا مگر قرآن مجید میں ہم کو نہیں کہ وہ کیا معجزہ تھا قال الحافظ حاصل آنکہ میں جو رسالت الٰہی لایا ہوں اسکے بارہ میں میری سچائی کیلیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حجتیں و بینات قائم کریں جب ثابت ہوا کہ رسول ہیں تو پھر جو کچھ رسول الٰہی امر و نہی کرے وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے برحق ہے اسکو ماننا ضرور ہے لہذا انکے بد افعال چھوڑنیکی انکو نصیحت فرمائی بقولہ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ پس تم پورا دو لوگوں کو کیل و میزان یہ لوگ ناپ تول کا کام تجارت سے اور بدکاری سے پورا نہیں تولتے تھے اور کمی کرتے تو انکو اس سے منع کیا حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے گروہ موالی تم ناپ تول کے کام میں امانت دار ہو خبردار رہو کہ ایسا نہ کرنا جیسے اگلی امتوں نے نجس سے اپنے آپکو تباہ کیا ہذا حاصل الحدیث اگر کہا جاوے کہ کیل مصدر ہے بمعنی ناپنا اور میزان اسم آلہ ہے بمعنی ترازو تو مطابقت نہ رہی جواب یہ ہے کہ کیل سے مراد مکیال ہے

جیسے عیش و معاش یعنی پیمانہ و میزان پورے دو نہ زیادہ نہ کم بلکہ پورا حق دو کیونکہ کمی نہ ہونے کی طرف زیادہ اہتمام ہے اور بعض نے کہا کہ میزان مصدر ہے بمعنی وزن
اور بعض نے کہا کہ ظرف الکیل مضاف مقدر ہے حق یہ ہے کہ تفہیم معنی کے واسطے یہ بیان کیا گیا اور اسی معنی کو ادا کر نہیں یہی کلام فصیح ہے اور سورہ ہود میں المکیال
والمیزان آیا ہے پھر وجہ فساد پر تنبیہ کردی بقولہ ولا تبخسوا الناس اشیاءھم بخس بباء و خاء معجمہ بمعنے نقص خواہ عیب دار دینا یا میل کرنا یا دھوکا دینا یا حیلہ کرنا
یا بوجہ شرعی لینا حاصل آنکہ اور مت کمی کرو لوگوں کے حقوق میں اشیاء بلفظ تعمیم اسواسطے فرمایا کہ جلیل و حقیر و قلیل و کثیر سب میں وہ لوگ بخس کرتے تھے وقال السدی
مکاس تھے کوئی چیز بدون مکس لئے نہیں چھوڑتے تھے ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا اور مت فساد کرو ملک میں یعنی کفر و گناہ ہونے سے بعد اسکی اصلاح
کے یعنی رسولوں کے بھیجنے سے صلاح ہونیکے بعد پہلا فساد اس امت میں ان بدبختوں نے پھیلایا جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ذلکم یہ جو مذکور ہوا
خیر لکم تمھارے حق میں بہتر ہے ان کنتم مؤمنین اگر تم مومن ہو حالانکہ وہ لوگ مومن نہ تھے پس معنی یہ کہ اگر تم ایمان چاہتے ہو جزاء شرط محذوف ہے ای فتبادروا الیہ پس
اسکی طرف مبادرت کرو حاصل آنکہ اگر تم ایمان چاہتے ہو تو جو مذکور ہوا اسکی طرف مبادرت کرو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے اور بہتری مجموع براہ دنیا و دین ہے -
ولا تقعدوا بکل صراط اور مت بیٹھو ہر راہ پر خواہ حسی ہو یا معنوی ہو اس حال سے کہ توعدون خوف دلاؤ لوگوں کو انکے مال ناحق لینے کا یا ایسے حق لینے کا یہ آہی
پر بیٹھنے سے ممانعت ہے وتصدون اور روکو لوگوں کو عن سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کے دین سے من آمن بہ ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور یہ روکنا
اسطرح کہ اسکو دھمکایا کہ ایمان لاویگا تو قتل کر ڈالینگے من آمن مفعول تصدون ہے اور وہ توعدون پر عطف ہو کر ضمیر لاتقعدوا سے حال ہے یعنی ہر راہ پر دھمکاتے اور
روکتے ہوئے مت بیٹھو راہ حق اگرچہ واحد مستقیم ہے لیکن اسمیں معرفت حدود و احکام ہیں اسواسطے بکل صراط فرمایا وتبغونھا عوجا یہ بھی توعدون پر عطف ہے یعنی اس حال
سے کہ طلب کرتے ہو راہ کو معوجہ یعنی لوگوں کو شبہہ ڈالو اور انسے کہو کہ ٹیڑھی راہ ہے اور راہ پر بیٹھنے سے حقیقت بیٹھنا مراد نہیں ہے بلکہ ایسے طریقہ اختیار کرنے سے ممانعت ہے
قریش والے بھی لوگوں کو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور اسیطرح دھمکاتے تھے واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم وانظروا کیف کان عاقبۃ المفسدین
اور یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمکو بہت کیا اور عبرت سے دیکھو کہ مفسدوں کا انجام کار کیا ہوا یعنی تم سے پہلے قوم لوط وغیرہ جنھوں نے شرک و گناہوں سے زمین میں
فساد برپا کیا اور رسول کا کہنا نہ مانا انکا انجام بنظر عبرت دیکھو کہ آخر عذاب سے ہلاک کیے گئے وان کان طائفۃ منکم آمنوا بالذی ارسلت بہ وطائفۃ لم یؤمنوا یعنے
اور اگر تمسے میرے رسول ہونے میں اختلاف کیا اور دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقہ تو ایمان لایا و نجات اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے ایمان سے انکار کیا اور مجھے جھٹلایا ہے فاصبروا
تو انتظار کرو حتی یحکم اللہ بیننا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمھارے درمیان میں حکم کرے بایں طور کہ جو حق پر ہے اسکو نجات دے اور جو ناحق پر ہے اسکو ہلاک کرے وھو
خیر الحاکمین وہی حاکموں میں سب سے بڑھکر انصاف کرنیوالا ہے اور یہ درحقیقت انکو صبر و انتظار کرنیکا حکم نہیں بلکہ سخت تہدید و وعید ہے اسواسطے کہ عدل الٰہی میں پڑ گئے تو ہلاک ہے

الافادۃ مع التنبیہ مخلوقات کی ذاتی غرض ہے کہ خالق عزوجل کو پہچانے اور اسپر ایمان لا کر حق تعالیٰ کی عبادت ادا کرے لیکن مخلوق سے جو چیز حادث ہو وہ بھی مخلوق ہو گی
تو وہ شان خالق عزوجل کے لائق نہیں ہو سکتی ہے اسیواسطے امام ابوحنیفہ نے رسالہ اعتقاد یعنے فقہ اکبر میں فرمایا کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت جیسی شان سے لائق ہے
ادا ہونا محال ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی جمیع اہل السنۃ والجماعۃ کا اعتقاد ہے پس ظاہر ہوا کہ عدل الٰہی عزوجل میں ماخوذ ہوں تو کسی سے حق اصلی یعنی عبادت کا ذرہ بھی نہ پایا جائے
ولیکن حق تعالیٰ نے نیک بندوں سے اپنے حکم کی تعمیل چاہی اور یہ ممکن ہے پس اس تعمیل میں اصل اعتقاد ہے اور اسی اصل پر طاعات صوم و صلوٰۃ کی شاخیں ہیں
لہذا جسقدر اعتقاد خوب و معرفت عالی ہو اسیقدر ثواب طاعت و قبولیت میں کمال ہوتا ہے حتی کہ ولی کی دو رکعت کے مقابلہ میں عامی کی ہزار رکعت نہیں پہنچتی ہیں

فاعرفہ والسلام اللھم اغفر لنا غفرانا واسعا اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

تمت ——— الثامن

آٹھواں جزو تمام ہوا بعدہ نواں قال الملأ الذین ہے

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ - ۱۰/

حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱/

جواب السائلین - بطور استفتا - ۲/

کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان - عہ

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱۰/

رسالہ تجہیز و تکفین - از محمد عمر - ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے - دو مجلد کامل - ۱۵/

شرح سفر السعادت - از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف - ۲/

گنج الحج - مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ - عہ

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام - ۵/

بتیان - در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین - ۱/

بدائع منظوم - مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی - ۲/

نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری - ۱۰/

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ - ۶/

شرح وقایہ فارسی - بر حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی - عہ

مسالک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان - عہ

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین - عہ

قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم - ۲/

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی - ۱۵/

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ - ۱۳/

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ - ۲/

شرح مختصر وقایہ کو رمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی - عہ

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران - ۱/

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان - ۱/

فقہ عربی

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح - ۲/

فتح القدیر - حاوی المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع - ۱۲/

ہدایہ - محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل -

(۱) جلدین اولین عبادات - للعہ

(۲) جلدین آخرین معاملات - صہ

ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل -

ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح - للعہ

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب - للعہ

فتاوی قاضی خان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف متداول دو مجلد کامل - معہ

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح - عہ

شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندسیہ متوسط قلم - ۱/

الاشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول ہے -

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے - عہ

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول - عہ

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد مین

(۱) جلدین اولین عبادات مین - عا/

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول - ۱۱/

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱۰ ار

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۴ ر
باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۱۴ ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - عہ
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳۰ ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲۰ ر
آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳۰ ر
کیمیاے حکمت - حصۂ اول بیان شرائف علم و ادب - ۲۰ ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمۂ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عہ
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی در چہار جلد کامل للعہ ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ ر

کتب اخلاق فارسی (اہلسنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید کندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ ار
گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۲۰/۲۶ ۹ ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم ۸۰ ر
گلستان محشی اُردو - اس پر طلبا کی آسانی کے لیے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین ۱۴ ار
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ ار
گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ ار
گلستان خرد - فارسی - ۵۰ ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۸ ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ ار
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح او صاف چھپی ہے - ۸ ر
بوستان محشی خرد - ۵۰ ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے - از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ ار
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - عہر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے عہ
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہ
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب افرہوی ۲ ر
مجموعۂ صد پند سودمند حضرت لقمان کے نو قابل قدر نصائح - ۳ ر ۶ پائی -

المشتہر - منیجر صیغۂ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ